نبی رحمت کا مقام، آپ کا منصب اور ذمہ داریاں، آپ کی محبت، عظمت، اطاعت و اتباع، آپ کی نافرمانی کے نتائج، آپ کے کئے گئے سوالات، آپ کو دی گئی تسلیاں، آپ کے ساتھ کئے گئے وعدے، آپ کے اوامر و نواہی، آپ کے اخلاقِ حسنہ اور آپ پر کیے گئے احسانات و انعامات، ہر ہر عنوان آیاتِ قرآنیہ سے قرآن کی روشنی میں

سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن حکیم کی روشنی میں

مولانا غیاث احمد رشادی

حسب فرمائش

الشیخ عیسی سعد اللہ المھیرو حفظہ اللہ

سلسلۂ تصنیفات - ۴۰

ناشر: مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر اسوسی ایشن - رجسٹرڈ نمبر ۶۷۵

۲/۱۳۸-۲-۱۶، نزد اکبری مسجد، اکبر باغ، ملک پیٹ، حیدرآباد ۳۶

آل آندھرا سابقہ
15.6.2003 = 14.4.1424 AH
Shamsul

نبی رحمت کا مقام، مرتبہ، منصب اور ذمہ داریاں آپ کی محبت، عظمت، اطاعت و اتباع، آپ کی نافرمانی کے نتائج، آپ سے کئے گئے سوالات، تحقیق

سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن حکیم کی روشنی میں

آپ کو دی گئی تسلیاں، آیات، آپ کے دشمن، آپ کے اخلاق حسنہ اور آپ پر کیے گئے احسانات و انعامات، ہر ہر عنوان آیات قرآنیہ سے مزین، احادیث صحیحہ سے مؤید

مولانا غیاث احمد رشادی

FREE ○ ——— مفت

حسب فرمائش

الشیخ عیسی سعد اللہ المھیری حفظہ اللہ

سلسلۂ تصنیفات ۔ ۴۰

ناشر: مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر اسوسی ایشن ۔ رجسٹرڈ نمبر ۶۷۵

۲/۱۳۸-۲-۱۶، نزد اکبری مسجد، اکبر باغ، ملک پیٹ، حیدرآباد ۳۶

(سلسلہء مطبوعاتِ رشادی ۴۰ جملہ حقوق غیر محفوظ)

نام کتاب : سیرت طیبہ قرآن حکیم کی روشنی میں

نام مصنف : غیاث احمد رشادی

پہلا ایڈیشن : اگست ۲۰۰۲ء

دوسرا ایڈیشن : جون ۲۰۰۳ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار

تعداد صفحات : ۴۸

کمپیوٹر کتابت : محمد احمد الدین

بمعرفت : رشادی کمپیوٹر سنٹر نزد مسجد اکبری اکبر باغ حیدر آباد

قیمت : Rs 60=00 ساٹھ روپیے

ناشر : مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر اسوسی ایشن رجسٹرڈ'
اکبر باغ ملک پیٹ حیدر آباد آندھرا پردیش الہند۔

ملنے کے پتے:۔

☆مکتبہ سبیل الفلاح 16-2-138/2 نزد دلکشا شادی خانہ حیدر آباد

☆ھدیٰ ڈسٹری بیوٹرس پرانی حویلی روڈ حیدر آباد

☆حسامی بک ڈپو مچھلی کمان حیدر آباد

★ھندوستان پیپر یمپوریم مچھلی کمان حیدر آباد

☆کمرشیل بک ڈپو' چارمینار حیدر آباد

☆الاوراق پبلشرز کرما گوڑہ حیدر آباد

☆ رشادی بک سنٹر مسجد باگ سوار میجسٹک بنگلور

انتساب

میں اپنی اس محنت وکاوش کو

میرے مربی ورہنما، استاذ الاساتذہ، مداحِ رسول، امیر شریعت، فقیہ ملت

حضرت مولانا **مفتی اشرف علی** صاحب عمت فیوضہم

شیخ الحدیث و مہتمم دار العلوم سبیل الرشاد بنگلور

ورکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

ونائب صدر آل انڈیا ملی کونسل

کے نام منسوب کرتا ہوں

جن کی توجہات، مشورے، رہبری اور دعائیں مجھ پر سایہ فگن ہیں

نیز مادرِ علمی کے ان اساتذہء کرام کے نام

جنکی شفقتیں اور محنتیں ناقابل فراموش ہیں جنہوں نے مجھ حقیر کو قلم پکڑنا سکھایا۔

یکے از ابنائے سبیل

غیاث احمد رشادی

جمادی الاول ۱۴۲۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتبہ سبیل الفلاح اور مولف کی خدمات پر اظہار خیال

خطیب الاسلام، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی صاحب دامت برکاتہم

صاحبزادہ حکیم الاسلامؒ استاد حدیث دار العلوم دیوبند

عزیز محترم مولانا غیاث احمد رشادی ایک ذی صلاحیت اور صاحب تصنیف و مطالعہ نوجوان ہیں۔ موصوف نے اپنی گوناگوں صلاحیتوں کو ماشاء اللہ خدمت دین اور اشاعت حق کیلئے وقف کر دیا ہے۔ چونکہ مولانا جواں سال اور متحرک شخصیت کے حامل ہیں اسلئے آپ نے اپنی امنگوں کے اظہار کیلئے مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر اسوسی ایشن رجسٹرڈ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے جس سے اپنی پر افادہ تصانیف شائع کر کے ان کا ایک معتد بہ حصہ مفت تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح الحمد للہ عبادات، اخلاق، اور معاش و معاشرت سے متعلق ایک خاصی تعداد میں آپ نے کتابچے اور بعض ضخیم جلدیں تیار کر کے اپنے ادارے سے شائع کی ہیں۔ ان کتابوں کے عنوانات اور فہرست مضامین سے ان کی افادیت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مولانا قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے اتنی ساری ضروری تالیفات اس جوان العمری میں ملت کے سامنے پیش کر دیں۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

حق تعالیٰ اخلاصِ عمل میں مزید برکت عطا فرمائے اور موصوف کے حوصلے میں ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

(مولانا) محمد اسلم قاسمی (صاحب)

۲۱/ مئی ۲۰۰۲ء

فہرست

باب اول: وہ آیتیں جن کا تعلق ما قبل بعثت سے ہے ۱۴

(۱) تورات وانجیل میں آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ ۱۵

(۲) آپ ﷺ کی آمد سے پہلے انبیاء اکرامؑ سے عہد ۱۷

(۳) آپ ﷺ کی بعثت دعاء ابراہیمیؑ کا نتیجہ ۱۸

(۴) انجیل میں آپ ﷺ کی آمد کی بشارت ۲۰

(۵) نام احمد قرآن مجید میں ۲۱

(۶) قرآن مجید میں نام محمد چار جگہ ہے ۲۲

(۷) اللہ اور اس کے رسول آپ ﷺ پر ایمان ۲۷

باب دوم: آپ کا مقام، مرتبہ، منصب اور ذمہ داریاں ۲۹

(۱) آپ ﷺ رسول ہیں ۳۰

(۲) آپ ﷺ نبی بھی ہیں ۳۳

(۳) آپ ﷺ اللہ کے بندے بھی ہیں ۳۵

(۴) آپ ﷺ شاہد (گواہ) ہیں ۳۷

(۵) آپ ﷺ بشیر ونذیر ہیں ۳۹

(۶) آپ ﷺ خود مجسم دلیل ہیں ۴۲

(۷) آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں ۴۳

(۸) آپ ﷺ داعی الی اللہ ہیں ۴۴

(۹) آپ ﷺ روشن چراغ بھی ہیں ۴۴

(۱۰) آپ ﷺ حکم (فیصلہ کرنے والے) بھی ہیں ۴۵

(۱۱) آپ ﷺ منادی (بلانے والے) ہیں ۴۸

(۱۲) آپ ﷺ مبلغ بھی ہیں ۴۹

(۱۳) آپ ﷺ معلم بھی ہیں ۵۱

(۱۴) آپ ﷺ نصیحت کرنے والے ہیں ۵۲

(۱۵) آپ ﷺ نمونہ بھی ہیں ۵۳

(۱۶) آپ ﷺ بشر بھی ہیں ۵۴

باب سوم: آپ ﷺ کی محبت و عظمت	۵۶
(۱) اللہ اور رسول آپ ﷺ کی محبت سب سے زیادہ ہو	۵۶
(۲) اپنی جان سے زیادہ آپ ﷺ کی جان پیاری	۵۸
(۳) آپ ﷺ کی عظمت درود و سلام کے ذریعہ	۶۰
(۴) مسلمان کو زیبا نہیں کہ وہ آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائے	۶۱
(۵) آپ ﷺ کی عظمت کا لحاظ	۶۲
(۶) آپ ﷺ سے سبقت نہ کرو	۶۳
(۷) آپ ﷺ کے سامنے آواز پست رہے	۶۴
(۸) آپ ﷺ کی عظمت کی ایک اور صورت	۶۵
باب چہارم: آپ ﷺ کی اتباع و اطاعت	۶۷
(۱) اتباعِ رسول آپ ﷺ سے محبت الٰہی کا حصول	۶۸
(۲) آپ ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت	۶۹
(۳) اطاعت خدا اور رسول رحمت کا ذریعہ ہے	۷۰
(۴) آپ ﷺ کی اطاعت اور ایمان	۷۱
(۵) آپ ﷺ لوگوں کی اطاعت نہیں کرینگے	۷۲
(۶) آپ ﷺ کی اطاعت میں ثوابِ عظیم ہے	۷۳
(۷) آپ ﷺ کی اطاعت کس قدر لازمی ہے	۷۵
(۸) مسلمان مطیع ہوتا ہے	۷۶
(۹) جھگڑنے والے اللہ اور رسول کی عدالت میں آئیں	۷۷
(۱۰) آپ ﷺ کی اطاعت کا بہترین صلہ	۷۸
(۱۱) اطاعت ہی میں نجات ہے	۸۱
(۱۲) مومن اطاعتِ خدا اور رسول کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا	۸۳
(۱۳) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے کامیاب ہیں	۸۴
باب پنجم: آپ ﷺ کی نافرمانی کے نتائج	۸۶
(۱) نافرمانی کی سزا دوزخ	۸۷
(۲) آپ ﷺ کی نافرمانی ذلت کا باعث	۸۷
(۳) آپ ﷺ کے دین کی مخالفت کا انجام	۸۸
(۴) آپ ﷺ کی نافرمانی کھلی گمراہی ہے	۸۹

(۵) آپ ﷺ کے مخالفین دنیا میں بھی ذلیل ۹۰
(۶) سرگوشی میں بھی آپ ﷺ کی نافرمانی نہ ہو ۹۱
(۷) اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین سے دوستی نہیں ۹۲
(۸) اللہ اور رسول آپ ﷺ کی مخالفت کی یہودیوں کو سزا ۹۳
(۹) اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی کافروں کو سزا ۹۵
(۱۰) آپ ﷺ کو ایذا دینے والوں پر عذاب ۹۶

باب ششم: وہ آیتیں جن میں آپ ﷺ سے سوال کیا گیا ۹۷
(۱) لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں ۹۸

باب ہفتم وہ آیتیں جن میں آپ کو تسلی دی گئی ۱۰۲
(۱) پیغمبر! آپ غم نہ کیجئے ۱۰۳
(۲) پیغمبر! آپ صبر کیجئے ۱۰۴
(۳) پیغمبر! منافقوں اور یہودیوں کی ایذا رسانی پر غم نہ کیجئے ۱۰۵
(۴) پیغمبر! ہمیں آپ کا غم معلوم ہے ۱۰۶
(۵) آپ ﷺ مجنون نہیں بلکہ نذیر ہیں ۱۰۷
(۶) آپ کی حفاظت کیلئے اللہ کافی ہیں ۱۰۸
(۷) منافقوں کے نامناسب رویہ پر آپ ﷺ کو تسلی ۱۱۲
(۸) آپ ﷺ اور ایمان والوں پر سکینہ کا نزول ۱۱۳
(۹) غار ثور میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ۱۱۹
(۱۰) پیغمبر! آپ تکلیف نہ اٹھائیں ۱۲۰
(۱۱) پیغمبر! آپ ہی کو جھٹلایا نہیں گیا بلکہ ۱۲۱
(۱۲) پیغمبر! کیا آپ اپنی جان دیدینگے؟ ۱۲۳
(۱۳) آپ ﷺ کو تکلیف دینا مومن کا کام نہیں ۱۲۴
(۱۴) آپ ﷺ ٹیڑھی راہ پر نہیں ہیں ۱۲۷
(۱۵) آپ ﷺ نہ شاعر ہیں، نہ مجنون ہیں اور نہ کاہن ۱۲۹
(۱۶) آپ ﷺ سے بیجا سوالات مت کرو ۱۳۰
(۱۷) مومنو! دربارِ رسالت میں راعنا مت کہو ۱۳۱
(۱۸) اے پیغمبر! ہم آپ کیلئے کافی ہیں ۱۳۲
(۱۹) آپ ﷺ کیلئے ہم کافی ہیں ۱۳۳

(۲۰) آپ ﷺ کے مخالفین بے خبر ہیں ۱۳۴

باب ہشتم: وہ آیتیں جن میں آپ ﷺ کو کسی کام کا حکم دیا گیا ۱۳۶

(۱) پیغمبر! آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کیجئے ۱۳۷
(۲) پیغمبر! انہیں معاف کر دیجئے ۱۳۷
(۳) پیغمبر! ان کیلئے استغفار کیجئے ۱۳۸
(۴) پیغمبر! مشورہ لیتے رہا کیجئے ۱۳۸
(۵) پیغمبر! اللہ پر بھروسہ کیجئے ۱۳۹
(۶) پیغمبر! اعراض کیجئے اور منتظر رہیے ۱۴۰
(۷) پیغمبر! آپ نصیحت فرمایئے ۱۴۱
(۸) پیغمبر! قتال و جہاد کیجئے ۱۴۲
(۹) پیغمبر! قرآن کے موافق فیصلہ کیجئے ۱۴۳
(۱۰) پیغمبر! نازل شدہ پیغام پہنچا دیجئے ۱۴۴
(۱۱) پیغمبر! وحی کا اتباع کیجئے ۱۴۵
(۱۲) پیغمبر! درگزر سے کام لیجئے ۱۴۵
(۱۳) پیغمبر! صلح کر لیجئے ۱۴۶
(۱۴) پیغمبر! مسلمانوں کو ترغیب دیجئے ۱۴۷
(۱۵) پیغمبر! آپ صبر کیجئے ۱۴۷
(۱۶) پیغمبر! مسلمانوں پر شفقت کیجئے ۱۴۹
(۱۷) پیغمبر! آپ جس کو چاہیں اجازت دیں ۱۵۰
(۱۸) پیغمبر! اللہ سے ڈرتے رہیے ۱۵۱
(۱۹) پیغمبر! اپنے رب کی عبادت کیجئے ۱۵۲
(۲۰) پیغمبر! اللہ سے شیطان کی پناہ مانگیے ۱۵۳
(۲۱) پیغمبر! نیک برتاؤ سے بدی کو ٹال دیجئے ۱۵۴
(۲۲) پیغمبر! قیام لیل کیجئے ۱۵۵
(۲۳) پیغمبر! تختی کیجئے ۱۵۵
(۲۴) پیغمبر! متعلقین کو نماز کا حکم دیجئے ۱۵۶
(۲۵) پیغمبر! یہ دعا کیجئے ۱۵۷
(۲۶) پیغمبر! اپنے رب کی تسبیح کیجئے ۱۵۷
(۲۷) پیغمبر! بدعہدوں کو کڑی سزا دیجئے ۱۵۸
(۲۸) پیغمبر! ان کا عہد واپس کر دیجئے ۱۵۹
(۲۹) پیغمبر! پناہ دیجئے ۱۶۰

(۳۰) پیغمبر! اپنے آپ کو دین کی طرف متوجہ رکھیئے ۱۶۱
(۳۱) پیغمبر! نماز کی پابندی کیجئے ۱۶۱
(۳۲) پیغمبر زور شور سے مقابلہ کیجئے ۱۶۲
(۳۳) پیغمبر! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے ۱۶۲
(۳۴) پیغمبر! تلاوتِ قرآن کیجئے ۱۶۳
(۳۵) پیغمبر! آپ اسی کے شکر گزار رہیے ۱۶۳
(۳۶) پیغمبر! ثابت قدم رہیے ۱۶۳
(۳۷) پیغمبر! آپ قرآن پر قائم رہیے ۱۶۴
(۳۸) پیغمبر! آپ ان سے بے رخ رہیے ۱۶۴
(۳۹) پیغمبر! ان کو اسی مشغلہ میں رہنے دیجئے ۱۶۵
(۴۰) پیغمبر! اللہ کی طرف متوجہ رہیے ۱۶۵
(۴۱) پیغمبر! اٹھیے پھر ڈرایئے ۱۶۶
(۴۲) مجھے یہ حکم دیا گیا ۱۶۷
(۴۳) آپ ﷺ کو عدل وانصاف کا حکم دیا گیا ۱۶۷

باب نہم: وہ آیتیں جن میں آپ ﷺ کو کسی کام سے روکا گیا ۱۶۹

(۱) اب آپ کیلئے نکاح حلال نہیں ۱۷۰
(۲) پیغمبر! خائن کی طرفداری نہ کیجئے ۱۷۱
(۳) منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھیے ۱۷۱
(۴) پیغمبر! مشرکین کیلئے استغفار نہ کیجئے ۱۷۲
(۵) پیغمبر! قرآن شریف پڑھنے میں عجلت نہ کیجئے ۱۷۳
(۶) پیغمبر! درمیانی راہ اختیار کیجئے ۱۷۴
(۷) آپ ﷺ کو شرک سے روکا گیا ۱۷۵

باب دہم: وہ آیتیں جن میں آپ کو یاایھا النبی یا یاایھا الرسول کے ذریعہ خطاب کیا گیا ۱۷۴

(۱) اے نبی! ہم نے حلال کر دیا آپ کیلئے ۲۷۷
(۲) اے نبی! ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ۱۷۷
(۳) اے نبی! آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں سے ۱۷۸
(۴) اے نبی! آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے کہہ دیجئے ۱۷۹

(۵)اے نبی! سختی کیجئے ۱۸۲
(۶)اے نبی! شوق دلایئے ۱۸۲
(۷)اے نبی! آپ کیلئے کافی ہیں ۱۸۳
(۸)اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو! ۱۸۳
(۹)اے نبی! آپ کیوں حرام فرماتے ہیں ۱۸۴
(۱۰)اے نبی! کہہ دیجئے ۱۸۶
(۱۱)اے رسول! پہنچا دیجئے ۱۸۸
(۱۲)اے کپڑوں میں لپٹنے والے پیغمبر! ۱۸۹

باب یازدہم: وہ آیتیں جن میں آپ پر کئے گئے احسانات کا تذکرہ ہے ۱۹۱
(۱)پیغمبر! ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں ۱۹۲
(۲)آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مقام محمود میں جگہ دی ۱۹۲
(۳)آپ ﷺ کو یہ تین نعمتیں دی گئیں ۱۹۳
(۴)ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ۱۹۴
(۵)آپ ﷺ کے سینہ کو کھول دیا گیا ۱۹۶
(۶)آپ ﷺ کو یاد کیا جاتا ہے ۱۹۶
(۷)آپ ﷺ کو وہ باتیں سکھائیں ۱۹۷
(۸)آپ ﷺ کے دل کو قوی رکھا گیا ۱۹۸
(۹)آپ ﷺ کی حفاظت کیلئے غیبی انتظام ہے ۱۹۹
(۱۰)آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت اللہ کے ہاتھ پر بیعت ۲۰۲
(۱۱)آپ ﷺ نے نہیں، ہم نے پھینکا ہے ۲۰۲
(۱۲)آپ ﷺ کی دعا موجب اطمینان ہے ۲۰۴
(۱۳)اللہ اور اس کے رسول کو راضی رکھنا ضروری ۲۰۵
(۱۴)آپ ﷺ کی ازواج سارے مومنین کی مائیں ہیں ۲۰۶
(۱۵)اللہ نے آپ ﷺ کو نہیں چھوڑا ۲۰۷

باب دوازدہم: وہ آیتیں جن سے آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کا پتہ چلتا ہے ۲۰۸
(۱)پیغمبر! آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں ۲۰۹
(۲)آپ ﷺ تمہاری منعفت کے خواہشمند ہیں ۲۰۹
(۳)آپ ﷺ کی نرم مزاجی ۲۱۱
(۴)آپ ﷺ بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہیں ۲۱۲
(۵)آپ ﷺ رحمت ہی رحمت ہیں ۲۱۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سخن اولیں

تمام تعریف اس اللہ کے لئے جس نے سارے انسانوں کی ہدایت کے لئے ایک طرف اپنا کلام (قرآن مجید) نازل فرمایا اور دوسری طرف آپ ﷺ کو ہم سب کیلئے نمونہ بنادیا جس سے دنیا کے کروڑوں انسانوں کو کامیاب و بامراد، صاف ستھری، پاکیزہ اور صالح زندگی گزارنے کی راہ نصیب ہوئی۔ درود و سلام ہو نبی اکرم فخر بنی آدم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جن کی بے مثال محنتوں، کاوشوں اور کوششوں نے قیامت تک کے انسانوں کو ایک نفیس اور مہذب راستہ دیا۔

زبان اسی رب ذوالجلال کے شکر سے تر ہے جس نے مجھ حقیر کے دل میں سیرت نبوی ﷺ سے متعلق ایک اہم اور مفید تصنیفی کام کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائی مدتِ دراز سے سیرت طیبہ پر یہ کام کرنے کا خیال آتا رہا چند اوراق اس سلسلہ میں چند سال پہلے احقر نے لکھے لیکن دوسرے مشاغل کی وجہ سے وہ کام ادھورا رہ گیا شاید اسی میں کوئی مصلحت تھی بظاہر یہی مصلحت سمجھ میں آئی کہ اس سے قبل جس انداز سے لکھنے کا خاکہ ذہن میں آیا تھا وہ موجودہ خاکہ سے بالکل الگ تھا پھر جب دوبارہ اس پر کام کرنے کا عزم ہوا اور کام شروع ہوا تو یہ کام اس شکل میں وجود میں آیا جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔

آپ ﷺ سے متعلق آیات قرآنی کو میں نے یوں تو اپنی پہلی تصنیف "روح قرآن" میں جمع کیا ہے لیکن یہاں ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ سب سے پہلے ان آیات کی تشریح کی گئی جو آپ ﷺ کی ماقبل بعثت سے متعلق ہیں پھر آپ ﷺ کے مقام، مرتبہ اور آپ ﷺ کی ذمہ داریوں سے متعلق آیات کی تشریح کی گئی پھر آپ ﷺ کی عظمت اور محبت سے متعلق آیات کی تشریح کی گئی پھر آپ ﷺ کی اتباع و اطاعت سے متعلق آیات کی تشریح کی گئی پھر ان آیات کی تشریح کی گئی جن میں آپ ﷺ کی نافرمانی کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے جن کے بارے میں وعیدیں بھی

بیان کی گئی ہیں پھر ان آیات کی تشریح کی گئی ہے جن میں آپ ﷺ کو مختلف کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا مثلاً صبر ،اعراض وغیرہ پھر ان آیات کی تشریح کی گئی جن میں آپ ﷺ کو مختلف امور سے روکا گیا پھر ان آیات کی تشریح کی گئی جن میں مختلف موقعوں پر کفار، مشرکین ، یہود و نصاری وغیرہ نے آپ ﷺ سے سوالات کئے اور وحی الٰہی کے ذریعہ ان سوالات کے جوابات دیئے گئے پھر ان آیات کی تشریح کی گئی جن میں آپ ﷺ کو موقع بموقع تسلی دی گئی پھر ان آیات کی تشریح کی گئی جن آیات میں اللہ تعالی نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو **یاایھاالنبی** یا **ایھا الرسول** یا **ایھا المدثر** یا **ایھا المزمل** کے ذریعہ خطاب کیا پھر ان آیات کی تشریح کی گئی جن آیات میں آپ ﷺ پر کئے گئے احسانات، انعامات اور خصوصیات کا تذکرہ موجود ہے پھر ان آیات کی تشریح کی گئی جن آیات میں آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ بیان کئے گئے ہیں اس طرح آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے متعلق قرآن مجید کی تقریباً تمام تر آیات کی تشریح کی گئی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ قارئین اس کام کو ایک نیا کام محسوس کریں گے اور سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے کے آرزو مند اس کتاب کو مفید اور نافع بھی پائیں گے اور خصوصا یہ کتاب واعظوں، سیرت نگاروں، مقرروں و خطیبوں کیلئے یقیناً ایک نفع بخش کتاب ہوگی۔ بہت سے علماء کرام نے اس کتاب کو دیکھ کر احقر کی حوصلہ افزائی کی اور جلد شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی ۔عرصہ سے سیرت طیبہ کے موضوع پر ایک کتاب لکھنے کی جو آرزو تھی وہ پوری ہوئی اور اس کتاب کی تکمیل پر میں اپنے اندر ایک خاص قسم کی خوشی اور مسرت محسوس کر رہا ہوں ، بڑی احسان فراموشی ہوگی اگر میں ان تمام معاونین کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں تعاون فرمایا اللہ تعالی ان معاونین کی مدد و نصرت فرمائے اور ان کا بہتر سے بہتر صلہ دنیا و آخرت میں عطا فرمائے

اللہ کرے کہ یہ کوشش عنداللہ مقبول ہو۔اور ہر ایک کے لئے نفع مند ثابت ہو۔

غیاث احمد رشادی

جمادی الاول ۱۴۲۳ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

وہ آیتیں جن کا تعلق ما قبل بعثت سے ہے

تورات وانجیل میں آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ، فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (۱۵۷ الاعراف)

جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں جن کی صفت یہ بھی ہے کہ وہ ان کو نیک کاموں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کیلئے حلال بتلاتے ہیں گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق لدے ہوئے تھے ان کو دور کرتے ہیں سو جو لوگ اس نبی امی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو انکے ساتھ بھیجا گیا ہے، یعنی قرآن ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں کہ ابدی عذاب سے نجات پائیں گے۔

نبی رحمتؐ کے اس دنیا میں مبعوث ہونے سے سینکڑوں برس پہلے ہی حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر نازل شدہ آسمانی کتابیں تورات اور انجیل میں نبی رحمتؐ کے اوصافِ جمیلہ اور آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپؐ کی اتباع کرنے اور آپ پر نازل کی جانے والی کتاب کی اتباع کرنے میں ملنے والی کامیابی وغیرہ کو واضح انداز میں بیان کر دیا گیا تھا۔

یہ صرف نبی رحمت ﷺ کی خاص شانِ مبارک ہے کہ آپ کے بارے میں اس قدر

اہتمام کیا گیا تو گویا یہ ایک استقبال تھا نبی آخرالزماں کی آمد کا جو رب ذوالجلال نے اپنی شان کریمانہ سے فرمایا۔

تورات وانجیل میں آپ ﷺ کو دوالقاب سے نوازا گیا اور ایک خاص صفت بھی بیان کی گئی دوالقاب یہ ہیں کہ آپ ﷺ رسول بھی ہیں اور نبی بھی، اور آپ کی صفت خاص یہ ہے کہ آپ اُمّی بھی ہیں اسی کے ساتھ ساتھ جس قوم کی طرف آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا اس قوم عرب کو قرآن مجید میں اُمّیّین کہا گیا کہ عرب کی اس قوم میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا یوں تو کسی انسان کیلئے امی ہونا عیب سمجھا جاتا ہے لیکن نبی رحمت ﷺ کے علوم و معارف اور حالات و کمالات کے ساتھ امی ہونا آپ ﷺ کیلئے بڑی صفت کمال ہے جس تک دنیا کا کوئی انسان نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ اگر کسی پڑھے لکھے آدمی سے کمالات اور علوم و معارف کا دریا بہتا ہے تو وہ اس کی تعلیم کا نتیجہ سمجھا جاسکتا ہے لیکن اگر ایک ایسا شخص جو اُمّی ہو جس نے کسی سے کوئی ایک لفظ بھی نہ سیکھا ہو اگر وہ بیش بہا علوم کا سمندر اور بے مثال حقائق و معارف کے خزانہ اپنے اندر رکھتا ہو اور موقع بموقع اس سمندر سے علوم کے دریا بہاتا ہو اور اس خزانہ سے علم کی سخاوت کرتا ہو تو پھر یہاں ایک ہی فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ ایک کھلا معجزہ بھی ہے اور پوری دنیا کیلئے ایک چیلنج بھی۔

اس آیت میں اگرچہ کہ تورات وانجیل میں پیارے پیغمبر کے اوصاف حمیدہ کے ہونے کو واضح کیا گیا لیکن آپ ﷺ کے حالات و صفات کا ذکر زبور میں بھی ہے۔

وہ اوصاف جو تورات وانجیل میں آپ ﷺ کے بیان کئے گئے یہ ہیں کہ آپ ﷺ بھلائی کا حکم دیں گے برائیوں سے روکیں گے، لوگوں کیلئے پاکیزہ اور پسندیدہ چیزوں کو حلال فرمادیں گے اور گندی چیزوں کو حرام قرار دیں گے، اور سخت قسم کے احکامات کا جو بوجھ انسانیت پر تھا آپ ﷺ اس بوجھ کو ان کے کاندھوں سے اتاریں گے، یہ تو وہ اوصاف ہیں جو تورات وانجیل میں تھے جن کو قرآن مجید نے بیان کیا ان کے علاوہ احادیث شریفہ سے بھی حضور ﷺ کے اوصاف کے تورات وانجیل میں موجود ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ اتفاق سے بیمار ہو گیا تو آپ ﷺ اس کی تیمارداری کے لئے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ اس کا باپ سرہانے کھڑا تورات پڑھ رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰؑ پر تورات نازل فرمائی کہ کیا تم تورات میں میرے ان حالات اور اوصاف اور میرے ظہور کا بیان پاتے ہو؟ اس نے انکار کیا تو بیمار بیٹے نے کہا کہ یہ غلط کہتے ہیں تورات میں ہم آپ کا ذکر اور آپ کے صفات پاتے ہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپؐ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اب یہ مسلمان ہے انتقال کے بعد اس کی تجہیز و تکفین مسلمان کریں۔

آپ ﷺ کی آمد سے پہلے انبیاء کرامؑ سے عہد

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۔

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے کہ جو کچھ تم کو کتاب اور علم شریف دوں اور تمہارے پاس کوئی اور پیغمبر آوے جو مصداق اور موافق ہو اس علامت کا جو تمہارے پاس کی کتاب اور شریعت میں ہے تو تم ضرور اس رسول کی رسالت پر دل سے اعتقاد بھی لانا اور اس کی مدد بھی کرنا پھر یہ عہد بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور لیا اس مضمون پر میرا عہد اور حکم قبول کیا وہ بولے کہ ہم نے اقرار کیا ارشاد فرمایا تو اپنے اس اقرار پر گواہ بھی رہنا اور میں اس مضمون پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

اس آیت کی روشنی میں حضرت علیؓ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس میں "ثم جاء کم رسول" سے مراد نبی رحمت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ عہد تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے صرف حضور ﷺ کے بارے میں لیا تھا کہ اگر وہ خود ان کا زمانہ پائیں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی تائید و نصرت کریں اور اپنی اپنی امتوں کو بھی یہی ہدایت کریں۔

اس آیت سے حضور ﷺ کی امتیازی شان جھلکتی ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان لانے کا اور آپ کی حمایت کا پابند دنیا کے سارے ہی انبیاء کرام کو بنایا گیا، اور یہ کہ آپ ﷺ کی آمد مبارکہ سے پہلے ہی آپ کی شایان شان تذکرہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سامنے کیا گیا اس طرح انبیاء کرام بھی حضور ﷺ پر ایمان لانے کا پختہ ارادہ اور اقرار کرنے کی بنیاد پر اس ثواب ابدی کے مستحق ہو گئے۔

آپ ﷺ کی بعثت دعاء ابراہیمیؑ کا نتیجہ

نبی رحمت خاتم النبیین ﷺ اگرچہ کہ ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے لیکن آپؐ کی آمد مبارکہ سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے حضرت ابراہیمؑ نے آپؐ کی بعثت کیلئے اپنے پروردگار حقیقی سے دعا فرمائی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ نے جو دعائیں اپنی حیات مبارکہ میں فرمائی تھیں انہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قیامت تک کیلئے محفوظ فرمادیا اور آج بھی وہ دعائیں ہم پڑھتے اور سنتے ہیں؛ جن میں ایک دعا یہ ہے، رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۲۹ البقرہ﴾ اے ہمارے پروردگار اور اس جماعت کے اندر انہی میں کا ایک پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیات پڑھ کر سنایا کریں، اور ان کو کتاب کی اور خوش فہمی کی تعلیم دیا کریں، اور ان کو پاک کریں بلاشبہ آپ ہی ہیں غالب القدرت کامل الانتظام۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنی آئندہ نسل کی صلاح و فلاح کے واسطے اللہ تعالیٰ سے اپنی ہی

نسل میں سے ایک رسول کی بعثت کی دعاء اس لئے فرمائی تاکہ یہ سعادت آپ کی اولاد کو نصیب ہو' اللہ تعالی نے یہ دعا قبول فرمائی اور اس قبولیت کی اطلاع بھی حضرت ابراہیمؑ کو دی گئی کہ آپ نے جس پیغمبر کے لئے دعا فرمائی ہے وہ آخری زمانہ میں بھیجے جائیں گے۔

اب سوال یہ ہیکہ کیا قرآن مجید کی کسی آیت سے اس بات کا ثبوت ملتا ہیکہ جس پیغمبر کی بعثت مبارکہ کیلئے حضرت ابراہیمؑ نے دعا فرمائی تھی اور اللہ تعالی نے انکی دعا کو قبول کئے جانے کی خوشخبری بھی عطا کی تھی اس پیغمبر سے نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی مراد ہیں، ہاں! ایک آیت نہیں بلکہ ہمارے علم کی حد تک قرآن مجید کی دو آیتیں اس دعوی کو ثابت کرتی ہیں' پہلی آیت سورۂ آل عمران کی اور دوسری آیت سورۂ جمعہ میں ہے۔

(۱) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔(۱۶۴ آل عمران)

حقیقت میں اللہ تعالی نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا جب کہ ان میں انہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالی کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں' اور ان کو کتاب اور سمجھ کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ (آپ ﷺ کی بعثت سے) قبل سے صریح غلطی میں تھے۔

(۲) هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔(۲۔الجمعہ)

وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی سکھلاتے ہیں اور یہ لوگ پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے۔

مذکورہ دونوں آیتوں میں جس جلیل القدر پیغمبر کی بعثت اور اوصاف بیان کئے گئے ہیں اس پیغمبر سے مراد نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں، معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے مذکورہ

اوصاف کے ساتھ ایک رسول کی بعثت کیلئے دعا فرمائی تھی وہ آپؐ ہی ہیں، اسلئے کہ ان دونوں آیتوں میں بھی وہی اوصاف ہیں جن اوصاف کو حضرت ابراہیمؑ نے بیان فرمایا تھا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت دعاء ابراہیمیؑ کا نتیجہ ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ (سورہء جمعہ کی اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ وہی ہے جس نے ایک امی قوم میں ایک پیغمبر بھیجا۔ الخ) اللہ تعالی کی عظیم قدرت کے اظہار کے لئے خاص طور پر عربوں کے لئے امی کا یہ لقب اختیار فرمایا اور یہ بھی کہ جو رسول بھیجا گیا وہ بھی انہی میں سے یعنی امی ہے اس لئے یہ معاملہ بڑا حیرت انگیز ہے کہ قوم ساری امی اور جو رسول بھیجا گیا وہ بھی امی اور جو فرائض اس رسول کے سپرد کئے گئے وہ سب علمی، تعلیمی، اور اصلاحی ایسے ہیں کہ نہ کوئی امی ان کو سکھا سکتا ہے اور نہ امی قوم ان کو سیکھنے کے قابل ہے۔

ان سب کے باوجود اللہ تعالی کی قدرت کاملہ دیکھیئے کہ اس نے اپنے نبی کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ جب آپ نے تعلیم و اصلاح کا کام شروع فرمایا تو انہیں ناخواندہ قوم میں وہ علماء و حکماء پیدا ہو گئے جن کے علم و حکمت، عقل و دانش اور ہر کام کی عمدہ صلاحیت نے سارے جہاں میں اپنا لوہا منوالیا (معارف القرآن جلد ہشتم)

انجیل میں آپ ﷺ کی آمد کی بشارت

وَاِذْقَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ (۶۔ الصف)

اور جب کہ عیسیٰؑ بن مریمؑ نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات ہے میں اسکی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہو گا میں ان کی بشارت دینے والا ہوں، پھر جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے جب بنی اسرائیل کو اپنی نبوت کے ماننے اور اطاعت کرنے کی دعوت

دی تو قوم کے سامنے دو باتوں کا تذکرہ فرمایا، پہلی بات کا تعلق گزشتہ زمانہ سے تھا تو دوسری بات کا تعلق آئندہ سے، میں کوئی انوکھی بات لے کر تمہارے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ میں تو وہی باتیں لیکر آیا ہوں جو پہلے انبیاءؑ کہتے آئے ہیں، مجھ سے پہلے حضرت موسیٰؑ پر جو کتاب تورات اتری ہے اسکی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور دوسری بات حضرت عیسیٰؑ نے جو بیان فرمائی وہ ہمارے اس موضوع سے متعلق ہے جس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہیکہ رسول اللہؐ کی آمد مبارکہ سے قبل ہی آپ کی آمد کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دے دی تھی۔

چنانچہ قرآن مجید میں ان الفاظ کو قیامت تک کیلئے محفوظ کر دیا گیا کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام احمد ہوگا میں ان کی بشارت دینے والا ہوں۔

نبی آخر الزماں کے تشریف لانے سے قبل آپ کی آمد کی اطلاع و بشارت کا دیا جانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کا مقام اعلیٰ و بالا ہے، اگر آپ کا مقام اونچا نہ ہوتا تو پھر آپ کی آمد کی خبر آپ سے پہلے نہ دی جاتی۔

نوٹ: پورے قرآن میں خاتم الانبیاء ﷺ کا نام مبارک لینے کے بجائے عموماً آپ کا ذکر اوصاف و القاب کے ساتھ کیا گیا خصوصاً ندا کے موقع پر **یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ** وغیرہ، ہاں صرف ایک جگہ نام مبارک احمدؐ، چار جگہ محمدؐ ذکر کیا گیا۔

نام احمدؐ قرآن مجید میں

پچھلے مضمون اور اس سے متعلقہ آیت کے ذریعہ ضمناً یہ بھی معلوم ہو چکا کہ نبی آخر الزمان کا نام بھی حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کو بتا دیا تھا کہ جو رسول آئندہ آنیوالے ہیں ان کا نام نامی اسم گرامی "احمد" ہوگا۔

سیرت کا سرسری مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ آپ کا نام محمد بھی ہے اور احمد بھی، اسکے علاوہ اور نام بھی ہیں جو سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں، لیکن حضرت عیسیٰؑ پر نازل شدہ کتاب "انجیل" میں نام محمد کے بجائے نام احمد کا تذکرہ کرنے میں مصلحت یہ تھی کہ محمد نام رکھنے کا عرب میں قدیم دستور تھا محمد نامی عرب میں دوسرے

لوگ بھی تھے بر خلاف احمد کے کہ اس نام کا کوئی آدمی عرب میں موجود نہ تھا، اگر انجیل میں آپ کا نام محمد بتایا جاتا تو کوئی اور بھی اس بات کا دعوی کر سکتا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی بشارت کے مصداق میں ہی ہوں۔

قرآن مجید میں صرف ایک ہی مرتبہ حضور کا اسم گرامی "احمد" آیا ہے جو سورہء صف کی چھٹویں آیت میں ہے۔

اہلِ تاریخ نے لکھا ہے کہ سبا عبد شمس (جس کا تعلق یمن سے ہے) نے اپنے زمانے میں نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بشارت سنادی تھی، ممکن ہے کہ ان کو اس کا علم تورات وانجیل سے ہو، قرطبی نے قوم سبا کا زمانہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے زمانہء فترت نقل کیا ہے۔

قرآن مجید میں نام "محمد" چار جگہ ہے

(۱) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ (۱۴۴ آل عمران)

اور محمد نرے رسول ہی تو ہیں آپؐ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہو جاوے یا آپؐ شہید ہو جاویں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھر جاوے گا تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا اور خدا تعالیٰ جلد ہی عوض دے گا حق شناسوں کو۔

نبی رحمت ﷺ کا اسم گرامی "محمد" قرآن مجید میں چار مرتبہ آیا ہے، جن میں سے ایک جگہ یہ ہے جس کو اوپر درج کیا گیا، اس آیت کا تعلق غزوہء احد سے ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ صحابہ کرامؓ کو تنبیہ کی ہے جبکہ غزوۂ احد کی عارضی شکست کے وقت کسی نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی، اس افسوسناک خبر سے صحابہء کرام کی ایک بھاری جماعت سراسیمہ ہو کر میدانِ جنگ سے ہٹنے لگی یہ میدانِ جنگ جہاد سے ہٹ جانا اگرچہ ہنگامی اور سرسری اور وقتی سراسیمگی کا نتیجہ تھا خدانخواستہ اسلام سے پھر جانے کا کوئی

بشبہ یا وسوسہ بھی نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنے رسول کے صحابہ کو ایک ایسی پاکباز فرشتہ خصلت جماعت بنانا چاہتا ہے جو دنیا کے لئے نمونہ عمل بنے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے میدانِ جنگ چھوڑنے پر ایسا خطاب کیا جیسا اسلام چھوڑنے پر کیا جاتا ہے۔

اس آیت کے ذریعہ یہ بنیادی مسئلہ ذہن نشین کرایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ تو ایک نہ ایک دن اس دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں آپ کے بعد بھی مسلمانوں کو دین پر ثابت قدم رہنا ہے۔

طوالت کے خوف سے غزوۂ احد کا مفصل واقعہ نہیں لکھا گیا، اگر سیرت کی کتابوں میں تفصیلی واقعہ پڑھ لیا جائے تو بات اور کھل کر سامنے آجائے گی۔

(۲) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ (۴۰۔ الاحزاب)

(حضرت) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

جاہلیت کے رسم کے مطابق حضرت زید بن حارثہ کو (جنہیں رسول اللہ ﷺ نے متبنی بنالیا تھا) رسول اللہ ﷺ کا بیٹا کہتے تھے، جب زید بن حارثہؓ اور حضرت زینب بنت جحشؓ کے درمیان ازدواجی رشتہ قائم نہ رہ سکا اور انہوں نے طلاق دے دی تو رسول اللہؐ نے حضرت زینبؓ سے نکاح فرمایا۔ اس نکاح پر حضور ﷺ کو یہ کہکر طعنہ دیا جانے لگا کہ آپؐ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا، حالانکہ زید بن حارثہؓ حضور ﷺ کے حقیقی بیٹے نہیں تھے، لوگوں کے ان خیالات کی تردید مذکورہ آیت کے ذریعہ کی گئی اور اس ضمن میں آپ ﷺ کا نام لیا گیا یہ دوسری جگہ ہے جہاں آپ کا نام نامی اسم گرامی "محمد" لایا گیا۔

اور یوں کہا گیا کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، یعنی عام صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا گیا کہ عام امت کے لوگوں کے ساتھ آپ کو ایسی ابوت حاصل نہیں ہے یہ اور بات ہے کہ ہر رسول روحانی مربی ہونے کی وجہ سے امت کا روحانی باپ ہوتا ہے اور یہ روحانی ابوت کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا اس لئے کہ آپ آخری

نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جب کوئی نبی نہیں تو قیامت تک آنے والے ہر انسان کے آپ روحانی باپ ہیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو نرینہ اولاد تھی آپ ﷺ ان کے لئے باپ تھے اور یہاں مطلق طور پر کہا گیا کہ آپ ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے چار فرزند ہوئے اس میں تین فرزند حضرت خدیجہؓ سے قاسم، طیب، طاھر اور ایک حضرت ماریہ قبطیہؓ سے ابراہیم لیکن چونکہ یہ سب بچپن ہی میں وفات پاگئے اور ان میں سے کوئی بھی رجال یعنی مردوں کی حد میں داخل نہیں ہوا، اور دوسرا جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت آپ ﷺ کا کوئی فرزند نہ تھا اس طرح کہ قاسم، طیب اور طاھر کی وفات ہو گئی تھی، اور ابراہیم ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔

(۳) وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَآمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ۔ (۲ محمد)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے، اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کیا گیا ہے اور وہ انکے رب کے پاس سے امر واقعی ہے اللہ تعالیٰ انکے گناہ ان پر سے اتارے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا۔

دنیا اور آخرت کی صلاح و فلاح کا دارومدار اسی پر ہے کہ توحید و رسالت پر سچے دل سے ایمان لایا جائے اور آپ ﷺ کی تمام تعلیمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان پر صد فی صد عمل کیا جائے۔

(۴) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (۲۹ الفتح) محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، جو لوگ آپ کی صحبت پائے ہوئے ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں۔

قرآن مجید میں یہ چوتھی اور آخری جگہ ہے جہاں آپ ﷺ کا اسم گرامی "محمد" لایا گیا، اس آیت میں جہاں آپ کا نام لیا گیا وہیں آپ کا منصب بھی بتایا گیا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

جس طرح چاندنی رات میں ایک انسان اپنی نظر کھلے آسمان پر دوڑاتا ہے چاند کے ساتھ ستاروں کا نظر آنا یقینی ہے، اسی طرح چودھویں رات کے چاند سے زیادہ حسین و جمیل رسول اکرم کا تذکرہ ہو تو آپ کے جان نثار صحابہ کرام کا تذکرہ بھی ضروری ہے جو ستاروں کے مانند ہیں، یہی وجہ ہیکہ آیت میں جہاں محمد رسول اللہ کہا گیا وہیں صحابہ کی شان یہ بتلائی گئی کہ وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس جگہ آپ ﷺ کے نام مبارک کو منصب رسالت کے ساتھ ظاہر کرنے میں مصلحت یہ تھی کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں آپ کے نام کے ساتھ جب حضرت علیؓ نے محمد رسول اللہ لکھا تو کفار قریش نے اسکو مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھنے پر اصرار کیا رسول اللہؐ نے بحکم ربانی اس کو منظور کر لینا قبول کیا، اللہ تعالی نے اس مقام پر خصوصیت سے آپ کے نام مبارک کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ قرآن میں لا کر اس کو دائمی بنا دیا جو قیامت تک اسی طرح پڑھا لکھا جائے گا کہ آپ کے نام کے ساتھ رسول اللہ لکھا رہے۔

جب دشمنان اسلام نے آپ کے نام کو "رسول اللہ" کے ساتھ لکھنا وقتی طور پر پسند نہ فرمایا تو اللہ تعالی نے قیامت تک کیلئے اس (رسول اللہ) کو آپ کے نام کے ساتھ جوڑ دیا۔

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان

(۱)اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ۔(۷ الحدید) تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آویں اور خرچ کریں انکو بڑا ثواب ہے۔

(۲)يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۲۸ الحدید) اے (عیسیٰ پر) ایمان رکھنے والو تم اللہ سے ڈرو اور اسکے رسول پر ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے ثواب کے دو حصے دیگا اور تم کو ایسا نور عنایت کریگا کہ تم اس کو لئے ہوئے چلتے پھرتے ہو گے۔ اور تمہاری مغفرت کریگا اور اللہ غفور و رحیم ہے۔

(۳)فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْۤ اَنْزَلْنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (۸التغابن) تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کے نور پر جو کہ ہم نے نازل کیا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔

(۴)يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۱ الصف) اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے وہ یہ ہے کہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔

نبی کریمؐ کا امت کے ہر فرد پر سب سے پہلا حق یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے یعنی اللہ کے ایک اور بے عیب ہونے اور نبی رحمتؐ کے نبی برحق ہونے پر ایمان لے آئے آپؐ پر ایمان لانا یہ سب سے پہلا حق ہے اس ایمان کے بعد اس کے تقاضے وہ ساری چیزیں ہیں جن کا لحاظ رکھنا امت کے ہر فرد پر ضروری ہے۔

نبی رحمتؐ پر ایمان سے متعلق قرآن مجید میں متعدد آیات ہیں ہم نے صرف چار آیات پر اکتفا کیا ہے جن میں سے پہلی تین آیات میں نبی رحمتؐ پر ایمان رکھنے کی تلقین کی گئی اور اس ایمان پر ملنے والے اجر و ثواب کی بشارت دی گئی نیز مغفرت کا اعلان کیا گیا۔

اور مذکورہ چوتھی آیت میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے اور جان و مال کے ساتھ راہِ خداوندی میں جہاد کرنے کو عذاب الٰہی سے نجات کا ذریعہ قرار دیا گیا اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپؐ پر جس طرح ایمان لانا شریعت میں مطلوب ہے اس طرح ایمان لانے اور ایمان رکھنے کی توفیق بخشے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کا مقام، مرتبہ، منصب

اور ذمہ داریاں

آپ ﷺ رسول ہیں

(۱)قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۱۵۸ الاعراف) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جس کی بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین میں۔

(۲)فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ (۱۵۸۔ الاعراف)

اللہ پر ایمان لے آؤ اور اس کے نبی امی پر بھی ایمان لاؤ جو کہ خود بھی اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ۔

(۳)مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (۲۸۹ الفتح)

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جو لوگ آپ کی صحبت پائے ہوئے ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں۔

(۴)وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ (۷ الحجرات)

اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ ہیں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر وہ اسمیں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے لیکن اللہ تعالی نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اسکو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر و فسق و عصیان سے تم کو نفرت دی۔ ایسے لوگ خدا کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں اور اللہ تعالی جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

(۵)رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ (۱۱ الطلاق)

ایک ایسا رسول بھیجا جو تم کو اللہ تعالیٰ کے صاف صاف احکام پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ ایسے لوگوں کو کہ جو ایمان لاویں اور اچھے عمل کریں تاریکیوں سے نور کی طرف لے آویں۔

(۶) كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (۱۵۱ البقرہ)

جس طرح تم لوگوں میں ہم نے ایک عظیم الشان رسول کو بھیجا جو کہ تم ہی میں سے ہیں اور وہ ہماری آیات واحکام پڑھ پڑھ کر تم کو سناتے ہیں اور خیالات ورسوم جہالت سے تمہاری صفائی کرتے رہتے ہیں اور تم کو کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور تم کو ایسی باتیں تعلیم کرتے ہیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی۔

(۷) تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۲۵۲ البقرہ)

یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں ہم تجھ کو سناتے ہیں ٹھیک ٹھیک اور تو بیشک ہمارے رسولوں میں سے ہے۔

(۸) وَاَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (۷۹ النساء)

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ گواہ کافی ہیں۔

(۹) يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۳ یس)

یس۔ قسم ہے قرآن باحکمت کی بے شک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں۔

(۱۰) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ (۱۷۰ النساء)

اے تمام لوگو! تمہارے پاس یہ رسول سچی بات لے کر تمہارے پروردگار کی طرف سے تشریف لائے ہیں سو تم یقین رکھو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

(۱۱) وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (۱۴۴ آل عمران)

اور محمد نرے رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔

حضور ﷺ منصب رسالت پر فائز ہیں آپ ﷺ کے رسول ہونے کا ثبوت قرآن مجید کی متعدد آیتوں سے ہوتا ہے یہاں صرف گیارہ آیتیں ہم نے باحوالہ پیش کی ہیں ان آیتوں سے آپؐ کے رسول ہونے کا ثبوت ملتا ہے، قرآن مجید کی اور آیتیں بھی آپ ﷺ کے منصبِ رسالت کی گواہی دیتی ہیں مگر ہم نے اختصار کیلئے اس قدر آیات پر ہی اکتفا کیا ہے، جو لوگ قرآن مجید کی آیات کو گہری نظر سے دیکھتے جائیں گے انہیں سینکڑوں آیتوں سے اس منصب کی جھلک نظر آئے گی۔

ان تمام آیتوں کا ماحصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کو ساری انسانیت کیلئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے کسی خاص طبقہ یا علاقہ کیلئے نہیں۔

آپ ﷺ کے رسول اور نبی ہونے پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، جو آپ ﷺ کو رسول تسلیم نہ کرے وہ کافر ہے، رسول اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ ان کی اتباع واطاعت کی جائے رسول اپنی قوم کی اطاعت کرنے کیلئے نہیں بھیجا جاتا، رسول دنیا کے انسانوں کو گمراہی کے اندھیرے سے نکالتے ہیں اور ہدایت کی روشنی کی طرف لے آتے ہیں، رسول وہ آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں جو بذریعہ وحی نازل کی جاتی ہیں بگڑی ہوئی قوموں کو ہر اعتبار سے پاک و صاف کرتے ہیں، اور نہ جاننے والوں کو علم سے روشناس کرتے ہیں، آپ ﷺ کے رسول ہونے کا اعلان قرآن مجید کی قسم کھا کر کیا گیا ہے، دنیا میں رسول آتے گئے اور پیغام حق پہنچاتے گئے اور ان کی زندگی کی مدت ختم ہو گئی تو دنیا سے رخصت ہو گئے آپ ﷺ بھی اس دنیا میں تشریف لائے پیغام حق سنایا تیئس سالہ نبوی زندگی گزاری، تر سٹھ سال کی عمر میں دنیا سے پردہ فرما گئے، رسول گئے ہیں مگر رسول کی نبوت باقی ہے، رسول تشریف لے گئے ہیں مگر رسول کا دین باقی ہے، رسول پردہ فرمائے ہیں مگر رسول پر اترا ہوا قرآن مجید باقی ہے، رسول دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں مگر رسول کی رسالت ابھی بھی باقی ہے، اور باقی رہے گی۔

آپ ﷺ رب ذوالجلال کی طرف سے حق کا پیغام لے کر آئے ہیں ساری انسانیت کی بھلائی اسی میں ہے کہ رب ذوالجلال کے بھیجے ہوئے رسول کی رسالت پر ایمان لالیں، حق

وہ ہے جو آپ ﷺ لے آئے ہیں جو اس سے بے نیاز ہو گیا وہ حق سے بے نیاز ہو گیا اور باطل کے حوالہ ہو گیا، انجام کے اعتبار سے حق کا بول بالا ہو گا باطل کا منہ کالا ہو گا۔

آپ ﷺ نبی بھی ہیں؟

(۱) اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ (۵۷ الاعراف)

ترجمہ کیلئے ملاحظہ ہو عنوان "تورات وانجیل میں نبی رحمت ﷺ کے اوصاف"۔

(۲) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا۔ (۲۸ الاحزاب)

اے نبی! آپ اپنی بیبیوں سے فرمادیجئے تم اگر دنیوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال ومتاع دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں۔

(۳) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ۔ (۵۳ الاحزاب)

اے ایمان والو! نبی ﷺ کے گھروں میں مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کیلئے آنے کی اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو۔

(۴) اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (۶۸ آل عمران)

بلاشبہ سب آدمیوں میں زیادہ خصوصیت رکھنے والے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ البتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کا اتباع کیا تھا اور یہ نبی محمد ﷺ ہیں اور یہ ایمان والے جو نبی ﷺ کی امت ہیں اور اللہ تعالیٰ حامی ہیں ایمان والوں کے۔

(۵) یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (۶۴ الانفال)

اے نبی! آپ کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا ہے وہ کافی ہیں۔

(۶) مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۔ (۱۱۳ التوبہ)

پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کیلئے مغفرت کی دعاء مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔

(۷)لَقَدْتَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِمَا كَادَيَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ(۱۱۷ التوبه)

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین وانصار کے حال پر بھی توجہ فرمائی جنہوں نے تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی۔

(۸)اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ(۶الاحزاب)

نبی مومنوں کے ساتھ خود انکے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپؐ کی بیبیاں انکی مائیں ہیں۔

(۹)اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا.(۵۶ الاحزاب)

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

(۱۰)يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ(۲الحجرات)

اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کرو اور نہ ان سے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو، کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

حضورؐ منصب نبوت پر بھی فائز ہیں، آپؐ جہاں رسول ہیں وہاں نبی بھی ہیں، آپؐ کے نبی ہونے پر ایمان لانا بھی ہر مومن کیلئے ضروری ہے جو شخص آپؐ کو رسول تو مانے مگر نبی

نہ مانے یا نبی تو مانے مگر رسول نہ مانے وہ کافر ہے، آپؐ بہ یک وقت نبی بھی ہیں اور رسول بھی، نہ صرف نبی اور رسول بلکہ سید الانبیاء اور سید المرسلین بھی ہیں یعنی آپؐ نبیوں کے بھی سردار ہیں اور رسولوں کے بھی۔

آپؐ کیلئے لفظ نبی قرآن مجید میں بیسیوں جگہ استعمال کیا گیا ہے، آپؐ کو نبی کا لقب بھی دیا گیا، اور نبی کے اس لفظ سے پکارا بھی گیا، قرآن مجید میں کئی جگہ آپؐ کو یاایھاالنبی کہا گیا۔

ہم نے یہاں صرف دس ایسی آیتوں کا انتخاب کیا ہے جن سے آپؐ کا نبی ہونا معلوم ہوتا ہے۔

آپؐ کے نبی ہونے کا تذکرہ تورات وانجیل میں بھی کیا گیا۔

آپؐ کو قلبی، ذہنی، جسمانی، روحانی، کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانا گناہ کبیرہ ہے۔

آپؐ کے ساتھ ایسی گفتگو نہیں کی جائے گی جیسے عام لوگوں سے کی جاتی ہے۔

آپؐ حضرت ابرہیمؑ کی راہ پر چلنے والے نبی ہیں۔

آپؐ کی حفاظت کیلئے اللہ تعالی کافی ہے۔

جو لوگ نبیؐ کا ساتھ دیتے ہیں آپؐ کے دین کو پھیلاتے ہیں اور دین حق کا دفاع کرتے ہیں وہ اس بات کے حقدار ہیں کہ اللہ تعالی ان پر خصوصی توجہ فرمائے اور ان کو اپنے انعامات سے نوازے۔

نبی کریمؐ سے مومنوں اور مسلمانوں کا تعلق ان کی جان سے زیادہ ہونی چاہیے، مومنوں کا تعلق اپنے نبی سے اس قدر ہونا چاہیے کہ نبی کی خاطر جان کے چلے جانے کا بھی اندیشہ ہو تو چلی جائے لیکن آپؐ سے تعلق ختم نہ ہو، خوش نصیب ہیں وہ جانیں جو نبی کی خاطر قربان ہو جاتی ہیں۔

نبی کی عظمت شان کا تقاضا ہیکہ آپؐ پر کثرت سے درود پڑھا جائے اور سلام بھیجا جائے۔

آپ ﷺ اللہ کے بندے بھی ہیں

(۱)سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔(۱ بنی اسرائیل) وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندہ محمدؐ کو شب کے وقت مسجد

حرام یعنی مسجد کعبہ سے مسجد اقصی یعنی بیت المقدس تک جسکے آس پاس ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں لے گیا تا کہ ہم انکو اپنے کچھ عجائباتِ قدرت دکھلادیں بیشک اللہ تعالی بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں۔

(۲)اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا (۱ الکھف) تمام خوبیاں اس اللہ کیلئے ثابت ہیں جس نے اپنے بندے محمدؐ پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس کتاب میں کسی قسم کی ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔

(۳)وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا۔(۱۹ الجن) جب خدا کا خاص بندہ (مراد رسول اللہؐ ہیں) خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو یہ کافر لوگ اس بندہ پر بھیڑ لگانے کو ہو جاتے ہیں۔

(۴)اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی۔عَبْدًااِذَاصَلّٰی۔اَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰۤی اَوْاَمَرَ بِالتَّقْوٰی۔(۱۲ العلق) بھلا اس شخص کا حال تو بتلا جو ہمارے ایک خاص بندے کو منع کرتا ہے جب وہ بندہ نماز پڑھتا ہے اے مخاطب! بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو وہ دوسروں کو بھی تقوی کی تعلیم دیتا ہو۔

جب اللہ نے نبی کریمؐ کو نماز پڑھنے کا حکم دیا اور آپؐ نے نماز پڑھنی شروع کی تو ابو جہل نے آپ کو نماز پڑھنے سے روکا اور دھمکی دی کہ آئندہ نماز پڑھیں گے اور سجدہ کریں گے تو وہ معاذ اللہ آپؐ کی گردن کو پاوں سے کچل دے گا اس کے جواب اور اس کو تنبیہ کرنے کیلئے یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

آپؐ جہاں اللہ کے رسول اور نبی ہیں وہیں آپؐ اللہ کے بندے بھی ہیں آپؐ کے نبی اور رسول ہونے کی وجہ سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ آپ اللہ تعالی کے بندے نہیں ہیں، دنیا میں جتنے رسول اور نبی آئے ہیں سب کے سب اللہ کے بندے رہے ہیں کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو اس کا بندہ نہ ہو، سب کے سب اسی کے بندے ہیں۔

اللہ تعالی نے اپنے بندوں میں سے جن کو رسالت اور نبوت کیلئے چن لیا ان کو نبی اور رسول بنادیا اور پیارے پیغمبر کو ان تمام نبیوں اور رسولوں کا سردار بنادیا۔

آپ کو قرآن مجید میں جہاں لفظ نبی اور رسول سے یاد کیا گیا ہے وہیں لفظ عبد سے بھی یاد کیا گیا ہے اور "عبد" بندے کو کہتے ہیں، یوں تو قرآن مجید میں متعدد جگہ آپ کیلئے لفظ عبد استعمال کیا گیا مگر ہم نے صرف چار آیات پر اکتفا کیا ہے جن میں آپ کو عبد قرار دیا گیا۔

آپ ایسے کامل و مکمل بندے ہیں کہ آپ کو معراج کرائی گئی اور ان نعمتوں اور خصوصیتوں سے نوازا گیا جو نعمتیں اور خصوصیتیں کہ کسی اور کو حاصل نہیں۔

آپ ﷺ شاہد (گواہ) ہیں

(۱)فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا (۴۱النساء) سو اس وقت بھی کیا حال ہوگا جب کہ ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کیلئے حاضر لاویں گے۔

میدان حشر میں ہر ہر امت کا نبی اپنی امت کے نیک و بد اعمال پر بطور گواہ پیش ہوگا اور آپ بھی اپنی امت پر گواہ بن کر حاضر ہوں گے اور بطور خاص ان کفار و مشرکین کے متعلق خدائی عدالت میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے کھلے کھلے معجزات دیکھ کر بھی تکذیب کی اور آپ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان نہ لائے۔

(۲)وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ۔(۸۴ النحل) اور جس دن ہم ہر ہر امت میں سے ایک ایک گواہ قائم کریں گے پھر ان کافروں کو اجازت نہ دی جائے گی اور نہ ان سے حق تعالیٰ کے راضی کرنے کی فرمائش کی جائے گی۔

(۳)وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰؤُلَاءِ(۸۹ النحل) اور جس دن ہم ہر ہر امت کے ایک ایک گواہ جو انہی میں کا ہوگا ان کے مقابلہ میں قائم کریں گے اور ان لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے۔

(۴)وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ

فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰهِیْمَ هُوَسَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَالِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ(۷۸ الحج)اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے اس نے تم کو ممتاز فرمایا اور تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی، تم اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر قائم رہو اس نے تمہارا لقب مسلمان رکھا، پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی تاکہ تمہارے لئے رسول اللہ گواہ ہوں اور تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو۔

آپؐ میدان محشر میں گواہی دیں گے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے احکام اس امت تک پہنچادیئے تھے، اور امت محمدیہ اس کا اقرار کرے گی مگر دوسرے انبیاء جب یہ کہیں گے تو ان کی امتیں مکر جائیں گی۔

اس وقت امت محمدیہ شہادت دے گی کہ بیشک سب انبیاء نے اپنی اپنی قوم کو اللہ کے احکام پہنچادیئے تھے، دوسری امتوں کی طرف سے ان کی شہادت پر یہ جرح ہوگی کہ ہمارے زمانے میں تو امت محمدیہ کا وجود بھی نہ تھا یہ ہمارے معاملہ میں کیسے گواہ بن سکتے ہیں ان کی طرف سے جرح کا جواب یہ ہوگا کہ بیشک ہم موجود نہ تھے مگر ہم نے یہ بات اپنے رسولؐ سے سنی ہے جن کے سچا ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اس لئے ہم یہ گواہی دے سکتے ہیں اس طرح امت محمدیہ کی شہادت قبول کی جائے گی۔

(۵)یٰٓاَیُّهَاالنَّبِیُّ اِنَّآاَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔(۴۶ الاحزاب)

اے نبی! ہم نے بیشک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔

(۶)اِنَّآاَرْسَلْنَآاِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًاعَلَیْکُمْ کَمَآاَرْسَلْنَآاِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (۱۵ مزمل) بیشک ہم نے تمہارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر قیامت کے روز گواہی دیں گے جیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا۔

حضورؐ جہاں نبی اور رسول ہیں وہیں گواہ بھی ہیں، آپؐ کو بحیثیت شاہد (گواہ) بھی اس دنیا میں مبعوث کیا گیا ہے دنیا میں آنے والا ہر نبی شاہد ہو گا وہ اپنی اپنی قوم کی گواہی دے گا جب سارے گواہ آکر چلے گئے تو آخری گواہ نبی رحمتؐ بن کر آئے آپؐ کو قیامت تک کے سارے انسانوں کیلئے گواہ بنایا گیا ہے آپؐ لوگوں کے اعمال حسنہ وسیئہ کی گواہی دیں گے، اور آپؐ کی امت کو بھی اس خصوصیت سے نوازا گیا کہ یہ امت پچھلی تمام قوموں کے حق میں گواہی دے گی، اور ان کی گواہی خدائی عدالت میں قبول بھی ہو گی۔

قرآن مجید میں آپؐ کو شھید اور شاھد دونوں لفظ استعمال کئے گئے ہیں، جن کے معنی گواہی دینے کے ہیں، یوں تو آپؐ کو بارہا قرآن مجید میں شاھد یا شھید کہا گیا لیکن ہم نے صرف چھ آیات کا انتخاب کیا ہے جن سے آپؐ کا میدان محشر میں گواہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشیر و نذیر ہیں

(۱) اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ ﴿۱۱۹ البقرۃ﴾

بیشک ہم نے آپ کو ایک سچا دین دے کر بھیجا ہے کہ خوش خبری سناتے رہیے اور ڈراتے رہیے اور آپؐ سے دوزخ میں جانے والوں کی باز پرس نہ ہو گی۔

(۲) یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ فَقَدْ جَآءَکُمْ بَشِیْرٌ وَّنَذِیْرٌ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۹ المائدہ﴾

اے اہل کتاب تمہارے پاس یہ ہمارے رسول آپہونچے جو کہ تم کو صاف صاف باتیں بتلاتے ہیں ایسے وقت میں کہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا تاکہ تم یوں نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس بشیر و نذیر نہیں آیا پس تمہارے پاس بشیر و نذیر آچکے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

(۳) اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْھُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ

وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ﴿۲ یونس﴾

کیا ان مکہ کے لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو ڈرائے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنایئے کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا مرتبہ ملے گا مگر کافر کہنے لگے کہ یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔

(۴) اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ وَّاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴿۱۲ ھود﴾

آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور پورا اختیار رکھنے والا ہر چیز پر تو صرف اللہ ہی ہے۔

(۵) اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴿۷ الرعد﴾

آپ صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کیلئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔

(۶) فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴿۹۷ مریم﴾

ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں اس لئے آسان کیا ہے کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سنادیں اور اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلائیں۔

(۷) قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴿۴۹ الحج﴾

آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تو تمہارے لئے ایک صاف ڈرانے والا ہوں۔

(۸) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴿۵۶ الفرقان﴾

ہم نے آپ کو صرف اسی لئے بھیجا ہے کہ خوشخبری سنائیں اور ڈرائیں۔

(۹) اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴿۸ الفتح﴾

ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا، ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے۔

(۱۰) هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى﴿۵۶ النجم﴾

یہ پیغمبر بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں (ڈر سنانے والے)۔

حضورؐ جہاں اللہ کے نبی رسول اور بندے ہیں وہیں آپ گواہ، بشیر و نذیر بھی ہیں، آپؐ کو اس دنیا میں اس لئے بھیجا گیا کہ آپ ان ایمان والوں کو خوشخبری دیں جو دنیا میں نیکی کا بیج

بوتے ہیں اور ان کافروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں جو دنیا کو اپنے گناہوں سے آلودہ کرتے ہیں، لوگوں کی اصلاح کا فطری طریقہ یہی ہے کہ لوگوں کو ان کی بھلائیوں پر ایک طرف خوشخبریاں بھی دی جائیں تاکہ جزا کو پانے کی تمنا میں نیکی کی طرف راغب ہوں اور دوسری طرف اللہ کے غضب، عذاب اور لعنت سے ڈراتے رہیں تاکہ ان کے دلوں میں خوف خدا پیدا ہو اور وہ سزا سے بچنے کی تدبیر کرتے ہوئے گناہوں سے باز آجائیں اور نیکیوں میں مصروف، ہو جائیں۔

حضورؐ کو بشیر و نذیر کے اس منصب پر فائز کیا گیا آپؐ نے اپنی ۲۳ سالہ نبوی زندگی میں یہی کام کیا اور کافروں، منافقوں، فاسقوں، سرکشوں، یہودیوں، نصرانیوں اور مشرکوں کو ڈراتے رہے ان کو ان کے انجام سے باخبر کرتے رہے اور مہاجرین، انصار، متقی و پرہیزگار، صلحاء و شہداء، مجاہدین و مبلغین کو جنت کی خوشخبریاں دیتے رہے، قرآن مجید میں آپؐ کو بشیر و نذیر، منذر و مبشر بار بار کہا گیا ہے، ہم نے صرف دس آیتوں کا انتخاب کیا ہے۔

آپؐ کو دین حق کے ساتھ بھیجا گیا اور اسی کے ساتھ ساتھ آپؐ کو بشیر و نذیر بنایا گیا۔

آپؐ کو ایک ایسے وقت بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا جب کہ مدت دراز سے نبیوں کا سلسلہ بند تھا اور دنیا میں کوئی نہ ڈرانے والا موجود تھا اور نہ خوشخبریاں دینے والا۔

آپؐ کے بشیر و نذیر بن کر آنے سے کافروں کو تعجب ہوا اور انہوں نے آپؐ کو کھلا جادوگر قرار دیا، اور اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری، جو محسن بن کر آئے تھے ان کو محسن نہ سمجھا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔

آپؐ سے پہلے جتنے پیغمبر آئے وہ بھی لوگوں کو ڈرانے والے ہی تھے۔

آپؐ اس دنیا میں آخری نذیر اور آخری بشیر بن کر آئے۔

اب امت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ آپؐ نے جو فریضہ انجام دیا وہ فریضہ خود انجام دے اور لوگوں کی اصلاح کیلئے وہی طریقۂ کار اختیار کرے جو آپؐ نے قولاً و عملاً بتایا۔

یہ بات یاد رہے کہ اصلاحی کام کرنے والے صرف انذار سے کام نہ لیں، اس سے قوم میں ناامیدی پیدا ہوتی ہے یا صرف بشارت ہی بشارت سے کام نہ لیں اس سے قوم میں بے خوفی پیدا ہو جاتی ہے اور ان دونوں کا انجام برا ہوتا ہے، اعتدال کی راہ یہی ہے کہ قوم کو ڈرایا بھی جائے، خوشخبری بھی دی جائے۔

آپ ﷺ (خود مجسم) دلیل بھی ہیں

(۱) یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا۔ (۱۷۴ النساء) اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک کافی دلیل آچکی ہے وہ ذات مبارک رسول اللہ کی ہے اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے، وہ قرآن مجید ہے پس رسول اللہ اور قرآن مجید کے ذریعہ جو کچھ تم کو بتلایا جائے وہ سب حق ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کی ذات اقدس کو لفظ برہان سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ آپؐ کی ذات مبارک، آپؐ کے اخلاق کریمانہ آپؐ کے معجزات اور آپؐ پر کتاب کا نزول یہ سب چیزیں آپؐ کی نبوت اور آپؐ کی رسالت کے کھلے کھلے دلائل ہیں جن کو دیکھنے کے بعد کسی اور دلیل کی احتیاج باقی نہیں رہتی تو یوں سمجھنا چاہیے کہ آپؐ کی ذات خود ہی ایک مجسم دلیل ہے۔

اور نور مبین سے مراد قرآن مجید ہے سورۂ مائدہ میں بھی یہ کہا گیا کہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ یعنی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے، اور وہ ایک کتاب واضح یعنی قرآن ہے، اس آیت میں جس کو نور کہا گیا آگے اسی کو کتاب مبین کہا گیا اور اگر نور سے مراد حضورؐ کی ذات اقدس ہو اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہو تو یہ بھی صحیح ہے (معارف القرآن)

لیکن اس آیت سے حضورؐ کا ایسا نور محض ہونا ثابت نہیں ہوتا جو بشریت اور جسمانیت کے منافی ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں (آخری پیغمبر)

(۱) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (۴۰ الاحزاب) محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

اس آیت کا ایک ٹکڑا ہمارے اس موضوع سے متعلق ہے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کہ حضورؐ اللہ کے رسول بھی ہیں اور نبیوں کے آخری نبی بھی ہیں، یعنی آپؐ کے بعد کسی نبی کے آنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

آپؐ صرف نبی یا صرف رسول نہیں ہیں بلکہ آپؐ نبی اور رسول ہونے کے ساتھ ساتھ یہ امتیازی وصف بھی اپنے اندر رکھتے ہیں کہ آپ آخری نبی بھی ہیں، یعنی آپ کو سب کے آخر میں مبعوث کیا گیا ہے۔

خاتم النبیین ہونا ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالاتِ نبوت و رسالت میں آپ کی اعلیٰ فضیلت اور خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ عموماً ہر چیز میں تدریجی ترقی ہوتی ہے اور انتہا پر پہونچ کر اس کی تکمیل ہوتی ہے اور جو آخری نتیجہ ہوتا ہے وہی اصل مقصود ہوتا ہے، انبیائے سابقہ کے دین بھی اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے مکمل تھے کوئی ناقص نہ تھا، لیکن کمال مطلق اسی دین محمدی کو حاصل ہوا جو اولین و آخرین سب کیلئے دلیل ہے اور قیامت تک چلنے والا دین ہے۔

رسول اللہؐ کا آخری نبی ہونا اور آپؐ کے بعد کسی بھی نبی کا دنیا میں مبعوث نہ ہونا اور آپؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے ہر شخص کا جھوٹا اور کافر ہونا ایسا مسئلہ ہے جس پر صحابہ کرام سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمانوں کا اتفاق رہا ہے۔

آپ ﷺ داعی الی اللہ بھی ہیں

(۱)یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا۔ وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔(۴۶ الاحزاب) اے نبی ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں، اور ایک روشن چراغ ہیں۔

(۲)اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ(۱۲۵ النحل)

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے۔

حضورؐ جہاں نبی، رسول، شاہد، بشیر، نذیر اور دلیل ہیں وہیں آپؐ داعی الی اللہ بھی ہیں داعی الی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والے ہیں۔

قرآن مجید میں آپ کو داعی کا خطاب دیا گیا، آپؐ نے اپنی امت کو اللہ تعالی کے وجود اور اللہ تعالی کی وحدانیت اور اسکی اطاعت کی طرف دعوت دی، اس آیت میں جہاں آپ کو داعی الی اللہ کہا گیا وہیں باذنہ کی قید بھی لگائی گئی کہ آپؐ اللہ کی طرف اللہ کی اجازت سے بلانے والے ہیں، اس قید اور شرط کے ذریعہ اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ دین کی طرف بلانے کا کام اس قدر دشوار ہے کہ اللہ کی مدد کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے آپؐ نے اپنی ۲۳ سالہ نبوی زندگی دعوت الی اللہ میں گزاری، اور آج دنیا میں اسلام کی جو بہار موجود ہے اور قیامت تک اسلام کی تابندہ روشنی رہے گی یہ سب آپؐ کی دعوت کا فیضان ہے۔

آپؐ نے جو کام کیا اس کام کی ذمہ داری ہر فرد بشر پر ہے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ پیارے پیغمبر کی اس سنت کو زندہ رکھے تاکہ ہم اور ہماری نسلیں ایمان واسلام کے ساتھ زندہ رہیں اور ان کا خاتمہ بھی ایمان واسلام پر ہو۔

آپ ﷺ روشن چراغ بھی ہیں

(۱)یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔(۴۶ الاحزاب)(ترجمہ پچھلے مضمون میں دیکھ لیں)

حضورؐ کا مقام یہ بھی ہے کہ آپؐ پوری انسانیت کیلئے روشن چراغ کی حیثیت رکھتے ہیں، آپؐ کو قرآن مجید میں سراجا منیرا کہا گیا کہ آپ روشن چراغ ہیں۔

سراج کے معنی چراغ اور منیر کے معنی روشن کے ہیں۔

مادی اعتبار سے ساری دنیا سورج سے روشنی حاصل کرتی ہے، اور حضورؐ کے دل کی روشنی سے سارے ایمان والوں کے دلوں کو روشنی نصیب ہوتی ہے، کس قدر خوش نصیب ہیں وہ صحابہ کرام جنہوں نے بالراست آپؐ کے قلب مبارک کی روشنی کو اپنے قلوب تک پہنچایا اور وہ نور حاصل کیا جس نور کی برکت سے وہ نجومِ ہدایت قرار دیئے گئے اور ان کی اقتدا کو لازم قرار دیا گیا، اور صحابہ کرام کے علاوہ تمام ایمان والوں کو انہی صحابہ کرام کے واسطے سے آپؐ کا یہ نور پہنچا۔

چونکہ حضورؐ عالم برزخ میں بھی باحیات ہیں اس لئے قیامت تک ایمان والوں کے قلوب آپؐ کے مبارک قلب سے نور کا فیضان حاصل کرتے رہیں گے آپ روشن چراغ ہیں اس روشن چراغ سے اس کو زیادہ روشنی ملتی ہے جو آپؐ سے محبت، عظمت اور اطاعت میں آگے آگے ہوتا ہے، اور وہ دل اس روشن چراغ کی روشنی سے محروم رہتا ہے جس دل میں آپؐ کی محبت و عظمت نہ ہو اور جس کی زندگی میں آپؐ کی اطاعت واتباع نہ ہو۔

آج کے اس اندھیرے میں ایمان والوں کیلئے اس روشنی کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

آپ ﷺ حکم (فیصلہ کرنے والے) بھی ہیں

(۱) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۶۵ النساء)

پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپؐ سے فیصلہ کرادیں پھر اس آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورا پورا تسلیم کرلیں۔

(۲)اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا۔(۱۰۵ النساء)

بے شک ہم نے آپ کے پاس یہ کتاب بھیجی واقع کے مطابق تاکہ فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالی نے آپ کو بتلادیا ہے آپ ان خائنوں کی طرفداری کی بات نہ کیجئے۔

(۳)وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا(۳۶الاحزاب)

اور کسی ایمان دار مرد اور کسی ایمان دار عورت کو گنجائش نہیں جب کہ اللہ رسول کسی کام کا حکم دیدیں کہ ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار رہے اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

(۴)وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ۔(۸ الحجرات)

اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہؐ ہیں، بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں کہ اگر وہ اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے، لیکن اللہ تعالی نے تم کو ایمان کی محبت دی۔

حضورؐ جہاں داعی الی اللہ ہیں وہیں اپنی امت کیلئے منصف اور حکم بھی ہیں آپؐ کا فیصلہ حتمی اور قطعی ہے ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے کہ آپؐ کے فیصلہ کو تسلیم کرلے، قرآن مجید کی متعدد آیات سے حضورؐ کے حکم، منصف (جج) ہونے کا ثبوت ملتا ہے ہم نے یہاں ایسی چار آیتیں نقل کی ہیں جن چار آیتوں میں آپؐ کے حکم (جج) ہونے کا اشارہ دیا گیا ہے۔

مذکورہ چار آیات میں سے پہلی آیت میں دوٹوک انداز میں قسم کھا کر اللہ تعالی نے بتلادیا کہ کوئی آدمی اس وقت تک مومن یا مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ آپؐ کو ٹھنڈے دل سے پوری طرح تسلیم نہ کرلے اور آپ کے فیصلہ کو دل کی رضامندی سے قبول نہ کرے۔

اگر کسی مسلمان کے دل میں آپؐ کے کسی فیصلہ کی وجہ سے تنگی پیدا ہوتی ہو تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے ایمان واسلام میں جھول اور خطرہ ہے، حضورؐ بحیثیت رسول خود امت کے حاکم ہیں اور ہر پیش آنے والے جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے ذمہ دار ہیں، اللہ تعالی نے آپؐ کو حکم (جج) بنادیا ہے اب دنیا کا کوئی شخص آپ کو اپنا حکم بنائے یا نہ بنائے آپؐ حکم ہیں، جب بھی کسی معاملہ میں یا کسی مسئلہ میں باہم اختلاف کی نوبت آئے گی تو فریقین کا یہ اولین فریضہ ہوگا کہ وہ حضورؐ کو حکم تسلیم کرلیں پھر آپؐ کے فیصلہ کو دل وجان سے تسلیم کرلیں، یہی وجہ تھی کہ آپؐ مسجد نبوی میں بیٹھ کر صحابہ کرام وصحابیات کے درمیان پیش آنے والے اختلافات ومقدمات کی سماعت فرماتے اور اللہ تعالی کے احکامات کے مطابق فیصلہ صادر فرماتے۔

اگر کسی ملک کا جج کسی مقدمہ کا فیصلہ کرتا ہے تو صرف اس کا ماننا ضروری ہوتا ہے چاہے اس فیصلہ سے دل مطمئن ہو یا نہ ہو، مگر آپؐ جس مقدمہ کا فیصلہ صادر فرمادیں اس فیصلہ کا ماننا بھی واجب ہے اور اس فیصلہ پر مطمئن ہونا بھی ضروری ہے، یہی وجہ ہیکہ حضرت عمر فاروقؓ نے اس شخص کو قتل کرڈالا جو آپؐ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور پھر معاملہ کو حضرت عمر فاروقؓ کے پاس لے گیا، جب آپؐ کو حضرت عمر فاروقؓ کے اس اقدام کی اطلاع ملی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں یہ گمان نہیں کرتا کہ عمر کسی مرد مومن کے قتل کی جرأت کرینگے اس فرمان مبارک کا مطلب ہی یہی ہیکہ عمر نے اگر اس شخص کو قتل کیا ہے تو وہ مومن ومسلمان ہی نہیں اسلئے کہ اسکو پیارے پیغمبر کے فیصلہ پر اطمینان ہی نہیں، اسی واقعہ کے پس منظر میں یہ آیت نازل ہوئی جو اس مضمون میں سب سے پہلے نقل کی گئی ہے۔

مذکورہ دوسری آیت میں بھی یہی بتلایا گیا کہ قرآن مجید کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ آپؐ لوگوں کے درمیان اس کتابِ حق کی روشنی میں فیصلہ کریں۔

مذکورہ تیسری آیت میں یہ بات بتلادی گئی کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد مومن ومسلمان کا اختیار ختم ہوجاتا ہے جب اللہ اور اس کے رسول کسی معاملہ میں فیصلہ

کردیں تو اب کسی کو اختیار نہیں کہ وہ اپنا اختیار چلائیں، یہ آیت بھی ایک خاص موقع پر نازل ہوئی تھی جب کہ آپؐ نے زید بن حارثہ کا پیغام نکاح حضرت زینب بنت جحشؓ کو دیا تھا اور پہلے پہل حضرت زینب اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ (بہن بھائی) نے اپنی عدم رضامندی کا اظہار کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جو تیسرے نمبر پر ہے۔

مذکورہ چوتھی آیت میں یہ اشارہ دیا گیا کہ نبی قوم کی اطاعت نہیں کریں گے بلکہ قوم نبی کی اطاعت کرے گی، اگر نبی قوم سے مشورہ کرتے ہیں تو قوم مشورہ تو دے سکتی ہے لیکن مشورہ کو نبی پر مسلط نہیں کر سکتی اور کسی بھی انداز سے اپنی رائے کو قبول کرنے پر رائی کے دانہ برابر بھی مجبور نہیں کر سکتی، اگر رسولؐ لوگوں کی رائے پر چلا کریں تو بہت سے معاملات میں نقصان و مصیبت میں پڑ جانے کا اندیشہ رہے گا۔

اس آیت سے بھی اشارۃً یہ بات بتادی گئی کہ فیصلہ کا اختیار نبی کو ہوتا ہے، امت کے افراد فیصلہ کو قبول کرنے اور اس فیصلہ پر راضی رہنے والے ہوں گے۔

حضورؐ اپنے حیات دنیوی تک کیلئے ہی حکم نہیں بلکہ قیامت تک کیلئے حکم ہیں آج بھی دین میں جتنے امور ہیں ان کے فیصلے وہی قرآن کرے گا جو آپؐ پر اترا اور وہی احادیث کریں جو آپؐ کے قول و عمل کا مجموعہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم منادی (بلانے والے) ہیں

(۱) رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ (۱۹۳ آل عمران)

اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کیلئے اعلان کر رہے ہیں کہ اے لوگو! تم اپنے پروردگار کی ذات و صفات پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے اے ہمارے پروردگار پھر ہمارے گناہوں کو بھی معاف کر دیجئے اور ہماری بدیوں کو ہم سے زائل کر دیجئے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل رکھ کر موت دیجئے۔

اس آیت میں حضورؐ کیلئے جو لفظ استعمال کیا گیا وہ لفظ منادی ہے، منادی نداسے اسم فاعل کا صیغہ ہے یعنی پکارنے والا، بلانے والا، حضورؐ کو یہاں منادی کہا گیا اسلئے کہ پیارے پیغمبرؐ نے سوئی ہوئی انسانیت کو پکارا، مردہ ضمیروں کو للکارا اور سب کی عبادت کرنے والوں کو رب کی عبادت کی طرف بلایا، اس طرح آپؐ جہاں داعی الی اللہ ہیں وہیں وہ منادی بھی ہیں۔

دنیا میں وہی لوگ عقلمند کہے جانے کے قابل ہیں جو آپؐ کے پیغام کو سنتے ہیں، سمجھتے ہیں اور عمل کرتے ہیں اور آپ کے ہر قول و پکار پر لبیک کی صدائیں بلند کرتے ہیں اور وہ لوگ جو نبی کی پکار اور دعوت کی طرف کان نہیں لگاتے اور اس سے لاپرواہی کرتے ہیں وہ قرآن مجید کی نگاہوں میں نادان اور جاہل ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبلغ بھی ہیں

(۱) وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ (۲۰ آل عمران) اور اگر وہ لوگ روگردانی رکھیں سو آپکے ذمہ تو صرف پہنچادینا ہے، اللہ تعالیٰ خود دیکھ لیں گے۔

(۲) يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (۶۷ المائدہ) اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپؐ پر اتارا گیا ہے آپ لوگوں کو سب پہنچادیجئے اور اگر آپؐ ایسا نہ کریں گے تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام بھی نہیں پہنچایا۔

(۳) فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (۹۲ المائدہ) پھر اگر تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ تو صرف صاف طور پر پہنچادینا ہے۔

(۴) مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ۔ رسولؐ کے ذمہ تو پہنچانا ہے اور اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم دل میں پوشیدہ رکھتے ہو۔

(۵)اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلٰغ۔(۴۸ الشوری) آپ کا ذمہ تو بس پہنچا دینا ہے۔

(۶)فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ(۱۲ التغابن)اور اگر تم اعراض کرو گے تو یاد رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

حضورؐ جہاں داعی الی اللہ ہیں وہیں مبلغ دین اسلام بھی ہیں آپؐ ہی کی تبلیغ و دعوت سے آج ساری انسانیت ایمان واسلام کے دائرہ میں رہ کر اپنے حقیقی پروردگار کی عبادت میں مصروف ہے، آج دنیا کا گوشہ گوشہ آپؐ ہی کی دعوتی و تبلیغی محنتوں اور کاوشوں کے نتیجہ میں مساجد کے نورانی ماحول میں توحید کے نغمے سنا رہا ہے،اور شرک وکفر کی گندگیوں سے اپنے آپ کو دور رکھے ہوئے ہے قرآن مجید کی بہت سی آیتیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ آپؐ کو اس دنیا میں اس مقصد کے تحت بھیجا گیا تھا کہ آپ توحید کا یہ پیغام لوگوں تک پہنچادیں،اللہ تعالی نے نبیوں کے ذمہ تبلیغ رکھی اور ہدایت کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہم نے یہاں صرف چھ ایسی آیتیں نقل کی ہیں جن آیتوں میں آپؐ کو بتلایا گیا ہے کہ آپؐ کی حیثیت مبلغ کی ہے آپ کا کام صرف پہنچا دینا ہے،مذکورہ ہر آیت آپؐ کے اس منصب کا اظہار کرتی ہے،ان آیات میں ایک طرف آپؐ کے اس مضب کو بتلایا گیا ہیکہ آپ کا کام تبلیغ دین ہے وہیں آپؐ کو اس بات پر تسلی بھی دی گئی ہے کہ اگر آپ کی اس دعوت و تبلیغ کے بعد بھی لوگ آپ کے پیغام سے منہ موڑتے ہیں،روگردانی کرتے ہیں تو آپ کو رنجیدہ اور ملول نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنے کام میں لگے رہنا چاہیے اسلئے کہ نبی کا کام صرف پہنچا دینا ہے،ماننا نہ ماننا، قبول کرنا نہ کرنا،لوگوں کا کام ہے،ہدایت دینا نہ دینا اللہ تعالی کا کام ہے، جسکی قسمت میں فلاح وکامرانی ہوگی وہ آپکی دعوت پر لبیک کہہ کر اپنے قدم آگے بڑھائیگا اور جو محروم القسمت ہوگا وہ وہیں رہے گا جہاں پہلے تھا،امت کے ہر فرد کو چاہیے کہ اس کارِ نبوت کو اپنا کام سمجھے اور اپنے اپنے میدان میں رہ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اس اہم اور عظیم فریضہ کو انجام دیتا رہے۔

واضح رہے کہ خانقاہ میں بیٹھا ہوا شیخ اگر مریدوں کی اصلاح کر رہا ہے تو یہ بھی تبلیغ

ہے، درسگاہ میں بیٹھا ہوا محدث و مفسر و ادیب دینی تعلیم سے بچوں کو آراستہ کر رہا ہو تو یہ بھی تبلیغ ہے۔ میدان جہاں میں کود کر باطل کا مقابلہ کر رہا ہو یہ بھی تبلیغ ہے۔

در در اور گھر گھر پہنچ کر لوگوں کے کانوں تک ایک اللہ کی باتیں بتا رہا ہو تو یہ بھی تبلیغ ہے، موذن مسجد میں کھڑے ہو کر اللہ اکبر کی صدائیں بلند کر رہا ہو تو یہ بھی تبلیغ ہے۔ اپنے گھر میں بیٹھ کر کوئی اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کر رہا ہو تو یہ بھی تبلیغ ہے۔ آپؐ نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا وہ سر تا پا تبلیغ ہے۔ یہ ظلم ہو گا کہ کوئی کسی خاص نہج کے کام ہی کو تبلیغ قرار دے اور دوسروں کے دینی کاموں کو یکسر نظر انداز کر دے۔

آپ ﷺ معلم بھی ہیں

(۱) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

(۲) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ۔

(۳) هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔

ان تینوں آیتوں پر آپ غور کریں تو آپ مشترکہ طور پر ایک چیز ان آیات میں یہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلم بنا کر بھیجا ہے، ان تینوں آیتوں میں وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کا جملہ ضرور موجود ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ رسول (محمدؐ) ایسے ہیں جو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں تعلیم دینے والے ہی کو معلم کہا جاتا ہے، آپؐ مبلغ بھی ہیں داعی بھی ہیں اور معلم بھی۔ خود نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

تاریخ شاہد ہے اور صفہ کا چبوترہ گواہ ہے اور آپ کی خلوت وجلوت کی زندگی بھی گواہ ہے نیز آپکے سفر وحضر کے ارشادات وخطابات، معمولات ومعاملات، سلوک واسلوب، رفتار وگفتار، ہر چیز اس بات کی واضح طور پر گواہ ہے کہ آپؐ نے اپنی پوری زندگی ایک معلم کی حیثیت سے گزاری۔

ایک معلم میں جن اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمانہ کا ہونا فطری اور طبعی طور پر ضروری ہوتا ہے وہ سارے اخلاق واوصاف آپؐ میں بدرجہ اتم موجود تھے، بلکہ آپؐ ہی سے اخلاق کی تکمیل بھی ہوئی یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ **اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقْ**، میں مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

آج جو بھی اس بات کا دعویدار ہے کہ وہ معلم ہے تو وہ سب سے پہلے اپنا احتساب اور موازنہ کرلے کہ کیا ایک معلم ہونے کی حیثیت سے اس کے دل میں وہ شفقت ورحمدلی ہے جو ایک معلم میں ہونی چاہیے وہ عدل وانصاف کا جذبہ اس کے دل ودماغ میں ہے جو عدل وانصاف ایک معلم میں ہونا چاہیے۔

بہر حال آپؐ کی زندگی ایک معلمؐ ایک داعیؐ ایک منادی، ایک مبشر اور ایک مبلغ کی حیثیت سے گزری ہے، **اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا**۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نذکر (نصیحت کرنے والے) بھی ہیں

(۱) **فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ** (۲۲ الغاشیہ)

نصیحت کردیا کیجئے آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں، ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

(۲) **اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ** (۱۲۵ النحل)

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلائیے۔

(۳) **وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ** (۵۵ الذاریت) اور نصیحت کرتے رہیے کیونکہ نصیحت کرنا ایمان والوں کو نفع دے گا۔

(۴)فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۔(۹ الاعلی) تو آپ نصیحت کیا کیجئے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہے۔

حضورؐ جہاں معلم ہیں وہیں ناصح ومذکّر بھی ہیں، قرآن مجید کی متعدد آیات سے آپؐ کے مذکّر (نصیحت کرنے والے) ہونا ثابت ہوتا ہے، ہم نے یہاں صرف چار آیتوں کا انتخاب کیا ہے جن سے آپؐ کا ناصح ومذکر ہونا معلوم ہوتا ہے، مذکورہ پہلی آیت میں ایک طرف آپؐ کو اس منصب اور ذمہ داری سے آگاہ کیا گیا ہے کہ آپ کا کام نصیحت کرنا اور سمجھانا ہے اور دوسری طرف آپؐ کو اس آیت سے تسلی دی گئی ہے ہم نے آپ کو اس بات پر مسلط نہیں کیا کہ آپ ان سب کو مومن ہی بنادیں، آپ اپنا کام کرکے بے فکر ہو جائیں ان کا حساب کتاب اور جزا وسزا سب ہمارا کام ہے۔ تیسری آیت میں آپؐ کو اس حقیقت سے بھی آگاہ کردیا گیا کہ جو ایمان والے ہوتے ہیں ان کو آپؐ کی نصیحت نفع دیتی ہے، مومن آپؐ کی نصیحتوں سے مستفید و مستفیض ہوتے ہیں، اسی کے ساتھ یہ بھی بتادیا گیا کہ اگر نصیحت کرنا مفید معلوم ہو تو نصیحت کریں ورنہ نہیں۔

آپ ﷺ نمونہ بھی ہیں

(۱)لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔(۲۱ الاحزاب)

تم لوگوں کیلئے یعنی ایسے شخص کیلئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہؐ کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔

اس آیت سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آپؐ ہر اس شخص کیلئے نمونہ ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، آپؐ کسی محدود وقت اور محدود علاقہ کے افراد کیلئے نمونہ نہیں ہیں بلکہ قیامت تک کیلئے اور ساری انسانیت کے لئے آپؐ نمونہ ہیں، آپؐ امیر وغریب کیلئے بھی نمونہ ہیں، مردوں اور عورتوں کیلئے بھی نمونہ ہیں، حاکم ورعایا کیلئے بھی نمونہ ہیں، مجاہد و مبلغ کیلئے بھی نمونہ ہیں، ناصح و مصلح کیلئے بھی نمونہ ہیں، عربی و عجمی کیلئے بھی

نمونہ ہیں، خوشحال و تنگ حال شخص کیلئے بھی نمونہ ہیں، خوشی سے سرشار اور غم سے نڈھال شخص کیلئے بھی نمونہ ہیں، مقیم و مسافر کیلئے بھی نمونہ ہیں، مامون و خوفزدہ کیلئے بھی نمونہ ہیں، بڑے کیلئے بھی نمونہ ہیں اور چھوٹے کیلئے بھی نمونہ ہیں، بیمار و تندرست کیلئے بھی نمونہ ہیں، نفع پانے والے اور نقصان خوردہ کیلئے بھی نمونہ ہیں۔

ہر وہ شخص جو کامیابی اور بھلائی کا طالب ہو وہ آپؐ کی سیرت میں ڈوب جائے اور آپ کی سی طرز زندگی اختیار کرلے۔ آپ کو پوری انسانیت کیلئے آئیڈیل بنایا گیا ہے اور جو آپ کے امتی کہلاتے ہیں ان کی شان بھی یہی ہونی چاہیے کہ آپ کا نمونہ بن کو پوری انسانیت کو بتلائیں کہ قول و عمل میں آپؐ ایسے تھے ورنہ کیسے معلوم ہوگا کہ آپؐ کیسے تھے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر بھی ہیں

(۱) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (۱۱۰ الکھف)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم سب کی طرح بشر ہوں میرے پاس وحی آتی ہے اور تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے۔

(۲) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ (۶ حم السجدہ)

آپ فرمادیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہیکہ تمہارا معبود ایک ہی ہے اس کی طرف سیدھ باندھ لو اور اس سے معافی مانگو اور مشرکوں کیلئے بڑی خرابی ہے۔

کفار مکہ نے آپؐ کے ساتھ جس قسم کا استھزاء اور تمسخر کیا تھا اور ظالمانہ جرأت کی تھی اس کے جواب میں آپؐ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ ان لوگوں کو یہ بتلادیں کہ میں خدا نہیں ہوں کہ ہر کام کا میں مختار اور مالک بن جاؤں بلکہ میں تم جیسا ایک انسان ہوں، ہاں! مجھ میں اور تم میں یہ فرق ضرور ہے کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی نازل نہیں ہوتی لیکن تمہارے مقابلہ میں میری خصوصیت یہ ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے، جب مجھ پر وحی

نازل ہوتی ہے اور اس میں تمہاری ہدایت کا سامان ہوتا ہے اور مجھ سے معجزات کا ظہور ہوتا ہے تم سے اس قسم کا کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوتا تو اس سے تم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ تم میں اور مجھ میں بڑا فرق ہے میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا ہوا کلام الٰہی ہے جو تمہارے پاس نہیں، میرے پاس وہ معجزے ہیں جو تمہارے پاس نہیں اسی لئے تمہیں چاہیے کہ تم مجھ پر ایمان لاؤ۔

عموماً لوگ آپ کو بشر کہنے پر چونک جاتے ہیں یوں سمجھتے ہیں کہ حضورؐ کو بشر کہہ دینا کوئی گستاخی کی بات ہے ایسے لوگوں کو چاہیے کہ اردو کی لغت اٹھا کر دیکھ لیں کہ بشر کے کیا معنی ہیں، بشر کے معنی ہیں، آدمی، انسان (فیروز اللغات صفحہ ۲۰۵)

اب آپ ہی بتایئے کہ حضورؐ آدمؑ کی اولاد میں سے ہے یا نہیں؟ انسان ہیں یا نہیں؟

اگر آپ کو آدمی اور انسان کہا جائے تو اعتراض کیوں ہے؟

بشر کے معنی کوئی اور توہر گز نہیں جس سے آپؐ کی توہین لازم آئے۔

ہاں! یہ بات ذہن میں رہنا چاہیئے کہ آپؐ سید البشر اور سید الانس والجن ہیں یعنی آپ سارے بشر کے سردار ہیں سارے انسانوں اور جنات کے سردار ہیں، انسان تو ہیں مگر ایسے کامل و مکمل انسان ہیں کہ آپ جیسا انسان نہ دنیا میں آیا اور نہ ہی قیامت تک آئے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی

محبت و عظمت

اللہ اور رسول کی محبت سب سے زیادہ ہو

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔(۲۴ التوبہ)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہاری برادری اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نقصان نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن میں رہنے کو تم پسند کرتے ہو اگر یہ چیزیں تم کو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ سے جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

اس آیت میں واضح طور پر یہ فیصلہ کن حقیقت بیان کر دی گئی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت مذکورہ تمام متعلقین سے زیادہ ہونی چاہیے، یہ آیت مومنوں اور مسلمانوں کے دلوں میں اس جوہر کے پیدا کرنے کا مطالبہ کرتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اس قدر محو ہو جائیں کہ باپ، بیٹے، بھائی، بیوی، خاندان، مال اور جان سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔

یہ آیت اگرچہ کہ ایک خاص موقع پر نازل ہوئی مگر اس کے تقاضے کو خاص زمانہ تک کیلئے محدود نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ ہر زمانہ کے مسلمانوں سے یہ آیت اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنا اپنا جائزہ لیں اور احتساب کریں کہ واقعی ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی زیادہ محبت ہے یا ان کے ماں باپ، بھائی بہن، بیٹا بیٹی، کنبہ خاندان، مال و دولت، جان و جائیداد کی محبت ہے۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ مسلمانوں پر مکہ سے ہجرت کرنا فرض کر دیا گیا تھا مگر ابھی تک کچھ مسلمانوں نے اسلئے ہجرت نہیں کی تھی کہ مکہ میں انکے ماں باپ، بھائی بہن اولاد اور مال و جائیداد تھے؟ یہ ایک کڑی آزمائش تھی کہ کس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت زیادہ ہے اور کس کے دل میں ان مذکورہ چیزوں کی محبت زیادہ ہے؟ اس آیت کے علاوہ بہت سے احادیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ حضورؐ کی محبت دیگر ساری چیزوں سے زیادہ ہونی چاہیے۔

چنانچہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اولاد اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضورؐ کی محبت کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ ہماری محبت ہماری طبیعت پر غالب آجائے، اور آپؐ کے احکامات پر عمل کرنے کی لذت ہر قسم کی تکلیف اور تلخی کو بھی لذیذ بنادے۔

جب آدمی چند سکوں کی خاطر محنت و مشقت میں لذت اور خوشی محسوس کرتا ہے اسی طرح ایک مومن و مسلمان کو پیارے آقا کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے جو تکلیف محسوس ہوتی ہے اس پر لذت محسوس کرنی چاہیے اس لئے کہ اس پر بھی اجر و ثواب ملے گا۔

جس کسی کو اللہ اور اسکے رسول کی محبت کا یہ مقام مل جائے اسکو بہت بڑی نعمت مل چکی ہے۔

اپنی جان سے زیادہ آپ ﷺ کی جان پیاری

مَا کَانَ لِاَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ وَمَنْ حَوْلَھُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ وَلَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِھِمْ عَنْ نَّفْسِہٖ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ لَا یُصِیْبُھُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَطَئُوْنَ مَوْطِئًا یَّغِیْظُ الْکُفَّارَ وَلَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّیْلًا اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (۱۲۰ التوبہ)

مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش میں رہتے ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ زیبا تھا کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں کہ آپ تو تکلیفیں سہیں اور یہ آرام سے بیٹھے رہیں بلکہ آپ کے ہمراہ جانا ضروری تھا یہ ساتھ جانا ضروری اس سبب سے ہے کہ علاوہ ادائے حقِ محبتِ رسول کے ان مجاہدین کو بات بات پر ثواب حاصل ہوا اگر یہ اخلاص کے ساتھ جاتے ان کو بھی یہ ثواب ملتا چنانچہ ان مجاہدین کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کیلئے موجب غیظ ہوا، اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا، یقیناً اللہ تعالیٰ مخلص کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

ان دونوں آیتوں کے واضح ترجمہ سے یہ بات خود صاف طور پر سمجھ میں آرہی ہے کہ یہاں ان لوگوں پر ملامت کی گئی ہے جنہوں نے اپنی جان بچانے کی غرض سے اللہ کے رسول کے حکم جہاد سے جی چرایا تھا یہ مدینہ اور اطراف مدینہ کے رہنے والے منافقین تھے جو بغیر کسی عذر کے محض جان کے خوف سے غزوۂ تبوک میں شریک ہونے سے رہ گئے تھے ہاں! وہ مسلمان جو کسی وجہ سے جا نہ سکے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرمادیا۔

اس آیت میں مومنوں اور مسلمانوں کو یہ درس دیا گیا ہیکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اس ایمان کا تقاضا یہ ہیکہ آدمی اپنی جان کو رسول اکرمؐ کی جان سے بہتر تصور نہ کرسکے، وہ شخص واقعی منافق ہے جو رسول اللہؐ کی جان سے بہتر اپنی جان کو سمجھتا ہے، سچا اور پکا مسلمان کبھی اس قسم کا تصور کر ہی نہیں سکتا، یہی وجہ تھی کہ محبت رسول میں گرفتار صحابہ کرام تیروں اور تلواروں کے سامنے سینہ سپر ہو کر میدان جنگ میں کھڑے ہوگئے اور آپ کو اپنی پشت پر کرلیا، اور کوئی تیر آپ کے جسم اطہر تک جانے نہ دیا۔

میدان احد میں حضرت ابو دجانہؓ نے دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی طرف تیر برسائے جارہے ہیں، تیروں کی بارش ہو رہی ہے، حضرت ابو دجانہؓ یہ چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سامنے آڑ بن جائیں، لیکن اگر ان تیروں کی طرف سینہ کر کے آڑ بنتے ہیں تو حضور اقدس ﷺ کی طرف پشت ہو جاتی ہے اور یہ گوارا نہیں کہ میدان جنگ میں بھی

حضور ﷺ کی طرف پشت ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنا سینہ حضور اقدس ﷺ کی طرف اور پشت کفار کے تیروں کی طرف کر دی، اور اس طرح تیروں کو اپنی پشت پر لے رہے تھے، تاکہ جنگ کے میدان میں بھی یہ بے ادبی نہ ہو کہ حضور اقدس ﷺ کی طرف پشت ہو جائے۔

آپ ﷺ کی عظمت درود و سلام کے ذریعہ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (۵۶ الاحزاب) بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر اے ایمان والو! تم بھی آپؐ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو تاکہ آپ کا حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو جائے۔

ایمان والوں کے ذمہ جہاں آپؐ سے محبت لازمی ہے وہیں آپؐ کی عظمت بھی لازمی ہے یوں تو متعدد آیتیں آپؐ کی محبت و عظمت پر دلالت کرنیوالی ہیں ہم چند آیتیں محبت و عظمت کی پیش کرتے آرہے ہیں۔ مذکورہ یہ آیت بھی آپؐ کی عظمت شان کا اظہار کرتی ہے۔

اس آیت کا اصل مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو اس بات کا حکم دیں کہ وہ رسول اللہؐ پر درود و سلام بھیجا کریں، مگر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم ایک خاص انداز سے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی طرف سے اور اپنے فرشتوں کی طرف سے درود کے اس عمل کا تذکرہ فرمایا، پھر اس کے بعد مومنوں کو اس کا حکم دیا جس سے آپ کے شرف، مرتبہ اور عظمت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اے مومنو! جس کام کا ہم تم کو حکم دے رہے ہیں یہ کام پہلے ہم اور ہمارے فرشتے بھی کرتے ہیں۔

درود و سلام کے اس حکم کے ذریعہ نہ صرف آپؐ کی عظمت محسوس ہو رہی ہے بلکہ ان مومنوں اور مسلمانوں کی بھی ایک طرح کی فضیلت محسوس ہو رہی ہے جو درود و سلام بھیجتے ہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کو اس کام میں شریک کر لیا جو کام کہ خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے کرتے ہیں۔

ایک اہم نکتہ یہاں ذہن میں رہنا ضروری ہیکہ صلواۃ کے کئی معنی ہیں، رحمت، دعاء، مدح و ثنا۔

اگر لفظ صلواۃ اللہ تعالی کی طرف منسوب ہو کہ اللہ تعالی حضورؐ پر صلواۃ بھیجتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہیکہ اللہ تعالی آپؐ پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور یہی لفظ صلوۃ فرشتوں کی طرف منسوب ہو تو اس کے معنی یہ آتے ہیں کہ فرشتے آپؐ کیلئے دعاء کر رہے ہیں اور عام مؤمنوں کی طرف یہی لفظ صلواۃ منسوب ہو تو اسکا مطلب آپؐ کے حق میں دعاء بھی ہے اور آپؐ کی مدح (تعریف) و ثنا بھی ہے۔

امام بخاریؒ نے ابوالعالیہ سے یہ بات نقل کی ہیکہ اللہ تعالی کی صلواۃ سے مراد آپؐ کی تعظیم اور فرشتوں کے سامنے آپؐ کی مدح و ثنا ہے اور اللہ تعالی کی طرف آپؐ کی تعظیم دنیا میں تو یہ ہیکہ آپؐ کو بلند مرتبہ عطا فرمایا کہ اذان اور اقامت میں اللہ تعالی کے ذکر کے ساتھ آپؐ کا ذکر بھی شامل فرمادیا گیا۔

بخاری و مسلم میں یہ حدیث آئی ہے کہ حضرت کعب بن عجرہؓ نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایک شخص نے رسول اللہؐ سے سوال کیا کہ اس آیت میں ہمیں دو چیزوں کا حکم ہے صلواۃ اور سلام، سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کہتے ہیں صلواۃ کا طریقہ بھی بتلا دیجئے آپؐ نے فرمایا کہ یہ الفاظ کہا کرو

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

مسلمان کو زیبا نہیں کہ وہ آپؐ کو تکلیف پہنچائے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا

وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا۔(۵۳الاحزاب) اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بے بلائے مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کیلئے آنے کی اجازت دی جائے تو جانا مضائقہ نہیں مگر تب بھی جانا ایسے طور پر ہو کہ اس کھانے کی تیاری کے منتظر نہ رہو، یعنی بے دعوت تو مت جاو اور دعوت ہو تب بھی بہت پہلے مت جا بیٹھو لیکن جب تم کو بلایا جائے کہ اب چلو کھانا تیار ہے تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھا کرو کیونکہ اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور زبان سے نہیں فرماتے کہ اٹھ کر چلے جاو اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے کسی کا لحاظ نہیں کرتا اس لئے صاف صاف کہہ دیا گیا اور اب سے یہ حکم کیا جاتا ہے کہ حضرت کی بیبیاں تم سے پردہ کیا کریں گی تو اب سے جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر کھڑے ہو کر وہاں سے مانگا کرو یعنی بے ضرورت تو پردہ کے پاس جانا اور بات کرنا بھی نہ چاہیے لیکن ضرورت میں کلام میں مضائقہ نہیں مگر دیکھنا نہیں چاہیے، یہ بات ہمیشہ کیلئے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے، اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہونچاو اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپؐ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری معصیت کی بات ہے۔

آپ ﷺ کی عظمت کا لحاظ

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا(۶۳النور) تم لوگ رسولؐ کے بلانے کو ایسا معمولی بلانا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے۔

اس آیت میں ایمان والوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ جب لوگوں کو بلائیں تو اس کو عام لوگوں کے بلانے کی طرح نہیں سمجھنا چاہیئے، یعنی عام لوگ بلاتے ہیں تو عموماً اس میں آنے نہ آنے کا اختیار ہوتا ہے، مگر نبی جب بلائیں تو نبی کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ بلانے پر آنا فرض ہو جاتا ہے اور جب نبی بلائیں اور بلانے کے مطابق نبی کے پاس آجائیں تو نبی کی اجازت کے بغیر جانا بھی حرام ہوتا ہے، اگر بلانے سے مراد نبی رحمتؐ کا بلانا مراد ہو تو یہ معنی ہوں گے اور یہ ادب ہوگا، اور اگر دعاء الرسول سے مراد لوگوں کا رسول اللہؐ کو بلانا یا کسی کام سے پکارنا ہو تو اس وقت بھی تعظیم کا یہ پہلو پیش نظر رہے گا کہ آپؐ کو اس طرح نہیں پکارا جائے گا جیسا کہ کھل کرا اور بے تکلف ہو کر ایک دوسرے کو بلایا جاتا ہے، کہ آپؐ کا نام لے کر موقع بے موقع بلالیا اور پکار لیا یہ صورت تو نبی کے شرف و مرتبہ اور آپ کی عظمت اور رفعت کے سراسر خلاف ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سبقت نہ کرو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿الحجرات ۱﴾ اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول کی اجازت سے پہلے تم کسی قول یا فعل میں سبقت نہ کیا کرو۔

اس آیت سے بھی آپؐ کی عظمت و رفعت کا ثبوت ملتا ہے اسلئے کہ اس آیت میں آپؐ کے بارے میں یہ کہا گیا کہ جب تک کسی بارے میں آپؐ خود کوئی فیصلہ نہ کریں اس وقت سے پہلے نبی کی اجازت کے بغیر پیش قدمی نہ کی جائے، جب کوئی بات سامنے آئے تو مومنوں کی ذمہ داری ہیکہ وہ نبی کے قول یا فعل کا انتظار کریں کہ آپ کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں آپؐ کے احترام اور آپؐ کی عظمت و بزرگی کا تقاضا یہ ہیکہ اگر آپؐ چل رہے ہوں تو آپ کے پیچھے چلنا چاہیئے آپ سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے، کھانے کی مجلس ہے تو آپؐ سے پہلے کھانا شروع نہیں کرنا چاہیے، ہاں! اگر حضورؐ کسی کو حکم دیدیں تو اور بات ہے۔

اس آیت کا پس منظر یہ تھا کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنی تمیم کے لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس قبیلہ پر حاکم کی تعیین کا مسئلہ زیر غور تھا، ابھی حضورؐ نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں فرمایا تھا، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قعقاع بن معبد کو حاکم بنائے جانے کی رائے دی اور حضرت عمرؓ نے اقرع بن حابس کے متعلق رائے دی اس معاملہ میں حضورؐ کی مجلس ہی میں دونوں میں گفتگو ہو رہی تھی اور گفتگو کچھ آگے بڑھی اور دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، اس آیت کے ذریعہ یہ اصول دیا گیا کہ جب آپؐ نے خود اس سلسلہ میں کچھ نہیں فرمایا ہے یا آپؐ نے اس سلسلہ میں حاضرین مجلس سے کچھ پوچھا ہی نہیں ہے تو پھر از خود ہی اس سلسلہ میں بات کا شروع کرنا درست نہیں ہے۔

ہر مومن و مسلمان کو چاہیے کہ وہ شرعی امور میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کو مقدم رکھیں اور اپنی طبعیت اور اپنی خواہش کو پیچھے ڈال دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز پست رہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (۲حجرات)

اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں کھل کر بولا کرتے ہو کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جاویں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

حضورؐ کی عظمت کا اس قدر اہتمام ہو کہ جب نبیؐ کے سامنے گفتگو کرو تو پست آواز سے کرو تمہاری آواز نبی کی آواز سے بلند نہیں ہونی چاہیئے اور ایسے کھل کر آپؐ سے گفتگو نہیں ہونی چاہیے جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر گفتگو کی جاتی ہے، آپؐ کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ جب آپؐ سے گفتگو کی جائے تو آپ کی آواز سے پست آواز گفتگو کرنے والے کی ہو، آواز کا بلند کرنا بیباکی اور لاپروائی کی علامت ہے اور ایک قسم کی گستاخی

ہے، جب ایسی گستاخی ہوگی تو عین ممکن ہے کہ اعمال خیر ہی برباد ہو جائیں اور ہمیں اس کا احساس بھی نہ ہو، اور ہم اس خوش فہمی میں ہوں کہ ہم تو نیکو کار ہیں ہمارے اعمال نامے تو نیکیوں سے سرشار ہیں۔

اس آیت کا تعلق بھی پچھلے مضمون اور واقعہ ہی سے ہے ہم نے اس آیت کا ایک الگ عنوان اس لئے دیا تاکہ آپؐ کی مجلس کا ایک اور ادب بھی واضح انداز میں سامنے آجائے۔

جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو پھر صحابہ کرام کا حال اس قدر محتاط انداز کا ہو گیا کہ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ قسم ہے کہ اب مرتے دم تک آپ سے اس طرح بولوں گا جیسے کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہو، اور ادھر حضرت عمرؓ کا یہ حال کہ اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا، حضرت ثابت بن قیسؓ طبعی طور پر بہت بلند آواز تھے اس آیت کے سننے کے بعد وہ ڈرنے لگے اور رونے لگے پھر انہوں نے اپنی آواز کو گھٹالیا۔

آپؐ کی تعظیم اور یہ ادب آپؐ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی واجب ہے جیسا آپؐ کی حیات میں تھا، اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ آپؐ کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام وکلام کرنا ادب کے خلاف ہے، اسی طرح جس مجلس میں آپؐ کی احادیث پڑھی یا بیان کی جارہی ہوں اس میں بھی شور وشغب کرنا بے ادبی ہے۔

آپ ﷺ کی عظمت کی ایک اور صورت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(۱۲ المجادلہ) اے ایمان والو! جب تم رسول اللہؐ سے سرگوشی کرنے کا ارادہ کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات مساکین کو دیدیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور گناہوں سے پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے پھر اگر تم کو صدقہ دینے کا مقدور نہ ہو تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

اس حقیقت سے ہم سب واقف ہیں کہ آپؐ کی ساری زندگی اصلاح امت کیلئے وقف تھی، شب وروز آپؐ کا یہ مشغلہ تھا، آپؐ باقاعدہ عام مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور سارے ہی حاضرین بغیر کسی امتیاز کے آپ کی مجلس میں آپؐ کے ارشادات سے استفادہ کرتے، استفادہ کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ بعض لوگ آپؐ سے علحدگی میں خفیہ بات کرنا چاہتے اور آپؐ ان کیلئے وقت دیدیتے، ایسی صورت میں ہر ایک کیلئے الگ الگ وقت دینا پڑتا جس میں آپؐ کو تکلیف بھی ہوتی، اور ایسے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے منافقین شرارت بھی کرتے کہ مخلص مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کیلئے آپؐ سے علحدگی اور سرگوشی کا وقت مانگتے اور خود لمبی لمبی گفتگو کرتے ظاہر ہے کہ اس میں مسلمانوں کو تکلیف اور رسول اللہؐ کی ایک طرح کی گستاخی بھی تھی، اللہ تعالی نے اس وقت اس آیت کے ذریعہ ایک قانون نافذ کردیا (تاکہ سرگوشی کے اس سلسلہ میں کچھ کمی آجائے) کہ جب بھی آپؐ سے سرگوشی کی ضرورت پڑے کسی مسکین کو کچھ بطور صدقہ دیدیا جائے، اس میں ہر ایک کا فائدہ تھا، مالداروں کا فائدہ یہ کہ اس سرگوشی کے بہانہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا موقع ملتا، فقراء کیلئے فائدہ یہ کہ صدقہ لینے سے ان کی ضرورتیں پوری ہوجاتیں، اور حضورؐ کی عظمت ورفعت کی اس میں بلندی تھی، جو بطور خاص اللہ تعالی کی طرف سے تھی، اور آپؐ کو اس قانون کی وجہ سے منافقوں کی تکلیف دہ سرگوشی سے نجات مل گئی۔ بہرحال اس آیت سے بھی آپؐ کی عظمت اور رفعت کا ثبوت ملتا ہے۔

جب یہ قانون نافذ ہوا تو اس آیت پر سب سے پہلے حضرت علیؓ نے عمل کیا اور ایک دینار صدقہ کرکے آپؐ سے علحدگی میں گفتگو فرمائی، یہ حکم فقراء صحابہ کیلئے دشوار تھا اس لئے یہ حکم جلد ہی منسوخ بھی ہوگیا، سورۂ مجادلہ کی اگلی آیت کے ذریعہ اس کو منسوخ بھی کردیا گیا، اس طرح اس آیت پر عمل کرنے کا موقع صرف حضرت علیؓ ہی کو ملا، اسی لئے حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید میں ایک آیت ایسی ہے جس پر میرے سوا کسی نے عمل نہیں کیا نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ میرے بعد کوئی کرے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی

اتباع واطاعت

اتباعِ رسول سے محبت الٰہی کا حصول

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۳۱ آل عمران)

آپ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے اور بڑی عنایت فرمانے والے ہیں۔

دنیا میں انسان جب اپنے چھوٹے یا بڑے سے محبت رکھتا ہے تو اس کا ایک معیار اس کی نگاہوں میں ہوتا ہے، محبت ایک ایسی پوشیدہ چیز ہے جس کا اندازہ پیش آنے والے حالات اور معاملات سے ہوتا ہے، اور محبت کے ہونے نہ ہونے کی بھی کچھ علامتیں ہوتی ہیں، جن علامتوں سے یہ پہچانا جاسکتا ہے کہ اس کے دل میں محبت ہے یا نہیں؟ شاگرد اپنے استاد سے محبت رکھتا ہے تو اس کا معیار یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے استاد کی اس تمنا کو پورا کرتا ہے جو اسکے دل میں ہوتی ہے اور استاد اپنے شاگرد سے محبت رکھتا ہے تو اس کا معیار یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے شاگرد کی علمی پیاس کو بجھاتا ہے۔

بالکل اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعویدار ہیں اور اللہ کے محبوب بننے کی آرزو اور تمنا رکھتے ہیں تو ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس محبت کا معیار بھی دیدیا ہے کہ اگر واقعی تم اس بات کے دعویدار ہو کہ ہم سے محبت رکھتے ہو تو تم پر لازم ہوگا کہ تم نبی رحمتؐ کی اتباع کرلو۔

رب ذوالجلال سے تمہاری محبت کی کسوٹی یہی ہے کہ تم نبی رحمتؐ کی اتباع کرلو تم میں سے جو جتنا اپنے رب کی محبت کے دعوی میں سچا ہوگا اسی قدر اس میں نبی کریم کی اتباع کا زیادہ اہتمام ہوگا اس آیت مبارکہ نے یہ فیصلہ کن حقیقت بتلادی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویدار ہو اور اس کے اعمال، افعال، اخلاق اور عقائد آپؐ کے فرمان کے مطابق نہ ہوں تو اسے یہ جان لینا چاہیے کہ وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہے، حضورؐ نے ارشاد

فرمایا جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے، بعض حکیم علماء کی یہ بات بڑی اچھی لگتی ہے کہ تیرا چاہنا کوئی چیز نہیں لطف تو اس وقت ہے کہ خدا تجھ کو چاہنے لگ جائے۔

آپ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے

(۱) قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۔

آپ فرمادیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ کی اور رسول کی پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں سو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتے۔

(۲) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ جس شخص نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جو شخص روگردانی کرے سو آپ کو ان کا نگران کر کے نہیں بھیجا۔

ان دونوں آیتوں سے دو باتیں سامنے آتی ہیں، پہلی آیت سے یہ نتیجہ ملتا ہے کہ اللہ اور رسول (دونوں) کی اطاعت واجب ولازم ہے اور اللہ اور رسول کی اطاعت سے منہ موڑنا ایسا بڑا جرم ہے کہ ایسا شخص اللہ کی محبت سے محروم ہو جاتا ہے، اور دوسری آیت سے یہ نتیجہ ملتا ہے کہ رسول کریمؐ کی اطاعت کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے، اس حقیقت کو اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک ملک کے وزیر اعظم نے اپنے قاصد کے ذریعہ کسی شخص کو اپنا حکم بھیجا اب وہ قاصد اس شخص کو کوئی حکم دیتا ہے تو وہ حکم دراصل اس قاصد کا نہیں بلکہ وہ اس وزیر اعظم کا ہے جس نے اس کو اس حکم کے ساتھ بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس دنیا میں نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپؐ نے ۲۳ سالہ نبوی دور میں جو کچھ کہا ہے وہ وہی کہا جو وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى، جب آپؐ کا فرمان اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تو آپؐ کی اطاعت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو آپ کی اطاعت واتباع کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں اور رب ذوالجلال کی محبت کے حقدار بن جاتے ہیں۔

اطاعتِ خدا اور رسول رحمت کا ذریعہ ہے

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (۱۳۲ آل عمران)

اور خوشی سے کہا مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا امید ہے کہ تم رحم کئے جاؤ گے۔

قرآن مجید میں اس حقیقت کو واضح طور پر سمجھانے کے باوجود کہ رسول کی اطاعت در حقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے بار بار قرآن مجید میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا اور بڑی تاکید کے ساتھ یہ حکم نافذ کیا گیا، اور اطاعت رسول کا جذبہ رکھنے والوں کو بشارتیں دی گئیں اور رسول کی نافرمانی اور رسول کے احکامات سے روگردانی کرنے والوں کو انجام بد سے ڈرایا اور آگاہ کیا گیا، قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ قرآن مجید میں **اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ** کا حکم متعدد بار دیا گیا ہے اس طرح بار بار حکم دینے کی وجہ غالب یہی ہے کہ دنیا میں ایک ایسا فرقہ بھی وجود میں آئے گا جو لوگوں کو یہ کہہ کر دھوکا دے گا کہ ہماری فلاح وصلاح کیلئے قرآن مجید کافی ہے احادیث کی کیا ضرورت ہے کیا قرآن ناقص ہے کہ احادیث کی ضرورت پڑے؟ نعوذ باللہ اس قسم کی باتیں کہہ کر لوگوں کے ایمان کو اچک لینے والے بدوین لوگ بھی آج روئے زمین پر اپنا ناپاک جسم لئے سانس لے رہے ہیں جن کو اہل قرآن کہا جاتا ہے جو حقیقت میں منکرین حدیث ہیں اہل قرآن نہیں، حقیقی اہل قرآن وہ ہے جسکا رشتہ قرآن مجید کی عملی تصویر (رسول اللہؐ) سے جڑا ہوا ہو، یہ بدترین فرقہ تو ایسے اچھے نام کا مستحق ہی نہیں ہے، بہر حال قرآن مجید میں بار بار اطاعت خدا کے ساتھ اطاعت رسول کا حکم اسلئے دیا جارہا ہے تاکہ امت نبی کی اطاعت سے بے نیاز نہ ہو جائے۔

مذکورہ آیت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کو سببِ رحمت قرار دیا گیا ہے، جو لوگ اللہ کے غضب کا خوف حقیقی معنی میں رکھتے ہوں اور اس کی لعنت سے بچنے کی حقیقی فکر رکھتے ہوں انہیں چاہیے کہ وہ اطاعت خدا اور رسول کو اپنا دستور اور شیوہ بنالیں تاکہ وہ دنیا اور

آخرت میں اور بالخصوص قیامت کے دن رحمت الٰہی کے دائرہ میں رہ سکیں، اللہ اپنے دامن رحمت میں ہم سب کو جگہ عطا فرمائے۔

آپ ﷺ کی اطاعت اور ایمان

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۶۵ النساء)

پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپؐ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور اس فیصلہ کو پورا پورا تسلیم کر لیں۔

ہم نے اس آیت کو "حضورؐ حکم بھی ہیں" کے عنوان کے تحت شروع میں پیش کیا ہے وہاں اس آیت کا مطلب بھی آپ کو معلوم ہو جائے گا، یہاں بھی ہم نے اس آیت کی مدد اس لئے لی ہے کہ اس آیت سے آپؐ کی اتباع واطاعت کا واجب ہونا بھی معلوم ہوتا ہے، آپؐ کے ہر فیصلہ کو ماننا اور دل کی رضا ورغبت کے ساتھ من وعن تسلیم کر لینا ہر مومن کیلئے ضروری ہے، جو کوئی آپؐ کو امت کا حاکم اور ہر پیش آنے والے فیصلہ کا ذمہ دار تسلیم نہیں کرتا اور آپؐ کے فیصلہ کو تنگ نگاہوں سے دیکھتا ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ایمان خطرہ میں ہے، اس لئے سورۂ نساء کی مذکورہ آیت سے پہلے اس حقیقت کو واضح طور پر بتلادیا گیا کہ دنیا میں جتنے رسول بھیجے جاتے ہیں وہ اسی لئے بھیجے جاتے ہیں کہ ان کی اطاعت کی جائے چنانچہ سورۂ نساء کی آیت ۶۴ میں اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم خداوندی ان کی اطاعت کی جائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حاکم بنایا تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمادیں اور فیصلہ کیلئے قوانین سے واقفیت کی ضرورت تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے قانون کی ایک آفاقی کتاب (قرآن مجید) نازل فرمائی چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے نزول کا مقصد یوں بیان

فرمایا اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰکَ اللّٰہُ۔(۱۰۵ النسا) ہم نے آپ پر کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے درمیان میں اس طرح فیصلہ کریں جس طرح آپ کو دکھلایا اور سمجھایا۔

حضورؐ کے ہر قول اور ہر عمل کو آپؐ کا فیصلہ تصور کرنا چاہئے، اور آپؐ سے جو کام بھی قولاً یا عملاً ثابت ہو اس کے کرنے سے دل میں تنگی محسوس نہیں کرنی چاہیے، آپؐ نے جس صورت میں نماز بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت دی اور خود بیٹھ کر نماز ادا فرمائی اگر کسی شخص کا دل اس پر راضی نہ ہو اور ناقابل برداشت، محنت و مشقت اٹھا کر کھڑے ہی ہو کر نماز ادا کرے تو وہ سمجھ لے کہ اس کے دل میں تقوی نہیں بلکہ روگ ہے۔ شریعت نے جہاں جہاں رخصت دی ہے وہاں کشادہ دلی سے ان رخصتوں پر عمل کرنا چاہیے، یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا،

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ اَنْ تُؤتٰی رخصہٗ کَمَا یُحِبُّ اَنْ تُؤتٰی عَزَائِمہ، اللہ تعالی جس طرح عزیمتوں پر عمل کرنے سے خوش ہوتے ہیں اسی طرح رخصتوں پر عمل کرنے کو بھی پسند فرماتے ہیں، جن مواقع پر آپؐ نے رخصت پر عمل کیا ہے ہمیں بھی ایسے موقعوں پر ایسی رخصتوں پر عمل کرنا چاہیے اگر ہم ان رخصتوں پر عمل نہ کریں اور اس کو تقوی سمجھیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں (نعوذ باللہ) کہ ہم آپؐ سے زیادہ متقی ہیں، جب آپؐ نے خود رخصت پر عمل کیا تو ہمیں وہاں آپؐ کی سنت پر عمل کرنا چاہیے۔

آپ ﷺ لوگوں کی اطاعت نہیں کرینگے

وَاِنْ تُطِعْ اَکْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ۔ (۱۱۶ الانعام)

اور ایسے ہیں کہ اگر بالفرض آپؐ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپؐ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں کیونکہ وہ خود گمراہ ہیں۔

چنانچہ عقائد میں وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور اقوال میں بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔

اس آیت سے امت محمدیہ کو یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ نبی کو لوگوں کی اطاعت کرنے کیلئے نہیں بھیجا جاتا بلکہ نبی کو اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ لوگ نبی کی اطاعت کریں اگر بالفرض نبی دنیا میں رہنے والے لوگوں کی اطاعت کریں گے تو پھر اس کا اثر نبی کی ذات پر بھی ہو سکتا ہے کہ لوگ نبی کو خود راہ راست سے ہٹادیں اس لئے جب تک قوم نبی کی اطاعت کرتی رہے گی دنیا ہدایت سے سرشار رہے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی دنیا میں جو بھی کام کرتے ہیں وہ پیغام ربانی کے موافق کرتے ہیں وہ وہی کام کرتے ہیں جو وحی کے ذریعہ بتائی جاتی ہے اب اگر امت ایسے نبی کی بات مانتی ہے تو نبی بھی راہ راست پر ہوتے ہیں اور ان کے طفیل میں قوم بھی راہ راست پر ہوتی ہے، اس کے برعکس لوگ اپنے خیالات کے پیچھے بھاگتے ہیں اور اپنے اپنے قیاس سے جہاں جی چاہتا ہے دوڑتے ہیں ان کی زندگی میں کوئی معیار نہیں ہوتا ایسی صورت میں ضلالت و گمراہی کے سوا ان کے مقدر میں اور کوئی بات نہیں ہوتی، ان تمام حالات میں ایک ہی صورت نجات کی باقی رہ جاتی ہے وہ یہ کہ نبی کے نقش قدم پر چلنے کا عزم کر لیا جائے۔

امت جب نبی کی بات مان لیتی ہے اور اطاعت کر لیتی ہے تو آرام و راحت میں ہوتی ہے لیکن جب امت نبی کو اپنی بات منوانے میں لگ جاتی ہے تو پھر یہی چیز امت کو مشکل میں ڈال دیتی ہے، اسی حقیقت کو سورۂ حجرات کی آیت نمبر ۸ میں بتایا گیا کہ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر نبی اس معاملہ میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی تکلیف پہنچے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی جن مصلحتوں سے واقف ہوتے ہیں ان مصلحتوں سے امت کے افراد کا واقف ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ثوابِ عظیم ہے

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ (۱۲۷ آل عمران) جن لوگوں نے اللہ و رسول کے

کہنے کو قبول کر لیا بعد اسکے کہ انکو ابھی تازہ زخم لڑائی میں لگا تھا ان لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں ان کیلئے ثواب عظیم ہے۔

مہاجرین وانصار صحابہ کرام نے صحابیت کا یہ اونچا مقام یوں ہی نہیں حاصل کر لیا بلکہ اس مقام عظیم تک پہنچنے کیلئے انہوں نے جو مشقتیں جھیلی ہیں اور جو مصائب برداشت کئے ہیں وہ تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں، ان صحابہ کرام میں سب سے بڑی خوبی اور قابل ذکر اہم ترین جو ہر یہ تھا کہ وہ نبی رحمتؐ کے حکم کے غلام تھے، انہوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ ہمیں نبی رحمتؐ کی اطاعت واتباع کرنی ہے، چاہے اس اطاعت واتباع میں اپنی پیاری جان دینی پڑے یا اپنا قیمتی سرمایہ کھو دینا پڑے، یہی وہ جذبات تھے جو ہر پل ان کے نامہ اعمال میں اجر وثواب بڑھاتے جاتے تھے، اس آیت میں بھی ان صحابہ کرام کو اجر عظیم کی بشارت دی گئی ہے جنہوں نے زخم خوردہ ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کی تھی۔

جنگ احد کے دوسرے دن نبی کریمؐ نے اپنے مجاہدین میں اعلان فرمایا کہ ہمیں مشرکین کا تعاقب کرنا ہے مگر اس میں صرف وہی جاسکیں گے جو جنگ احد میں کل ہمارے ساتھ تھے اس اعلان پر دو سو مجاہدین کھڑے ہوئے۔ (قرطبی)

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہؐ نے اعلان فرمایا کہ کون ہے جو مشرکین کے تعاقب میں جائے تو ستر حضرات کھڑے ہوگئے جن میں ایسے لوگ بھی تھے جو گزشتہ کل کے معرکے میں شدید زخمی ہو چکے تھے وہ دوسروں کے سہارے چلتے تھے یہ حضرات ان تمام حالات کے باوجود حضورؐ کے ساتھ مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے مقام حمراء الاسد پر پہونچے تو وہاں نعیم بن مسعود ملا، اس نے خبر دی کہ ابوسفیان نے اپنے ساتھ مزید لشکر جمع کر کے یہ طے کیا ہے کہ پھر مدینہ پر چڑھائی کرے، جنگ احد کے زخم کھائے ہوئے لاغر وکمزور صحابہ کرام نے اس اطلاع کو سن کر اپنے قدم پیچھے نہیں ہٹائے بلکہ نبی کی اطاعت میں ایک زبان ہو کر کہنے لگے کہ ہم اسکو نہیں جانتے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہتر مددگار ہے۔

عام حالات میں اطاعت کر لینا آسان ہوتا ہے لیکن ایسے پر خطر اور مصائب و آلام کے ماحول میں اطاعت کرنا انتہائی مشکل ترین ہوتا ہے مگر صحابہ کرام نے زخم خوردہ ہونے اور مشقتیں جھیلنے کے باوجود جب ان کو دوسرے جہاد کی طرف بلایا گیا تو وہ فوراً تیار ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ایسے صحابہ کرام کی اطاعت واتباع کی تعریف کی اور یہ بشارت دی کہ جن لوگوں نے زخم خوردہ ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور پرہیز گاری اختیار کی ان کیلئے بڑا ثواب ہے۔

اس آیت میں اللہ اور رسول کے حکم کو ایک ساتھ بیان کیا گیا اور واضح کر دیا گیا کہ رسول اللہؐ جو حکم دیتے ہیں وہ اللہ کا حکم بھی ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کی اطاعت کس قدر لازمی ہے؟

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ (۲۴ **الانفال**) اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں، اور جان رکھو اللہ تعالیٰ آڑ بن جاتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان اور بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں، جس کام کا حکم وہ کریں اس کو بجالایا کریں اسی اطاعت میں ان کی زندگی ہے اسی میں انکی عزت ہے اسی میں ان کی فتح ہے اسی میں ان کی نجات ہے، اسلئے کہ نبی اپنی امت کو زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہیں اب جو نبی کی اطاعت کر لیں گے ان کے نصیبہ میں زندگی ہے اور جو مخالفت کریں تو انکی مخالفت ان کو حقیقت میں مردہ کر کے چھوڑ دے گی۔

اس آیت میں یہ جو فرمایا گیا کہ نبی تم کو زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہیں تو زندگی بخش چیز سے مراد کیا ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں،

سدیؒ فرماتے ہیں کہ وہ حیات بخش چیز ایمان ہے کیونکہ کافر مردہ ہے اور مومن زندہ

ہے، قتادہؒ نے فرمایا کہ زندگی بخش چیز سے مراد قرآن مجید ہے جس میں دنیا اور آخرت کی زندگی اور اس زندگی کی کامیابی موجود ہے، مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ زندگی بخش چیز سے مراد حق ہے، اس لئے کہ حق زندہ ہے اور باطل مردہ ہے۔

ان مفسرین میں سے جن کی بات کو بھی مان لیں نتیجہ سب کا ایک ہی ہے کہ ایمان، قرآن اور حق وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن سے انسان کا دل زندہ ہوتا ہے۔

حضورؐ کا حکم کس قدر اہمیت رکھتا ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک روز ابی ابن کعبؓ کو حضورؐ نے بلایا، اس وقت ابی ابن کعبؓ نماز پڑھ رہے تھے جلدی جلدی نماز پوری کر کے حاضر خدمت ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر آنے میں دیر کیوں لگائی؟ ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ میں نماز میں تھا، آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ کہ تم اللہ اور اسکے رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ رسول تم کو بلائیں، حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ آئندہ اس کا لحاظ رکھوں گا اگر بحالت نماز بھی آپ بلائیں تو فوراً حاضر ہو جاوں گا۔

مسلمان مطیع ہوتا ہے

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۷۱التوبہ)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا۔

اس آیت ربانی میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے اوصاف بیان کئے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں، برائیوں سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکواۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، اس سے یہ

معلوم ہوا کہ مومن کا وصف یہ بھی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرے، مومن کا طرۂ امتیاز یہی ہے کہ وہ اپنے خواہشات نفسانی کا مطیع نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے۔

اور جب یہ اوصاف مومنوں اور مسلمانوں میں پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ دستور خداوندی کے مطابق اسکی رحمت کے حقدار قرار دیئے جاتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتے ہیں، وہ کونسی طاقت ہے جو اللہ کو اپنے ان بندوں پر رحمت کرنے سے روکے؟ وہ اللہ تو عزیز و غالب ہے اور کس قسم کی رحمت کرنا چاہے اس سے بھی وہ واقف ہے اسلئے کہ وہ حکیم ہے ان ساری حکمتوں کا وہ سرچشمہ ہے۔

جھگڑنے والے اللہ اور رسولؐ کی عدالت میں آئیں

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا۔ (٥٩ النساء)

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی کہنا مانو اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسولؐ کی طرف حوالہ کر دیا کرو اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ امور سب بہتر ہیں ان کا انجام خوشتر ہے۔

قرآن مجید میں عموماً جہاں بھی اطاعت کا حکم دیا گیا وہاں **أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ** تک اکتفاء کیا گیا کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو مگر اس آیت میں مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ ایک اور ذمہ داری بھی اطاعت سے متعلق ڈالی گئی کہ وہ اولی الامر (اہل حکومت) کی اطاعت کیا کریں۔

سوال یہ ہے کہ اولی الامر سے کون مراد ہیں؟ اس سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ، مجاہد، اور حسن بصریؒ وغیرہ مفسرینِ قرآن نے اولی الامر ان علماء و فقہاءِ امت کو قرار دیا ہے جو رسول اللہؐ کے وارث (نائب) ہیں اور دین کا نظام ان کے ہاتھ میں ہے۔

اور مفسرینِ قرآن کی ایک جماعت جن میں حضرت ابوہریرہؓ بھی ہیں فرماتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد حکام اور امراء (حاکم اور امیر لوگ) ہیں جن کے ہاتھ میں حکومت کا نظام ہوتا ہے۔

ابنِ کثیر نے ان دونوں طبقوں کو شامل کیا کہ علماء اور امراء دونوں کی اطاعت لازمی ہے جنکے ہاتھ میں دین اور دنیا کا نظام ہوتا ہے۔ (اس سلسلہ میں اور بھی تفصیلی باتیں ہیں ہم نے اختصار سے کام لیا ہے)

اس آیت میں اللہ اور اسکے رسول اور اہل حکومت کی اطاعت کے ساتھ بطور خاص یہ بات بھی ملتی ہیکہ جہاں عام حالات میں ان سب کی اطاعت کی جائیگی وہیں باہمی جھگڑوں کے موقع پر بھی ہمارے مقدمات اللہ اور اس کے رسول کے دربار میں لیجایا جائے گا، آپسی جھگڑوں کا تصفیہ شرعی اصول و قوانین کی روشنی میں کرنے کا جذبہ ہر دل میں ہونا چاہیے جو واقعی مومن ہوتا ہے وہ اپنے نکاح، طلاق، خلع، وراثت وغیرہ امور میں شریعت کے احکام کی طرف رجوع ہوتا ہے اور وقتی حکومتوں کے مقرر کردہ ایسی عدالتوں کی طرف رجوع نہیں ہوتے جہاں شرعی امور کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا، یہ آیت عام حالات کے ساتھ ساتھ خاص خاص حالات میں بھی اطاعت خدا اور رسول کا پابند ہر مسلمان کو بناتی ہے۔

آپ ﷺ کی اطاعت کا بہترین صلہ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (٦٩ النساء) اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لیگا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالی نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہ حضرات اچھے رفیق ہیں۔

جو لوگ اللہ تعالی اور نبی رحمتؐ کی اطاعت کرتے ہیں ان کیلئے اس آیت میں بہت بڑی خوشخبری دی گئی ہیکہ یہ اطاعت کرنے والے جنت میں انبیاء اور صدیقین اور شہدا و صالحین کے ساتھ ہونگے۔

ایک مومن کے دل میں کبھی نہ کبھی یہ آرزو تو ضرور پیدا ہو گی کہ کاش ہم بھی صحابہ کرام کی طرح آپؐ کے ساتھ زندگی گزارتے اور سرکار کی صحبتِ بابرکت میں رہنے کا عظیم شرف ہم کو بھی حاصل رہتا، جن کے دلوں میں اس قسم کی آرزو پیدا ہوتی ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ واقعی ان کے دلوں میں آپؐ سے محبت موجود ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا ہزار ڈیڑھ ہزار سال کے گزرنے کے بعد پیدا ہونے والے ایک مومن و مسلمان اور محب رسول کیلئے یہ ممکن ہے کہ وہ نبی رحمتؐ کے ساتھ رہ سکے ہاں! اس آیت نے امید کی کرنیں سارے ہی مسلمانوں کے ذہنوں میں پھیلا دی ہیں مگر یہ امید ایک شرط کے ساتھ ہے کہ جو مسلمان یہ چاہتا ہے کہ نبی رحمتؐ اور آپ ہی کی طرح دوسرے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی صحبت بابرکت میں رہے تو اسے اس دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنی ہو گی، جب بندۂ مومن اس اطاعت کو اپنے اوپر لازم کر لے گا تو پھر تو یہ درجہ اسے ضرور ملے گا یہ وعدۂ ربانی ہے اور اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

اس بشارت کا سبب بننے والے وہ عاشق رسول ہیں جن کا واقعہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک روز ایک صحابی، رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کا یارسول اللہ! میرے دل میں آپ کی محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہے اپنی بیوی سے بھی، اپنی اولاد سے بھی، بعض اوقات میں اپنے گھر میں بے چین رہتا ہوں یہاں تک کہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کی زیارت کر لوں تب سکون ہوتا ہے اب مجھے فکر ہے کہ جب آپؐ کی وفات ہو جائے اور مجھے بھی موت آجائے گی تو میں جانتا ہوں کہ آپؐ جنت میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ درجات عالیہ میں ہوں گے اور مجھے اول تو یہ معلوم نہیں کہ میں جنت میں پہنچوں گا بھی یا نہیں اگر پہنچ بھی گیا تو میرا درجہ آپ سے بہت نیچے ہو گا میں وہاں آپ کی زیارت نہ کر سکوں گا تو مجھے کیسے صبر آئے گا آپؐ نے ان کی یہ گفتگو سن کر کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی جس میں اطاعت کرنے والوں کو یہ بشارت دیدی گئی کہ یہ لوگ جنت میں انبیاء کرام وغیرہ کے ساتھ رہیں

گے، یعنی جنت کے درجوں میں انبیاء اونچے ہونے کے باوجود ان سے ملاقات کا موقع ان فرمانبرداروں کو ملتا رہے گا ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی سہولت دی جائے گی جس کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اپنی اپنی جگہ سے ایک دوسرے کو دیکھیں گے، جیسا کہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اہلِ جنت اپنی کھڑکیوں میں اپنے سے اوپر کے طبقات والوں کو دیکھیں گے جیسے دنیا میں تم ستاروں کو دیکھتے ہو۔

اے کاش! دنیا کے ہر مسلمان میں ان انبیاء و صلحاء کے ساتھ رہنے کی تڑپ ہوتی اور اس تڑپ و آرزو کو پورا کرنے کیلئے اللہ و رسول کی اطاعت کا جذبہ جاگتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ موقع نصیب فرمادے۔

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (۸۱ النساء) اور یہ منافق لوگ آپ کے احکام سن کر آپ کے سامنے زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہمارا کام آپ کی اطاعت کرنا ہے پھر جب آپ کے پاس سے اٹھ کر باہر جاتے ہیں تو شب کے وقت پوشیدہ مشورے کرتی ہے ان میں کی ایک جماعت یعنی انکے سرداروں کی جماعت برخلاف اسکے جو کچھ زبان سے کہہ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ سرکاری روزنامچے میں لکھتے جاتے ہیں جو کچھ وہ راتوں کو مشورے کیا کرتے ہیں سو آپ انکی طرف التفات نہ کیجئے اللہ تعالیٰ کے حوالہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں۔

ایمان صرف زبان سے اقرار کا نام نہیں بلکہ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے اور اپنے اعضاء و جوارح سے اللہ و رسول کے احکامات کی روشنی میں عمل کرنے کا نام ایمان ہے، حضورؐ کے زمانے میں ایک طرف کافر تھے جو نہ زبان سے آپؐ کے سچے ہونے کا اقرار کرتے تھے اور نہ دل سے تصدیق کرتے تھے اور دوسرے وہ مسلمان تھے جو زبان سے توحید کا اقرار بھی کرتے تھے اور دل سے توحید و رسالت کی تصدیق بھی کرتے تھے ان دونوں کے درمیان ایک خطرناک گروہ تھا جس جماعت کا بدترین طریقہ یہ تھا کہ نبی کی نگاہوں کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان کرتا نبی رحمتؐ کی مدح سرائی اور ظاہری طور

پر آپ ﷺ کی اطاعت کا عہد کرتا اور جب آپ ﷺ کی خدمت سے نکل جاتا اور کافروں میں پہنچتا تو وہ نافرمان بن جاتا، وہ زبان سے اطاعت کرنے کا عہد کرتا اور عمل میں آپ ﷺ کی مخالفت کرتا یہ منافقین تھے جن کی یہ عادت تھی جس کو مذکورہ آیت میں بیان کیا گیا۔

مومن و مسلمان کا شیوہ ان منافقوں جیسا نہیں ہوتا وہ جہاں زبان سے اطاعت کی بات کرتے ہیں وہیں اپنے اعضاء و جوارح سے اس کا ثبوت بھی پیش کرتے ہیں، سورۂ نور کی آیت نمبر ۴۷ میں بھی منافقین کی اس حرکت کو یوں بیان کیا گیا کہ وَيَقُولُونَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ، اور یہ منافق لوگ زبان سے دعوی تو کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لے آئے اور حکم مانا پھر اس کے بعد ان میں کا ایک گروہ سرتابی کرتا ہے اور یہ لوگ بالکل ایمان نہیں رکھتے۔

اطاعت ہی میں نجات ہے

(۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (۴۷ محمد) اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی بھی اطاعت کرو اور رسول کی مخالفت کر کے اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔

(۲) وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ (۶۴ التغابن) اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اگر تم اطاعت سے اعراض کرو گے تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

(۳) وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (۸ الانفال) اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

(۴) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۔ (۲۰ الانفال) اے ایمان والو! اللہ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا اور اس کہنا ماننے سے روگردانی مت

کرو اور تم سن تو لیتے ہی ہو، اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعوی تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں۔

(۵) وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔ (۹۲ المائدہ)

اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسولؐ کا اور بچتے رہو پھر اگر تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے صاف صاف۔

ہم نے یہاں قرآن مجید کی ان پانچ آیتوں کو باحوالہ تحریر کیا ہے جن آیتوں کا پچھلے مضامین میں تذکرہ نہیں ان پانچوں آیتوں میں مختلف طریقوں سے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

پہلی آیت میں جہاں اطاعت کا حکم دیا گیا وہیں یہ بات بتادی گئی کہ اللہ اور رسول کی مخالفت کا خمیازہ تمہیں بھگتنا پڑے گا کہ اس مخالفت کی وجہ سے تمہارے اعمال ضائع اور برباد ہو جائیں گے، مومنوں کی نجات اسی میں ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو اپنے لئے لازم کرلیں۔

مذکورہ دوسری آیت میں اس حقیقت سے آگاہ کر دیا گیا کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو اس میں تمہارا فائدہ ہے تمہاری مخالفت سے نبیؐ کو کوئی نقصان پہنچنے والا نہیں، اسی لئے یہاں یہ بتادیا گیا کہ تمہارے نہ ماننے سے نبی کی قدر و منزلت میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ جتنا کام نبیؐ کے سپرد تھا نبیؐ وہ کام کر چکے اب اگر اس کے بعد جو شخص نہیں مانتا وہ اپنا نقصان کرتا ہے نبیؐ کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا۔

مذکورہ تیسری آیت میں یہ بتادیا گیا کہ اگر تم مومن و مسلمان ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو یعنی تمہارے ایمان کا تقاضہ یہی ہے کہ تم اطاعت خدا اور رسول کے دائرہ میں رہو اس لئے کہ مومن و مسلمان اطاعت کا پابند ہے وہ اس سے آزاد نہیں ہو سکتا۔

چوتھی مذکورہ آیت میں ایمان والوں کو اطاعت خدا اور رسول سے منہ موڑنے سے منع کیا گیا اور ان منافقوں کی طرح ہونے سے روکا گیا جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ انہوں نے وہ بات حقیقت میں سنی ہی نہیں۔

مذکورہ پانچویں آیت میں جہاں اطاعت خدا اور رسول کا ذکر کیا گیا وہیں یہ حکم دیا گیا کہ بچتے رہو، معلوم یہ ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی سچی اطاعت کرنے کیلئے آدمی کو بہت ہی محتاط رہنا پڑتا ہے اور بہت ساری چیزوں سے بچتے رہنا پڑتا ہے جن سے بچنے کا قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں حکم دیا گیا۔

مومن اطاعت خدا اور رسول کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۵۱ النور)

مسلمانوں کی شان اور ان کا قول تو (یہ ہوتا ہے کہ) جب ان کو کسی مقدمہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ خوشی خوشی کہدیتے ہیں کہ ہم نے تمہارا کلام سن لیا اور اس کو مان لیا اور پھر فوراً چلے جاتے ہیں یہ ہے علامت اس کی کہ ایسوں کا آمنا اور اطعنا کہنا دنیا میں بھی صادق ہے اور ایسے ہی لوگ آخرت میں بھی فلاح پائیں گے۔

اس آیت کے ذریعہ مسلمانوں کو ان کی اس ذمہ داری اور ان کی اس شان عالی سے واقف کروایا گیا ہے کہ ان کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جب ان کے کسی مقدمہ میں ان کو شریعت مطہرہ کی روشنی میں فیصلہ کیلئے بلایا جاتا ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے سامنے چوں وچرا نہیں کرتے اور کبھی پس وپیش نہیں ہوتے بلکہ پوری خوشدلی کے ساتھ آگے بڑھ کر دل کی گہرائی سے یوں کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو سن لیا اور ہم نے اس فیصلہ کو مان لیا۔ مسلمانوں کا یہ طرز وطریق منافقوں کے طرز وطریق کے بالکل برعکس ہے منافقوں کا تو یہ حال تھا کہ جب ان کو کسی مقدمہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف فیصلہ کیلئے بلایا جاتا تھا تو وہ اپنے منافق سرداروں کے پاس جانے کو پسند کرتے تھے چنانچہ دور رسالت کا ایک واقعہ طبریؒ نے نقل کیا ہے کہ منافقین میں سے ایک شخص بشر نامی تھا اس کے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین کے متعلق جھگڑا تھا یہودی نے اس منافق سے کہا کہ چلو تمہارے ہی رسول سے ہم فیصلہ کرائیں مگر

بشر منافق ناحق پر تھا وہ جانتا تھا کہ آپؐ کے پاس اگر مقدمہ گیا تو آپؐ حق کے موافق فیصلہ کریں گے اور میں ہار جاونگا اسلئے اس نے انکار کر دیا اور آپؐ کے بجائے کعب بن اشرف یہودی کے پاس مقدمہ لیجانے کو کہا اس پر سورۂ نور کی آیت نمبر ۴۸ نازل ہوئی وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ یہ منافق لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کردیں تو ان میں کا ایک گروہ وہاں حاضر ہونے سے پہلو تہی کرتا ہے اور ٹالتا ہے۔

یہ تو منافقین کی حالت بیان کی گئی اور اسی کے ساتھ ایمان والوں کو ان منافقین سے ممتاز کرنے اور ایمان والوں کی شان وامتیاز کو بیان کرنے کیلئے سورۂ نور کی آیت نمبر ۵۱ نازل ہوئی جو اس مضمون کے شروع میں مذکور ہے کہ یہ مومن و مسلمان اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے سامنے اپنی آنکھیں بچھادیتے ہیں اور اطاعت کیلئے اپنے آپ کو تیار کر لیتے ہیں اللہ تعالی نے ایسے ہی مطیع و فرمانبردار مسلمانوں کے بارے میں یہ فیصلہ فرمادیا کہ ایسے ہی مسلمان فلاح و کامیابی پانے والے ہیں، اسلئے معلوم ہوا کہ مسلمان کا اپنے اللہ اور رسول کی اطاعت کے بغیر کامیاب ہونا ناممکن ہے۔

اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرنے والے کامیاب ہیں

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (۵۲ النور) اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے بس ایسے لوگ بامراد ہوں گے۔

اس آیت میں تین نیک اعمال اور ان کا نیک انجام بیان کیا گیا ہے (۱) اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت (۲) اللہ کا ڈر اور (۳) تقوی جو مومن و مسلمان اپنی زندگی میں اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ کا ڈر اپنے دل میں رکھتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں اور تقوی و پرہیزگاری کے دائرہ میں رہتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایسے ہی لوگ کامیاب اور بامراد ہیں۔

تفسیر قرطبی میں اس آیت کے ضمن میں ایک واقعہ حضرت فاروق اعظمؓ کا نقل کیا گیا ہے کہ ایک روز مسجد نبوی میں آپؓ کھڑے ہوئے تھے کہ اچانک ایک رومی دہقانی آدمی بالکل آپ کے برابر آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حضرت فاروق اعظمؓ نے پوچھا کیا بات ہے تو کہا میں اللہ کیلئے مسلمان ہو گیا ہوں حضرت فاروق اعظمؓ نے پوچھا کیا اس کا کوئی سبب ہے اس نے کہا ہاں بات یہ ہے کہ میں نے تورات، انجیل، زبور اور انبیاء سابقین کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں مگر حال میں ایک مسلمان قیدی قرآن مجید کی ایک آیت پڑھ رہا تھا اس سے معلوم ہوا کہ اس چھوٹی سی آیت نے تمام پرانی آسمانی کتابوں کو اپنے اندر سمو لیا ہے تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے فاروق اعظمؓ نے پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے تو اس رومی دہقانی نے یہی آیت مذکورہ تلاوت کی اور اس کے ساتھ اس کی تفسیر بھی عجیب وغریب اس طرح بیان کی کہ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ فرائض الٰہیہ سے متعلق ہے، وَرَسُوْلَهٗ سنت نبوی سے متعلق ہے اور يخش الله گزشتہ عمر سے متعلق ہے وَيَتَّقْهِ آئندہ باقی عمر سے متعلق ہے۔

جب انسان ان چار چیزوں پر عمل کرنے لگے تو اس کو اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ کی بشارت ہے اور کامیاب فائزہ شخص ہے جو جہنم سے نجات پائے اور جنت میں اس کو ٹھکانا ملے فاروق اعظمؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ نبی کریمؐ کے کلام میں اس کی تصدیق موجود ہے آپؐ نے فرمایا ہے اُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے جامع کلمات عطا فرمائے ہیں جن کے الفاظ مختصر اور معانی نہایت وسیع ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے نتائج

نافرمانی کی سزا دوزخ

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔(۱۴ النساء)اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل جاوے گا اس کو دوزخ کی آگ میں داخل کریں گے اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسی سزا ہو گی جس میں ذلت بھی ہے۔

مومن بندے حقیقت میں آزاد نہیں ہوتے وہ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے ضابطوں کے پابند ہوتے ہیں مومن بندوں کی بھلائی ان ضابطوں کی پابندی میں ہے اور ان ضابطوں اور حدود کو پامال کرنے والے بندوں کیلئے ذلت اور رسوائی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ دردناک عذاب بھی، مذکورہ آیت میں اسی حقیقت کو سمجھایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں گے اور اللہ کے ان ضابطوں سے (جن کے مجموعہ کو شریعت مطہرہ کہا جاتا ہے) نکل جائیں گے ان کیلئے یہی سزا ہو گی کہ ان کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا اور یہ دوزخ بھی اس نافرمانی کی سزا میں ہمیشہ ہمیشہ ان کے مقدر میں ہو گی اور سزا بھی ایسی دی جائے گی کہ جس میں ذلت و رسوائی ہو گی، جو لوگ دنیا کی متاع قلیل کیلئے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی جرأت کرتے ہیں انہیں یہ سوچ لینا چاہیے کہ وہ چھوٹی چیز کے پانے کیلئے بڑی چیز (جنت) کھو رہے ہیں اور عارضی آرام کی خاطر ہمیشہ تکلیف اور ابدی عذاب (دوزخ کی آگ) کا مزہ چکھنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

آپ ﷺ کی نافرمانی ذلت کا باعث

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا۔(۴۲ النساء)اس روز یہ حال ہو گا کہ جن لوگوں نے دنیا میں کفر کیا ہو گا اور رسول کا کہنا نہ مانا ہو گا وہ اس بات کی آرزو کریں گے کہ کاش اس وقت ہم زمین کے پیوند ہو جائیں تاکہ اس رسوائی اور آفت سے محفوظ رہیں اور اللہ تعالیٰ سے کسی بات کو چھپا بھی نہ سکیں گے۔

جن کافروں نے اس دنیا میں کفر کیا تھا اور اپنی زندگی رسول رحمتؐ کی نافرمانی میں گزاری ہوگی وہ لوگ قیامت کے دن میدان محشر میں اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش زمین پھٹ جاتی اور ہم اس میں دھنس کر مٹی بن جاتے اور آج کی اس ذلت و رسوائی اور حساب کتاب اور عقاب و عذاب سے نجات پالیتے؟ لیکن ان کی یہ تمنا ادھوری رہ جائے گی اور کفر اور نافرمانی کی سزا ان کو مل کر رہے گی۔

اس آیت ربانی سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کفر اور نافرمانی کا انجام ذلت اور عذاب ہوتا ہے قیامت کے دن کی ذلت اور اس دن کے عذاب سے بچنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ایمان اور اطاعتِ رسول کے ساتھ اپنی زندگی گزاری جائے۔

آپ ﷺ کے دین کی مخالفت کا انجام

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا۔

(۱۱۵ النساء) اور جو شخص رسول مقبولؐ کی مخالفت کریگا بعد اسکے کہ حق کام ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا دینی راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ ہو لیا تو ہم اس کو اس دنیا میں جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور آخرت میں اس کو جہنم میں داخل کرینگے اور وہ بری جگہ ہے۔

اس آیت میں دو گناہ بتلائے گئے ہیں اور ان کا انجام بد بھی بتلایا گیا ہے؛ پہلا جرم نبی رحمتؐ کی مخالفت و نافرمانی ہے اور دوسرا جرم جس کام پر سارے مسلمان متفق ہوں اس کام کو چھوڑ کر ان کے خلاف کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا ہے یہ دونوں جرم ایسے بدترین جرم ہیں کہ ان کی سزا دوزخ کی آگ ہے جو سب سے بری جگہ ہے۔

اس آیت کے ذریعہ دو برائیوں سے روکا گیا ہے ایک یہ کہ زندگی کے کسی بھی پہلو میں نبی رحمتؐ کی مخالفت نہ کی جائے جو کام بھی کیا جائے آپؐ کی اطاعت کے دائرہ میں کیا جائے اور دوسرا یہ کہ جس طریقہ پر صحابہ کرامؓ، تابعین و تبع تابعین، اسلافِ امت، اولیاء کرام، بزرگان دین اور علماء و فقہاءِ امت کی ایک عظیم جماعت قائم ہے اسی طریقہ پر دنیا

کے سارے مسلمان قائم رہیں یہ ایسی جماعت ہے جن پر اللہ تعالی کی نصرت ومدد ہے اگر کوئی شخص اس مبارک راستہ سے ہٹ گیا اور کوئی اور نامبارک راستہ اختیار کر لیا اور نبی کی اطاعت سے منہ موڑا تو اسے یہ جان لینا چاہیے کہ اس نے اپنے ہاتھوں جہنم تیار کر لی ہے، اللہ تعالی تو اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے جب وقت آئے گا اور پکڑیں گے تو سامنے دوزخ کی آگ کی تپش ہو گی، اللہ تعالی ہم سب کو ان پاکیزہ نفوس کے راستہ پر قائم رکھے اور نبی کی اطاعت کرنے کی توفیق، وہمت وطاقت عطا فرمائے۔ (آمین)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کھلی گمراہی ہے

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (۳۶الاحزاب) اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں جب کہ اللہ اور اسکا رسول کسی کام کا حکم دیدیں کہ پھر ان مومنین کو انکے اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

اس آیت کے ذریعہ مومنوں اور مسلمانوں کو ایک اصول دیا گیا ہے کہ جب رسول اللہؐ کسی کو کسی کام کا حکم دیدیں تو اس پر وہ کام کرنا واجب ہوتا ہے جب کہ آپؐ نے بطور وجوب کے وہ حکم دیا ہو، آپؐ کے حکم دیئے جانے کے بعد اب سارا اختیار ختم ہو جاتا ہے، اگر آپؐ کے حکم دیئے جانے کے باوجود وہ کام کوئی نہیں کرے گا تو وہ رب ذوالجلال کی نگاہوں میں گمراہ شخص ہے۔

یہ ہدایت اس وقت دی گئی تھی جب کہ آپؐ نے حضرت زید بن حارثہؓ کے نکاح کیلئے حضرت زینب بنت جحشؓ کا انتخاب فرما کر پیغام نکاح دیا، چونکہ حضرت زیدؓ پر یہ عرفی عیب لگا ہوا تھا کہ آپ آزاد کردہ غلام ہیں اس لئے حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحشؓ نے اس رشتہ سے انکار کر دیا کہ ہم باعتبار خاندان ونسب کے زید بن حارثہ سے اشرف ہیں، ان دونوں بہن بھائی کے اس فیصلہ پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ ہدایت دی گئی کہ جب

نبیؐ کسی کام کا حکم دیدیں تو اس پر عمل کرنے نہ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا بلکہ عمل کرنا ہی واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو دونوں بہن بھائی اس انکار سے باز آگئے اور نکاح پر حضرت زینبؓ راضی ہو گئیں، چنانچہ یہ نکاح کر دیا گیا۔

اس آیت سے یہ بات سامنے آگئی کہ نبی کریمؐ کی نافرمانی کھلی گمراہی ہے، جو لوگ اس دنیا میں اپنے اعمال، اخلاق، معاشرت و معاملات میں نبی کریمؐ کی اطاعت سے منہ موڑ کر زندگی گزار رہے ہیں اور نافرمانی کر رہے ہیں وہ کھلی گمراہی میں ہیں۔

آپ ﷺ کے مخالفین دنیا میں بھی ذلیل

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۔ (۵ المجادلة)

جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ دنیا میں بھی ایسے ذلیل ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے اور ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کئے ہیں اور کافروں کو ذلت کا عذاب ہوگا۔

تاریخِ اسلام سے واقف حضرات کیلئے یہ بات نئی نہیں ہے کہ جن کافروں نے نبی رحمتؐ سے ٹکر لی اور آپؐ کی مخالفت میں میدان میں کود گئے اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں کس طرح ان کو ذلیل و رسوا کیا، مکہ کے وہ سردار جو قوت بازو میں کمال رکھتے تھے، بہادری اور جرأت میں اپنا نام رکھتے تھے، مالداری میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے، جنہوں نے سرداری و قیادت میں اپنا لوہا منوالیا تھا، جن کی ایک آواز پر ہزاروں لوگ اٹھ کھڑے ہوتے تھے، جن کے ماتحت ہزاروں شہ سوار موجود تھے مگر جب رسولِ رحمت کی مخالفت میں حق کو پست کرنے اور شمعِ اسلام کو بجھانے کیلئے ان وقت کے سورماؤں نے اپنا قدم بڑھایا تو بدر کا میدان انکی کمزوری، پستی، ذلت، رسوائی، نامرادی، ناکامی اور حسرت کی گواہی دینے لگا اور بڑے بڑے سردار یا تو جہنم کا ایندھن بن گئے یا ذلیل و مجبور ہو کر قیدی بن گئے یا مارے خوف کے پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگ گئے پھر جو سردار اس جنگ میں بدقسمتی کو بچ گئے تھے

انہوں نے انتقام لینے کی سوچی اور اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے موت کا گڑھا کھود لیا اور احد کے میدان میں جمع ہوئے پھر وہاں بھی شکست کا منہ دیکھنا پڑا شکست کھانے والے جو بچ گئے تھے وہ فتح مکہ کے موقع پر کانپ رہے تھے انکے جسموں پر لرزہ طاری تھا یہ لرزہ اسی مخالفت رسول کا نتیجہ تھا، یہ وہی دن تھا جس دن حق کا بول بالا اور باطل کا منہ کالا ہوا اور اللہ تعالی نے نبی رحمت کو اور نبی کی اطاعت کرنے والوں کو فتح، عزت، کامیابی، نجات، کامرانی اور بلندی عطا فرمائی تاریخ کے یہ گوشے اس آیت کی ترجمانی کرتے ہیں کہ جو لوگ آج بھی اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرینگے وہ ویسے ہی ذلیل ہونگے جیسے مکہ کے یہ کفار ذلیل و رسوا ہوئے، یہ تو دنیا کی معمولی ذلت ہے آخرت کی ذلت تو اس سے کئی درجے بڑھ کر ہے۔

سرگوشی میں بھی آپ ﷺ کی نافرمانی نہ ہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (المجادلة)

اے ایمان والو! جب تم کسی ضرورت سے سرگوشی کیا کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرو اور نفع رسانی اور پرہیزگاری کی باتوں کی سرگوشی کرو اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے۔

حضورؐ نے مدینہ ہجرت فرمانے کے بعد یہودیوں سے معاہدہ فرمالیا تھا اس معاہدہ کی وجہ سے یہود کھل کر تو مسلمانوں کے خلاف کوئی کام نہ کر سکتے تھے مگر اسلام اور مسلمانوں سے دل میں بھرا ہوا بغض نکالنے کا ایک یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو اپنے قریب آتے دیکھتے تو ایک دوسرے سے کانا پوسی کرتے اور پوشیدہ مشوروں کی شکل نکال لیتے اور آنے والے مسلمانوں کی طرف کچھ اشارے کرتے جس سے ان کو یہ خیال پیدا ہو تا کہ ہمارے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں جس کی وجہ سے مسلمانوں کو رنج اور تکلیف ہوتی۔

اللہ تعالی نے اس آیت میں ایمان والوں کو بھی ہدایت دی کہ جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور سرکشی کے کاموں اور رسول رحمتؐ کی نافرمانی کی باتوں کی سرگوشی مت کرو بلکہ جب بھی

آپس میں سرگوشی کرو تو نیک کاموں کیلئے کرو، اس آیت میں ایمان والوں کو نبی رحمتؐ کی نافرمانی سے منع کیا گیا ہے۔

اللہ اور اسکے رسول کے مخالفین سے دوستی نہیں

لَاتَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (۲۲ المجادلة)

جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور رسول کے مخالف ہیں گو ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو۔

ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان کو اپنے فیض سے قوت دی ہے اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس شخص کے دل میں کسی شخص کی سچی محبت اور دوستی ہو تو وہ اس دوست کے دشمن سے کبھی محبت اور دوستی نہیں رکھتا بلکہ دوستی کا معیار ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ دوست کے دوست کو دوست بنائے اور دوست کے دشمن سے دوستی کا ہاتھ نہ بڑھائے۔

اس آیت میں ان صحابہ کرام کی تعریف کی جا رہی ہے جن کا ایمان کامل تھا جب ان کے دل میں نبی رحمتؐ کی سچی محبت بیٹھ گئی تو پھر انہوں نے نبی کے دشمنوں سے دوستی چھوڑ دی اور آپؐ سے محبت اور دوستی اس قدر مضبوط کر لی کہ اگر انکے باپ یا بیٹے یا کنبہ کے افراد بھی نبی کے دشمن ہوتے تو انکو بھی اپنی دوستی سے نکال دیا، انکے نزدیک باپ، بیٹے اور

کنبہ کے تعلقات سے بڑھکر آپ کا تعلق تھا، وہ پیارے پیغمبرؐ کے اس فرمان کو ہمیشہ ذہنوں میں رکھتے تھے کہ ایمان کی تکمیل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ بیوی بچے اور دنیا کے سارے لوگوں سے زیادہ محبت آپؐ سے نہ ہو جائے۔

اس آیت کے ذریعہ مومنوں اور مسلمانوں کو اس بات کا درس دیا گیا ہے کہ اللہ اور اسکے رسول کے مخالفین سے دوستی نہ رکھیں، ہاں کافروں کے ساتھ حسن سلوک، ہمدردی اور خیر خواہی ضرور کی جائے گی، تجارتی اور اقتصادی معاملات ان سے کئے جائیں گے لیکن وہ قلبی محبت اور وہ دوستی جو ایک مسلمان اور دوسرے مسلمان کے درمیان میں ہوتی ہے ایسی دوستی ان کافروں سے نہیں رکھی جائے گی اس لئے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں، ان مخالفین کے ساتھ ایسے معاملات نہیں رکھے جائیں گے جن کی وجہ سے دین میں نقص اور ایمان میں کمزوری پیدا ہو، اور نیک اعمال کے کرنے میں سستی اور برائیوں کے کرنے کا ذریعہ ہوں۔

اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت کی یہودیوں کو سزا

وَلَوْلَا اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (۴ الحشر)

اور اگر اللہ تعالیٰ ان (یہود) کی قسمت میں جلاوطن ہونا نہ لکھ چکا ہوتا تو ان کو دنیا ہی میں قتل کی سزا دیتا جس طرح ان کے بعد بنی قریظہ کے ساتھ معاملہ کیا گیا اور دنیا میں اگرچہ کہ عذاب قتل سے بچ گئے لیکن آخرت کی آگ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے (اور وہی مخالفت رسول کی بھی ہے) تو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

اس آیت کے سمجھنے کیلئے دور رسالت میں مدینہ میں آباد یہودیوں کی شرارت، ناپاک سازش اور ان کی جلاوطنی کے واقعہ کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے تاکہ یہ بات سمجھ میں

آجائے کہ یہودیوں کو جلاوطنی کی دنیوی ذلت اور آخرت میں دوزخ کے عذاب کی سزا کیوں دی گئی۔

واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو یہود سے معاہدہ صلح کا ہو چکا تھا، اور ان یہودیوں کے مختلف قبائل میں ایک قبیلہ بنو نضیر کا تھا وہ بھی معاہدۂ صلح میں داخل تھا، اور یہ لوگ مدینہ طیبہ سے دو میل پر رہتے تھے، ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ عمرو بن امیہ، ضمری کے ہاتھ سے دو قتل ہو گئے تھے جس کا خوں بہا سب کو مل کر ادا کرنا تھا، آپؐ نے اپنے مسلمانوں سے اس کے لئے چندہ حاصل کیا، پھر یہ ارادہ ہوا کہ یہود بھی ازروئے صلحنامہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں خوں بہا کی رقم میں ان کو بھی شریک کیا جائے، اس کام کیلئے آنحضرت ﷺ قبیلہء بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے، انھوں نے آپس میں کہا کہ آپ کو قتل کر دینے کا موقع ہمارے ہاتھ آگیا، اس لئے آنحضرت ﷺ کو ایک جگہ بٹھلا دیا، اور کہا کہ ہم خوں بہا کی رقم جمع کرنے کا انتظام کرتے ہیں، اور خفیہ مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ جس دیوار کے نیچے آپؐ تشریف فرما ہوں کوئی شخص اوپر چڑھ کر کوئی بڑا بھاری پتھر آپؐ کے اوپر چھوڑ دے کہ آپؐ کا کام تمام ہو جائے، آپؐ کو فوراً بذریعہ وحی ان کی یہ سازش معلوم ہو گئی، آپؐ وہاں سے اٹھ کر واپس تشریف لائے اور ان سے کہلا بھیجا کہ تم نے عہد شکنی کر کے صلح توڑ دی اس لئے اب تمہیں دس روز کی مہلت دی جاتی ہے اس میں تم جہاں چاہو چلے جاؤ، اس مدت کے بعد جو شخص یہاں نظر آوے گا اس کی گردن مار دی جاوے گی، انھوں نے چلے جانے کا ارادہ کیا تو عبداللہ ابن ابی منافق نے ان کو روکا کہ کہیں نہ جاؤ، میرے پاس دو ہزار آدمیوں کی جمعیت ہے جو اپنی جان دیدیں گے، تم پر آنچ نہ آنے دیں گے، اور روح المعانی میں ابن اسحٰق کی روایت سے اس میں عبداللہ کے ساتھ ودیعہ بن مالک اور سوید اور راعس کا شریک ہونا بھی لکھا ہے، یہ لوگ ان کے کہنے میں آگئے اور آنحضرت ﷺ سے کہلا بھیجا کہ ہم کہیں نہیں جائیں گے، آپؐ سے جو کچھ ہو سکے کر لیجئے، آپؐ صحابہ کرامؓ کے ساتھ اس قلعہ پر حملہ آور ہوئے، اور یہ لوگ قلعہ بند ہو گئے، اور منافقین منہ چھپا کر بیٹھ گئے، آپؐ نے ان کا محاصرہ کر لیا، اور ان کے درخت جلوا دیئے، کچھ کٹوا دیئے، آخر تنگ آکر انھوں نے جلاوطن ہونا منظور کر لیا، آپؐ نے اس

حال میں بھی ان کے ساتھ یہ رعایت کی کہ حکم دیدیا کہ جتنا سامان تم ساتھ لے جاسکتے ہو لیجاؤ، بجز ہتھیار کے وہ ضبط کرلئے جاویں گے، یہ لوگ نکل کر کچھ شام میں چلے گئے، کچھ خیبر میں اور حرص دنیا کی وجہ سے اپنے گھروں کی کڑیاں، تختے، کواڑ تک اکھاڑ کر لے گئے، اور یہ قصہ غزوۂ بدر کے بعد ربیع الاول ۴ھ میں پیش آیا، پھر حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں انکو دوسرے یہود کے ساتھ ملک شام کی طرف نکال دیا، یہ دونوں مرتبہ کی جلاوطنی حشر اول اور حشر ثانی کہلاتی ہیں۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نبی رحمتؐ کی مخالفت کی سزا کس قدر سنگین ہوتی ہے۔

اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی کافروں کو سزا

اِذْیُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰئِکَۃِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْھُمْ کُلَّ بَنَانٍ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ شَآقُّوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔(۱۳۔) کفار مکہ نے نبی رحمتؐ کی جو مخالفت کی اس مخالفت کی سزا جنگ بدر میں فرشتوں کے ذریعہ دی گئی، اس کا تذکرہ اس آیت میں ہے کہ جنگ بدر کے میدان کارزار میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد کیلئے جن فرشتوں کو بھیجا تھا ان فرشتوں سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ میں ابھی کفار کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں سو تم کفار کی گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مقابلہ میں ایمان والوں کی فرشتوں کے ذریعہ اس حوصلہ افزائی اور نصرت اور کافروں کو مارنے اور سزا دینے کی وجہ یہ بتائی کہ ان کافروں نے اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید اور سخت ہوتا ہے۔

اس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ رسولؐ کی مخالفت کی سزا کس طرح ملتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول کریمؐ کی اطاعت کرنے اور نافرمانی سے بچنے کی قوت اور توفیق عطا فرمائے۔

آپ ﷺ کو ایذا دینے والوں پر عذاب

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (٦١ التوبه)

اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ان لوگوں کیلئے دردناک سزا ہوگی۔

دور رسالت میں منافق نبی کریم کو مختلف باتوں سے ایذائیں پہنچاتے تھے، کفار مکہ سے حضورؐ کو زیادہ تر جسمانی تکلیف پہنچتی تھی اور مدینہ منورہ میں منافقوں اور یہودیوں سے زیادہ تر ذہنی اور قلبی تکلیف پہنچتی تھی، ظاہر ہے کہ جسمانی تکلیف سے بڑھ کر ذہنی اور قلبی تکلیف ہوتی ہے، منافقوں کی ذہنی و قلبی ایذا رسانی کو سورۂ توبہ کی آیت نمبر ٦١ میں بیان کیا گیا ہے واقعہ یہ ہے کہ منافق لوگ حضورؐ کے متعلق بطور مذاق و تمسخر یہ کہتے تھے کہ "وہ تو بس کان ہیں" یعنی آپؐ جو کچھ کسی سے سن لیتے ہیں اسی پر یقین کر لیتے ہیں اس لئے ہمیں کچھ فکر نہیں اگر ہماری سازش کھل بھی گئی تو ہم پھر قسم کھا کر آپؐ کو اپنی براءت کا یقین دلا دینگے جسکے جواب میں حق تعالیٰ نے ان کی اس حماقت کو واضح کر دیا کہ وہ جو منافق اور مخالف لوگوں کی غلط باتوں کو سن کر آپؐ اپنے اچھے اخلاق کی بنا پر خاموش رہتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھو کہ آپؐ کو حقیقت حال کی سمجھ نہیں صرف تمہارے کہنے پر یقین نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ سب کی پوری پوری حقیقت سے باخبر ہیں تمہاری غلط باتیں سن کر وہ تمہاری سچائی کے قائل نہیں ہو جاتے البتہ اپنی شرافت کی بنا پر تمہارے منہ پر تمہاری تردید نہیں کرتے۔

منافقوں کی اس چالبازی کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انکے حق میں یہ بات بیان کر دی کہ جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ان لوگوں کیلئے دردناک سزا ہوگی۔

مومنوں اور مسلمانوں کو اپنی زندگی میں بہت محتاط رہنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپؐ کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہم وہ کام کریں جس سے آپؐ کو قلبی اور ذہنی تکلیف پہنچ جائے اور اس وعید میں ہم بھی داخل ہو جائیں۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔ اللہ ہماری اس سے حفاظت فرمادے

وہ آیتیں جن میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وحی الٰہی کے مطابق جواب دیا

لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں

(۱)یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ وَ الْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ(۲۱۵البقرۃ)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ثواب کے واسطے کیا چیز خرچ کیا کریں اور کس موقع پر خرچ کریں آپ فرمادیجئے کہ جو مال تم کو خرچ کرنا ہو سو اس کی تعیین تو تمہاری ہمت پر ہے مگر ہاں موقع ہم بتلاتے ہیں کہ ماں باپ کا حق ہے اور قرابت داروں اور بے باپ کے بچوں کا اور محتاجوں کا اور مسافر کا اور جو نسا نیک کام کروگے خواہ راہِ خدا میں خرچ کرنا ہو یا اور کچھ ہو سو اللہ تعالی کو اس کی خوب خبر ہے وہ اس پر ثواب دیں گے۔

(۲)یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ وَّ صَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکُفْرٌ بِہٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَھْلِہٖ مِنْہُ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ وَالْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔(۲۱۷ البقرۃ)

لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اس میں خاص طور پر قتال کرنا جرم عظیم ہے اور اللہ تعالی کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور اللہ تعالی کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام کے ساتھ کفر کرنا اور جو لوگ مسجد حرام کے اہل تھے ان کو اس سے خارج کردینا سو یہ حرکتیں شہر حرام میں قتال کرنے سے بھی زیادہ جرم عظیم ہیں، اللہ تعالی کے نزدیک اور ایسی فتنہ پردازی کرنا قتل سے بڑھ کر ہے۔

(۳)یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْھِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُھُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِھِمَا(۲۱۹ البقرہ)

لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ ان دونوں چیزوں کے استعمال کی بڑی بڑی باتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں اور لوگوں کو بعضے فائدے بھی ہیں اور وہ گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں، اس لئے دونوں قابلِ ترک ہیں۔

(۴)يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۔(۲۱۹ البقرہ)

لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہہ دیجئے جو بچے اپنے خرچ سے، اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے حکم تاکہ تم فکر کرو۔

(۵)وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْشَاءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔(۲۲۰ البقرہ)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں یتیموں کا حکم کہہ دیجئے کہ ان کے کام کا سنوارنا بہتر ہے اور اگر ان کا خرچ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنے والے اور سنوارنے والے کو اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر مشقت ڈالتا بے شک اللہ زبردست ہے تدبیر والا۔

(۶)وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔(۲۲۲ البقرہ)

اور آپ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا، کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے سو تم الگ رہو عورتوں سے حیض کے وقت اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک پاک نہ ہو ویں پھر جب خوب پاک ہو جاویں تو جاو ان کے پاس جہاں سے حکم دیا تم کو اللہ نے بیشک اللہ کو پسند آتے ہیں توبہ کرنے والے اور پسند آتے ہیں گندگی سے بچنے والے۔

(۷)يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ۔

(اے محمدؐ) آپ سے اہلِ کتاب یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپؐ ان کے پاس ایک خاص نوشتہ آسمان سے منگوادیں سو انہوں نے یعنی اس فرقہ کے جو لوگ حضرت موسیٰؑ کے وقت موجود تھے انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑی بات کی درخواست کی

تھی اور یوں کہا تھا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دکھلا دو جس پر ان کی گستاخی کے سبب ان پر کڑک بجلی کی آپڑی۔

(۸)يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۱۷۶ النساء)

لوگ آپ سے میراث کلالہ کے بارے میں یعنی جس کے نہ اولاد ہو نہ ماں باپ ہوں حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو یعنی نہ مذکر نہ مونث اور نہ ماں باپ ہوں اور اس کے ایک عینی یا علاتی بہن ہو تو اس بہن کو اسکے تمام ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ شخص اس اپنی بہن کا وارث ہو گا۔

(۹)يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ۔ (۴ المائدہ)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا جانور ان کیلئے حلال کئے گئے ہیں آپ فرما دیجئے کہ تمہارے لئے کل حلال جانور حلال رکھے گئے ہیں۔ (تفسیر دیکھ لیں)

(۱۰)وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (۸۵ بنی اسرائیل)

اور لوگ آپ سے روح کی حقیقت کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ جواب میں فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

(۱۱)وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا (۸۳ الکہف)

آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔

(۱۲)وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا۔(۱۰۵ طه)

لوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا آپ فرمادیجئے کہ میرا رب ان کو ریزہ ریزہ کر کے بالکل اڑادے گا۔

(۱۳)يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ۔(۱۸۷ الاعراف)

لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اسکا وقوع کب ہوگا؟ آپ فرمادیجئے کہ اس کا یہ علم کہ کب واقع ہوگی صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کو اللہ کے سوا کوئی اور ظاہر نہ کرے گا۔

(۱۴)يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔(۱۸۷ الاعراف)

وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(۱۵)يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔(۱ الانفال)

یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں تو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

وہ آیتیں
جن میں آپ ﷺ کو
تسلی دی گئی

حضورؐ کو مکہ کے مشرکین، مدینہ کے یہود و نصاریٰ اور منافقین کی جانب سے جب کبھی ایذائیں اور تکلیفیں دی گئیں اور ان سب کا رویہ جب بھی آپ ﷺ کے غم والم کا ذریعہ بنتا رہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے غم والم کے موقع پر اپنے آفاقی کلام کے ذریعہ تسلی دی ہے قرآن مجید میں ایسی تقریباً تیس آیتیں ہیں جن آیتوں کے ذریعہ آپؐ کو تسلی دی گئی، ہم نے ایسی آیات کو منتخب کیا ہے اور ان آیتوں کی تفصیل یہاں بیان کر رہے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی کس قدر دلداری کی اور آپ کے غم کو کس طرح ہلکا کیا گیا۔

(غیاث)

پیغمبر! آپ غم نہ کیجئے

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (۸۸ الحجر) اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو نماز میں مکرر پڑھی جاتی ہیں اور وہ قرآن عظیم دیا، اور آپؐ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی اس چیز کو نہ دیکھیے جو کہ ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو برتنے کیلئے دے رکھی ہیں اور ان پر کچھ غم نہ کیجئے اور مسلمانوں پر شفقت رکھیے۔

ان دو آیتوں کے ذریعہ آپؐ کو اس حقیقت سے باخبر کیا گیا ہے کہ پیغمبر! آپ یہ مت دیکھیے کہ آپ کے دشمن آپ کے ساتھ کیا برتاو کرتے ہیں بلکہ آپؐ اپنی نگاہیں اس جانب مبذول فرمائیے کہ ہمارا معاملہ آپؐ کے ساتھ کیا ہے ہماری طرف سے آپ کے ساتھ کس قدر لطف وعنایتیں اور مہربانیاں ہیں یہ کافر لوگ چاہے آپ کی ناقدری کریں مگر ہم تو آپ کے قدردان ہیں، یہ دیکھیے نا! کہ ہم نے کس قدر بڑی اور بھاری نعمت آپکو دی کہ سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہم نے آپکو دی ہیں یہ وہ آیتیں ہیں کہ آپکی امت کا ہر مسلمان جب بھی نماز پڑھے گا تو ہر نماز کی ہر رکعت میں ان آیات کو پڑھے گا بار بار ان آیتوں کو پڑھے گا ہم نے ایسی بھاری نعمت آپ کو دی ہے کہ اس میں اسلام کے سارے اصول سما گئے ہیں، ہم نے آپ کو ام القرآن (قرآن کی ماں) دی ہے، آپ لوگوں کے سلوک اور ظالمانہ رویہ پر نگاہ مت ڈالیے ان ظالموں کی مخالفت اور سرکشی کی طرف نگاہ مت کیجئے آپ ہماری طرف دیکھیے آپ کے دل کو سکون ملے گا اور سرور واطمینان بھی آپ کو نصیب ہوگا۔

آپ کے مقابلہ میں ہم نے ان کافروں کو، چیزیں جو زندگی کا سامان اور مال ودولت دے رکھی ہے اس کی کوئی قدر وقیمت ہمارے پاس نہیں ہے، آپ کو جو چیز ہم نے دی اس

کے مقابلہ میں ان کو دی ہوئی چیز کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے، آپ اپنی نگاہیں اٹھا کر بھی اسی چیز کو نہ دیکھیے جو ہم نے ان کافروں، مجوسیوں، یہودیوں اور نصاریٰ کو دے رکھی ہیں۔

پیغمبر! ہم نے باقی رہنے والی چیز آپ کو دی ہے اور فنا ہونے والی چیز ان کو دے رکھی ہے اسلئے آپؐ اس طرف توجہ نہ دیجئے اور ان کافروں کے کفر و شرک اور خلاف ورزی کی فکر میں نہ پڑیئے آپ کیوں ان کا غم کرتے ہیں اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلٰغُ آپ کا کام تو صاف پہنچا دینا ہے آپ نے اپنا کام کر دیا اگر وہ اسکے باوجود بھی اپنے کفر پر قائم ہیں تو وہ اپنا نقصان کر رہے ہیں اس میں آپ کا کیا نقصان ہے؟ آپ مسلمانوں پر شفقت کرتے رہے۔

معلوم یہ ہوا کہ جہاں جہاں آپ کو قلبی تکلیف ہوئی اور آپؐ حزن و ملال کی کیفیت سے دوچار ہوئے رب ذوالجلال نے آپ کو تسلی دی کس قدر خوش نصیب ہیں وہ پیغمبر جن کو بالراست رب کائنات نے تسلی دی ہے۔

پیغمبر! آپ صبر کیجئے

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ

پس اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے اور آپؐ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خدا ہی کی توفیق خاص سے ہے پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگدل نہ ہو جیئے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور نیک کردار ہوتے ہیں۔

جنگِ احد کے موقع پر ایک طرف ستر صحابہ کرام کی شہادت ہوئی دوسری طرف حضرت حمزہؓ کو قتل کر کے بڑی بے دردی کے ساتھ مثلہ کیا گیا آپؓ کے کان، ناک وغیرہ کاٹ دیئے گئے پیٹ چاک کیا گیا، اور تیسرا یہ کہ خود آپؐ زخمی ہوئے آپؐ کے دندان

مبارک شہید ہوئے، ان حالات میں آپ کو کس قدر تکلیف ہوئی ہو گی اس کا اندازہ ہر سلیم الطبع شخص کر سکتا ہے، ان تمام میں سب سے بڑا غم آپ کو آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کی شہادت کا تھا، آپؐ نے اس منظر کو دیکھ کر سخت صدمہ کی حالت میں فرمایا تھا کہ میں حمزہؓ کے بدلہ میں مشرکین کے ستر آدمیوں کو اسی طرح مثلہ کروں گا جیسا انہوں نے حمزہؓ کے ساتھ کیا۔ اس وقت یہ مذکورہ آیتیں نازل ہوئیں اس پر آپؐ کو متنبہ فرمایا گیا کہ پیغمبر! آپ کو بدلہ لینے کا حق تو ہے مگر اسی مقدار اور پیمانہ پر حق ہے جس مقدار کا ظلم کیا گیا ہے ایک آدمی یا چند آدمیوں کے قتل کا بدلہ ستر آدمیوں سے لینا درست نہیں۔ آپ کو بدلہ لینے کی اجازت تو ہے لیکن آپ مجرموں کو معاف ہی کر دیں اور ان پر احسان کر دیں تو زیادہ بہتر ہے، ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ اب ہم صبر ہی کریں گے کسی ایک سے بھی بدلہ نہیں لیں گے، آپؐ کو حکم دیا گیا کہ آپ صبر کیجئے اور یہ بھی یاد رکھیئے کہ آپ اگر صبر بھی کرینگے تو یہ صبر اللہ کی مدد سے ہو گا اور جو کچھ کہ ہوا آپ اس پر غم نہ کیجئے اور یہ یاد رکھیئے کہ اگر کافروں کے ساتھ زیادہ سپاہی ہیں، ان کی جمعیت زیادہ ہے ان کی مادی طاقت زیادہ ہے انکے پاس جنگی ساز و سامان زیادہ ہے تو آپ یہ بات ذہن میں رکھیئے کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں ہمارا قانون یہ ہے کہ ہم نیکو کاروں اور متقیوں کے ساتھ ہوتے ہیں، جب ہم آپ کے ساتھ ہیں تو پھر فکر کس بات کی؟

پیغمبر! منافقوں اور یہودیوں کی ایذا رسانی کی وجہ سے غم نہ کیجئے

يَاأَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَايَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَأْتُوْكَ۔ (۴۱ المائدہ)

اے رسول! آپ غم نہ کیجئے ان کا جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور وہ جو یہودی ہیں جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کیلئے وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے جو آپ تک نہیں آئی۔

جب نبی کریمؐ مدینہ منورہ تشریف لائے اور شریعت اسلام کا عجیب و غریب نظام

یہودیوں کے سامنے آیا جس میں سہولت اور آسانی کی بڑی رعایتیں بھی تھیں اور جرائم کی روک تھام کیلئے سزاوں کا ایک معقول انتظام بھی تھا اس وقت ان لوگوں کو جو تورات کی سخت سزاوں کو بدل کر آسان کرلیا کرتے تھے یہ موقع بھی ہاتھ آیا کہ ایسے معاملات میں رسول کریمؐ کو حکم (جج) بنادیں تاکہ آپ کی شریعت کے آسان اور نرم احکام سے فائدہ بھی اٹھالیں اور تورات کی تحریف کے مجرم بھی نہ بنیں مگر اس میں بھی ان یہودیوں کی یہ شرارت رہتی تھی کہ آپ کو باقاعدہ حکم بنانے سے پہلے کسی ذریعہ سے اپنے معاملہ کا حکم بطور فتوی کے معلوم کرلیں پھر آپؐ کا یہ حکم اگر اپنی خواہشات کے موافق ہو تو حَکَم بنا کر فیصلہ کرالیں ورنہ چھوڑ دیں ظاہر ہے یہودیوں کی مفاد پرستی کی اس صورت میں نبی کریمؐ کی گستاخی تھی اور آپ کو اس سے ایذا پہنچتی تھی اسلئے ان آیات کے ذریعہ آپ کو ان منافقین اور یہود کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر غمگین نہ ہونے کا حکم دیا گیا اور ایک طرح کی آپ کو تسلی دی گئی۔

پیغمبر! ہمیں آپ کا غم معلوم ہے

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ لَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۱۷۶ آل عمران) اور آپ کیلئے وہ لوگ موجبِ غم نہ ہونے چاہئیں جو جلدی سے کفر کی باتوں میں جا پڑتے ہیں جیسے منافقین کہ ذرا مسلمانوں کا پلہ ہلکا نظر آیا تو کھلم کھلا کفر کی باتیں کرنے لگتے ہیں یقیناً وہ لوگ اللہ تعالی کے دین کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے اس لئے آپ کو یہ غم تو ہونا نہیں چاہیے کہ ان کی حرکتوں سے اللہ کے دین کو ضرر پہنچ جائے گا اور اگر آپ کو خود ان کا غم ہو کہ یہ بدنصیب کیوں جہنم کی طرف جارہے ہیں تو بھی آپ غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالی کو یہ منظور ہے کہ آخرت میں ان کو کوئی حصہ نہ دے اور ان لوگوں کو سزائے عظیم بھی ہوگی۔

اس آیت میں بھی حضورؐ کو اس بات کی تسلی دی گئی ہے کہ آپ کافروں کے کفر اور ان کی شرارتوں سے غمگین نہ ہوں، اگر یہ کفار کفر کررہے ہیں تو اپنا نقصان آپ کررہے ہیں

اس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں اور ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا بھی کچھ بگڑنے والا نہیں ہے، اگر یہ کافر کفر میں مبتلا ہیں تو اس کی سزا ان کو دنیا میں بھی ملے گی اور آخرت میں بھی۔ آپ کا کام بس دین حق پہنچا دینا ہے پھر آپ کی ذمہ داری ختم ہے۔

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳۳ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسی قسم کی تسلی آپ کو دی ہے **قَدْنَعْلَمُ اَنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ**۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ آپؐ کو ان کفار کے اقوال مغموم کرتے ہیں سو آپ غم میں نہ پڑیئے بلکہ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیجئے کیونکہ یہ لوگ براہ راست آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں آپؐ کو یہاں اس طرح بھی تسلی دی گئی کہ پیغمبر! اس دنیا میں صرف آپ ہی کو جھٹلایا نہیں گیا بلکہ آپ سے پہلے کے تمام پیغمبروں کو بھی جھٹلایا گیا جس پر انہوں نے صبر کیا، اس لئے آپ بھی صبر کیجئے جس طرح پچھلے انبیاء نے صبر کیا تو ہم نے اپنی مدد بھیجی اگر آپ بھی صبر کریں گے تو ہماری مدد آپ پر بھی بھیجتے جائیں گے۔ اس آیت کے ذریعہ آپ کو پر اثر تسلی دی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجنون نہیں بلکہ نذیر ہیں

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔ (۱۸۴ الاعراف) کیا ان لوگوں نے اس بات میں غور نہ کیا کہ ان کا جس سے سابقہ ہے ان کو ذرا بھی جنون نہیں وہ تو صرف ایک صاف صاف عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔

وہ پیغمبر جو اس دنیا میں معلم و داعی الی اللہ بن کر آئے، مبلغ اور ناصح بن کر آئے وہ پیغمبر جو علم و حکمت کا خزانہ لے آئے وہ پیغمبر جن کی حکمت و دانائی کے سامنے دنیا کے سارے عقلاء و حکماء حیران و ششدر ہیں ایسی مقدس ذات گرامی کے بارے میں جنون کا گمان کرنا خود جنون ہے۔

حضورؐ کی یہ امتیازی شان رہی کہ آپؐ کو مکہ کے کفار ایذائیں دیتے تھے اور ربِ ذوالجلال کی طرف سے ان ایذاؤں کا دفاع ہوتا تھا حضورؐ پر مجنون، شاعر، جادوگر اور کاہن

ہونے کا الزام مکہ کے کافروں کی طرف سے لگایا جاتا اور جواب رب ذوالجلال کی طرف سے دیا جاتا سینکڑوں باتیں ہیں کہ اعتراض زمین والوں نے آپؐ پر کیا اور جواب آسمان وزمین کے مالک نے دیا اور اس جواب کے ذریعہ آپؐ کو تسلی دی گئی۔

اس آیت میں ان لوگوں کے اس قول کی تردید کی گئی ہے جنہوں نے آپؐ کو مجنون کہا آپ کو مجنون کہنے والے مجنونوں کو رب ذوالجلال نے دعوت فکر دی اور کہا کہ یہ کیوں سوچتے نہیں کہ جس مقدس ہستی کے بارے میں وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ مجنون ہیں وہ غور کیوں نہیں کرتے کیوں سوچ بچار کرتے ہوئے کسی اچھے نتیجہ پر نہیں پہنچتے ان کے پاس اس الزام کی کیا دلیل ہے کہ آپؐ مجنون ہیں جبکہ آپ روز وشب ہوش وحواس کے ساتھ وہ کام کر رہے ہیں جس کام کو بڑے سے بڑا عقلمند اور دانا سمجھا جانے والا بھی نہ کر سکا۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ۔

یہ لوگ آپ کی نسبت جنون کے قائل ہیں بلکہ یہ رسول ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں اور ان میں اکثر لوگ حق بات سے نفرت کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو اپنی زبان سے حق بات کہتا ہے وہ مجنون کیسے ہو سکتا ہے مجنون تو وہ ہیں جو حق کو حق نہیں سمجھتے اور انکار کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کی حفاظت کیلئے اللہ کافی ہے

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔ (۳۰ الانفال)

اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت بری بری تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپکو قید کر لیں یا آپکو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر ان تدبیروں کو دفع کرنے کیلئے کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے۔

جب مدینہ طیبہ سے آنے والے انصار کا مسلمان ہو جانا مکہ میں مشہور ہوا تو قریش مکہ کو یہ فکر دامنگیر ہو گئی کہ اب تک تو ان کا معاملہ صرف مکہ کے دائرہ میں تھا جہاں ہر طرح کی قوت ہمارے ہاتھ میں ہے اور اب جب کہ مدینہ میں اسلام پھیلنے لگا اور بہت سے صحابہ کرام ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو اب ان کا ایک مرکز مدینہ طیبہ قائم ہو گیا جہاں یہ ہر طرح کی قوت ہمارے خلاف جمع کر سکتے ہیں اور پھر ہم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں، اور ان کو یہ بھی احساس ہو گیا کہ اب تک تو کچھ صحابہ کرام ہی ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے ہیں اب یہ بھی قوی امکان ہے کہ محمد ﷺ بھی وہاں چلے جائیں اس لئے رؤساء مکہ نے مشورہ کیلئے دار الندوہ میں ایک خاص مجلس طلب کی۔ دار الندوہ مسجد حرام کے متصل قصی بن کلاب کا مکان تھا جس کو ان لوگوں نے قومی مسائل میں مشورہ اور مجلس کرنے کیلئے مخصوص کر رکھا تھا اور زمانہ اسلام میں اس گھر مسجد حرام میں داخل کر لیا گیا ہے۔

حسب عادت اس مہم مشورہ کیلئے قریشی سرداروں کا اجتماع دار الندوہ میں ہوا جس میں ابو جہل۔ نضر بن حارث، عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف۔ ابوسفیان وغیرہ قریش کے تمام نمایاں اشخاص شامل ہوئے اور رسول کریمؐ اور اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کے مقابلہ کی تدبیریں زیر غور آئیں۔

ابھی مشورہ کی مجلس شروع ہی ہوئی تھی کہ ابلیس لعین ایک سن رسیدہ عربی شیخ کی صورت میں دار الندوہ کے دروازہ پر آ کھڑا ہوا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم کون ہو کیوں آئے ہو۔ بتلایا کہ میں نجد کا باشندہ ہوں مجھے معلوم ہوا کہ آپ لوگ ایک اہم مشورہ کر رہے ہیں تو قوم کی ہمدردی کے پیش نظر میں بھی حاضر ہو گیا کہ ممکن ہے میں کوئی مفید مشورہ دے سکوں۔

یہ سن کر اس کو اندر بلا لیا گیا اور مشورہ شروع ہوا تو بیہقی کی روایت کے مطابق ابوالبختری ابن ہشام نے یہ مشورہ پیش کیا کہ ان کو یعنی آنحضرت ﷺ کو آہنی زنجیروں میں قید کر کے مکان کا دروازہ بند کر دیا جائے اور چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ معاذ اللہ وہ آپ اپنی موت مر جائیں، یہ سن کر شیخ نجدی ابلیس لعین نے کہا کہ یہ رائے صحیح

نہیں۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو معاملہ چھپے گا نہیں بلکہ اس کی شہرت دور دور پہنچ جائے گی اور ان کے صحابہ اور رفقاء کے فدائیانہ کارنامے تمہارے سامنے ہیں بہت ممکن ہے کہ یہ لوگ جمع ہو کر تم پر حملہ کر دیں اور اپنے قیدی کو تم سے چھڑالیں۔ سب طرف سے آوازیں اٹھیں کہ شیخ نجدی کی بات صحیح ہے اس کے بعد ابوالاسود نے یہ رائے پیش کی کہ ان کو مکہ سے نکال دیا جائے یہ باہر جاکر جو چاہیں کرتے رہیں ہمارا شہر ان کے فساد سے مامون ہو جائے گا، اور ہمیں کچھ جنگ و جدال بھی کرنا نہ پڑے گا۔

شیخ نجدی یہ سن کر پھر بولا کہ یہ رائے بھی صحیح نہیں، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کیسے شیریں کلام آدمی ہیں لوگ ان کا کلام سن کر مفتون اور مسحور ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کو اس طرح آزاد چھوڑ دیا تو بہت جلد اپنی طاقتور جماعت بنالیں گے اور تم پر حملہ کر کے شکست دے دیں گے۔ اب ابو جہل بولا کہ جو کرنے کا کام ہے تم میں سے کسی نے نہیں سمجھا میری سمجھ میں ایک بات آئی ہے وہ یہ کہ ہم عرب کے سب قبیلوں میں سے ہر قبیلہ کا ایک نوجوان لے لیں اور ہر ایک عمدہ کام کرنے والی تلوار لے لیں۔ یہ سب لوگ یکبارگی ان پر حملہ کر کے قتل کر دیں۔ ہم ان کے فساد سے تو اس طرح نجات حاصل کر لیں۔ اب رہا انکے قبیلہ بنو عبد مناف کا مطالبہ جوان کے قتل کے سبب ہم پر عائد ہو گا سو ایسی صورت میں جب کہ قتل کسی ایک نے نہیں بلکہ ہر قبیلہ کے ایک ایک شخص نے کیا ہے تو قصاص یعنی جان کے بدلے لینے کا مطالبہ تو باقی نہیں رہ سکتا۔ صرف خونبہا یا دیت کے مال کا مطالبہ رہ جائے گا وہ ہم سب قبیلوں سے جمع کر کے ان کو دے دیں گے اور بے فکر ہو جائیں گے۔

شیخ نجدی ابلیس لعین نے یہ سن کر کہا کہ بس رائے یہی ہے اور اس کے سوا کوئی چیز کارگر نہیں۔ پوری مجلس نے اسی کے حق میں رائے دے دی اور آج ہی رات میں اپنا یہ ناپاک عزم پورا کرنے کا تہیہ کر لیا گیا۔

مگر انبیاء علیہم السلام کی غیبی طاقت کو یہ جاہل کیا سمجھ سکتے تھے۔ اس طرف جبرئیل امین نے ان کے دارالمشورہ کی ساری کیفیت سے رسول اللہ ﷺ کو باخبر کر کے یہ تدبیر بتلائی

کہ آج رات میں آپ اپنے بستر پر آرام نہ کریں اور بتلایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی ہے۔

ادھر مشورہ کے مطابق شام ہی سے قریشی نوجوانوں نے سرور دو عالم ﷺ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ رسول کریم ﷺ نے یہ دیکھا تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ آج کی رات وہ آنحضرت ﷺ کے بستر پر آرام کریں اور یہ خوشخبری سنادی کہ اگرچہ بظاہر اس میں آپ کی جان کا خطرہ ہے مگر دشمن آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ نے اس کام کیلئے اپنے آپ کو پیش کر دیا اور آپ کے بستر پر لیٹ گئے مگر اب مشکل یہ درپیش تھی کہ آنحضرت ﷺ اس محاصرہ سے کیسے نکلیں۔ اس مشکل کو اللہ تعالیٰ نے ایک معجزہ کے ذریعہ حل کیا وہ یہ کہ بامر الٰہی رسول اللہ ﷺ ایک مٹھی میں مٹی بھر کر باہر تشریف لائے اور محاصرہ کرنے والے جو کچھ آپ کے بارہ میں گفتگو کر رہے تھے اس کا جواب دیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی نظروں اور فکروں کو آپ کی طرف سے پھیر دیا کہ کسی نے آپ کو نہ دیکھا حالانکہ آپ ان میں سے ہر ایک کے سر پر خاک ڈالتے ہوئے نکلے چلے گئے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد کسی آنے والے نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کیوں کھڑے ہو تو انہوں نے بتلایا کہ محمد ﷺ کے انتظار میں۔ اس نے کہا کہ تم کس خام خیالی میں ہو وہ تو یہاں سے نکل کر جا بھی چکے ہیں اور تم میں سے ہر ایک کے سر پر خاک ڈالتے ہوئے گئے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے اپنے سروں پر ہاتھ رکھا تو اس کی تصدیق ہوئی کہ ہر ایک کے سر پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کے بستر پر لیٹے ہوئے تھے مگر محاصرہ کرنے والوں نے ان کے کروٹیں بدلنے سے پہچان لیا کہ یہ محمد ﷺ نہیں اس لئے قتل پر اقدام نہیں کیا۔ صبح تک محاصرہ کرنے کے بعد یہ لوگ غائب و خاسر ہو کر واپس ہو گئے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کی ایسی غیبی مدد فرمائی کہ جس غیبی مدد سے کافروں کی ساری تدبیریں ناکام ہو گئیں، کافروں اور یہودیوں نے الگ الگ موقعوں پر آپؐ کو قتل کرنے کی تدبیریں کیں مگر دونوں کی تدبیروں کو اللہ تعالیٰ نے ناکام بنادیا۔

سورۂ انفال کی آیت نمبر ۶۲ میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس طرح تسلی دی کہ وَاِنْ یُّرِیْدُوْٓا اَنْ یَّخْدَعُوْکَ فَاِنَّ حَسْبَکَ اللّٰہُ ھُوَالَّذِیْٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ۔

وہ لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اور حفاظت کرنے کیلئے کافی ہیں وہ وہی ہے جس نے آپ کو اپنی غیبی امداد یعنی ملائکہ سے اور ظاہری امداد یعنی مسلمانوں سے قوت دی۔

اللہ تعالیٰ نے اسی سورۂ انفال کی آیت نمبر ۶۴ میں آپؐ سے خطاب کرتے ہوئے یوں تسلی دی کہ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ، اے نبیؐ! آپ کیلئے اللہ کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا وہ کافی ہیں۔

جس نبی کی حفاظت کیلئے رب کائنات ذمہ دار ہو جائے اسکو دنیا کی کونسی طاقت مٹا سکتی ہے۔

جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

منافقوں کے نامناسب رویہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

اِنْ تُصِبْکَ حَسَنَۃٌ تَسُؤْھُمْ وَاِنْ تُصِبْکَ مُصِیْبَۃٌ یَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَیَتَوَلَّوْا وَّھُمْ فَرِحُوْنَ۔ قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ھُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (۵۱ التوبۃ) اگر آپ کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو وہ ان کیلئے موجب غم ہوتی ہے اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آپڑتا ہے تو خوش ہو کر کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے سے اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کر لیا تھا کہ ان کے ساتھ لڑائی وغیرہ میں نہیں گئے اور یہ کہہ کر وہ خوش ہوتے چلے جاتے ہیں آپ فرما دیجئے ایک تو یہ کہ ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے وہ ہمارا مالک ہے اور اللہ کے تو سب مسلمانوں کو اپنے کام سپرد رکھنے چاہئیں۔

منافقوں کی حالت یہ تھی کہ وہ دل سے مومن نہ ہونے کی وجہ سے حضورؐ کی حقیقی

محبت اور عظمت سے محروم تھے اسلئے ان کے دل میں حضورؐ سے زیادہ ان کی جانوں کی فکر تھی، حضورؐ سے اندرونی دشمنی کی حالت یہ تھی کہ جب آپؐ کو کوئی بھلائی پہنچتی تو بجائے خوش ہونے کے غمزدہ ہوتے تھے اور جب کوئی آپؐ کو تکلیف پہنچتی تو بجائے غمزدہ ہونے کے خوش ہوتے تھے اور اپنے آپ کے اس مصیبت اور تکلیف سے بچنے پر اطمینان کا اظہار کرتے تھے گویا اپنے آپ کو شاباشی دے رہے ہوں، ظاہر ہے کہ منافقوں کا یہ طریقہ آپؐ کیلئے تکلیف وایذا کا باعث تھا منافقین کا یہ طرز آپؐ کی دل شکنی کا ذریعہ تھا اللہ تعالی نے نبی کریمؐ کو ایسے ماحول میں یوں تسلی دی کہ پیغمبر! آپ ان منافقین سے یہ کہہ دیجئے کہ جو کچھ مصیبت ہمیں پہنچتی ہے وہ اللہ کے فیصلہ کی وجہ سے ہی پہنچتی ہے جس نے ہمارے مقدر میں تکلیف اور مصیبت لکھی ہے وہی ہمارا مولی اور آقا ہے وہ اگر تکلیف دینے پر قادر ہے تو تکلیف کو دور کرنے کی بھی طاقت رکھتا ہے، تم منافق ہو تمہاری نظریں اور تمہارا یقین اس ذات پر نہیں ہوتا جس ذات پر ہمیں یقین اور بھروسہ ہوتا ہے ہمارا ایمان ہمیں اللہ تعالی پر توکل کرنے کا درس دیتا ہے۔ سورۂ توبہ کی ان آیتوں کے ذریعہ نبی کریمؐ کو بھرپور تسلی دی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں پر سکینہ کا نزول

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ (۲۶ التوبہ)

اس کے بعد اللہ تعالی نے اپنے رسول کے قلب پر اور دوسرے مومنین کے قلوب پر اپنی طرف سے تسلی نازل فرمائی اور مدد کیلئے ایسے لشکر آسمان سے نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالی نے کافروں کو سزا دی۔

حنین، مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے، جو مکہ مکرمہ سے دس میل سے کچھ زیادہ فاصلہ پر واقع ہے، رمضان ۸ھ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور قریش مکہ نے رسول کریمؐ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تو عرب کا ایک بہت بڑا مشہور بہادر جنگجو اور

مالدار قبیلہ ہوازن جس کی ایک شاخ بنو ثقیف بھی تھی،ان میں ہلچل مچ گئی،انھوں نے جمع ہو کر یہ کہنا شروع کیا کہ مکہ فتح ہو جانے کے بعد مسلمانوں کو کافی قوت حاصل ہو گئی ہے،اس سے فارغ ہونے کے بعد لازمی ہے کہ ان کا رخ ہماری طرف ہوگا،اس لئے دانشمندی کی بات یہ ہے کہ ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہم خود ان پر حملہ کر دیں،اس کام کے لئے قبیلہ ہوازن نے اپنی سب شاخوں کو جو مکہ سے طائف تک پھیلی ہوئی تھیں جمع کر لیا،اس قبیلہ کے سب بڑے چھوٹے بجز معدودے چند افراد کے جن کی تعداد سو(۱۰۰) سے بھی کم تھی،سب ہی جمع ہو گئے۔

اس تحریک کے لیڈر مالک بن عوف تھے،جو بعد میں مسلمان ہو گئے،اور اسلام کے بڑے علمبردار ثابت ہوئے،اس وقت مسلمانوں کے خلاف حملہ کا سب سے زیادہ جوش انہی میں تھا،قبیلہ کی عظیم اکثریت نے ان کی رائے سے اتفاق کر کے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں،اس قبیلہ کی عظیم اکثریت نے ان کی رائے سے اتفاق کر کے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں،اس قبیلہ کی چھوٹی چھوٹی دو شاخیں بنو کعب اور بنو کلاب اس رائے سے متفق نہیں ہوئی،اللہ تعالی نے ان کو کچھ بصیرت دیدی تھی،انھوں نے کہا کہ اگر مشرق سے مغرب تک ساری دنیا بھی محمدؐ کے خلاف جمع ہو جائے گی تو وہ ان سب پر بھی غالب آئیں گے،ہم خدائی طاقت کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتے،باقی سب کے سب نے معاہدے کئے،اور مالک ابن عوف نے ان سب کو پوری قوت سے جنگ پر قائم رہنے کی ایک تدبیر یہ کی کہ ہر شخص کے تمام اہل وعیال بھی ساتھ چلیں،اور اپنا اپنا پورا مال بھی ساتھ لے کر نکلیں،جسکا مقصد یہ تھا کہ وہ میدان سے بھاگنے لگیں تو بیوی بچوں اور مال کی محبت انکے پاؤں کی زنجیر بن جائے،میدان سے گریز کا ان کیلئے کوئی موقع نہ رہے ان کی تعداد کے بارے میں اہل تاریخ کے مختلف اقوال ہیں،حافظ حدیث علامہ ابن حجر وغیرہ نے راجح اس کو قرار دیا ہے کہ چوبیس یا اٹھائیس ہزار کا مجمع تھا،اور بعض حضرات نے چار ہزار کی تعداد بیان کی ہے،یہ ممکن ہے کہ سب اہل وعیال عورتوں بچوں سمیت تعداد چوبیس یا اٹھائیس ہزار ہو،اور لڑنے والے جوان ان میں چار ہزار ہوں۔

بہر حال رسول کریم ﷺ کو مکہ مکرمہ میں ان کے خطرناک عزائم کی اطلاع ملی تو آپؐ نے ان کے مقابلہ پر جانے کا عزم فرمالیا، مکہ مکرمہ پر حضرت عتابؓ بن اسید کو امیر بنایا، اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو ان کے ساتھ لوگوں کو اسلامی تعلیمات سکھانے کیلئے چھوڑا، اور قریش مکہ سے اسلحہ اور سامان جنگ عاریت کے طور پر مانگا، صفوان بن امیہ جو قریش کا سردار تھا بول اٹھا کہ کیا آپ یہ سامان جنگ ہم سے غصب کر کے لینا چاہتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ عاریت کے طور پر لیتے ہیں جس کی واپسی ہمارے ذمہ ہو گی، یہ سن کر اس نے سو (۱۰۰) زرہیں مستعار دیں اور نوفل بن حارث نے تین ہزار (۳۰۰۰) نیزے اسی طرح پیش کر دیئے امام زہریؒ کی روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ چودہ ہزار صحابہ کا لشکر لے کر اس جہاد کی طرف متوجہ ہوئے، جن میں بارہ ہزار انصار مدینہ تھے، جو فتح مکہ کیلئے آپ کے ساتھ آئے تھے، اور دو ہزار وہ مسلمان تھے جو مکہ اور اطراف مکہ کے لوگوں میں سے بوقت فتح مسلمان ہو گئے تھے، جن کو طلقاء کہا جاتا ہے، شوال کی چھٹی تاریخ ہفتہ کے دن آپؐ اس غزوہ کیلئے نکلے، اور فرمایا کہ کل انشاء اللہ ہمارا قیام خیف بنی کنانہ کے اس مقام پر ہو گا، جہاں جمع ہو کر قریش مکہ نے مسلمانوں کے خلاف مقاطعہ کیلئے عہد نامہ لکھا تھا۔

یہ چودہ ہزار مجاہدین کا لشکر تو جہاد کے لئے نکلا، ان کے ساتھ مکہ کے بیشمار لوگ مرد و عورت تماشائی بن کر نکلے، جن کے دلوں میں عموماً یہ تھا کہ اگر اس موقع پر مسلمانوں کو شکست ہو تو ہمیں بھی اپنا انتقام لینے کا موقع ملے گا، اور یہ کامیاب ہوں تو بھی ہمارا کوئی نقصان نہیں۔

اسی قسم کے لوگوں میں ایک شیبہ بن عثمان بھی تھے، جنہوں نے بعد میں مسلمان ہو کر خود اپنا واقعہ بیان کیا کہ غزوۂ بدر میں میرا باپ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے اور چچا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا جس کا جوش انتقام اور انتہائی غیظ میرے دل میں تھا، میں اس موقع کو غنیمت جان کر مسلمانوں کے ساتھ ہو لیا کہ جب کہیں موقع

پاؤں رسول کریم ﷺ پر حملہ کردوں، میں ان کے ساتھ ہو کر ہر وقت موقع کی تلاش میں رہا، یہاں تک کہ اس جہاد کے ابتدائی وقت میں جب کچھ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑے اور وہ بھاگنے لگے تو میں موقع پاکر حضورؐ کے قریب پہونچا، مگر دیکھا کہ داہنی طرف حضرت عباسؓ آپؐ کی حفاظت کر رہے ہیں، اور بائیں طرف ابو سفیان ابن حارث، اس لئے میں پیچھے کی طرف پہونچ کر ارادہ ہی کر رہا تھا کہ یکبارگی تلوار سے آپ پر حملہ کردوں کہ یکایک آپؐ کی نظر مجھ پر پڑی، اور آپؐ نے مجھے آواز دی کہ شیبہ یہاں آؤ، اپنے قریب بلا کر دست مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا، اور دعاء کی کہ یا اللہ اس سے شیطان کو دور کردے ،اب جو میں نظر اٹھاتا ہوں تو آنحضرت ﷺ میرے دل میں اپنے آنکھ، کان اور جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ جاؤ کفار کا مقابلہ کرو، اب تو میرا یہ حال تھا کہ میں اپنی جان آپ پر قربان کر رہا تھا، اور بڑی بے جگری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا جب آنحضرتؐ اس جہاد سے واپس آئے تو میں خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے میرے دل کے تمام خیالات کی نشاندہی کردی، کہ تم مکہ سے اس نیت سے چلے تھے، اور میرے گرد میرے قتل کیلئے گھوم رہے تھے، مگر اللہ تعالی کا ارادہ تم سے نیک کام لینے کا تھا جو ہو کر رہا۔

اسی طرح کا واقعہ نضر بن حارث کو پیش آیا کہ وہ بھی اسی نیت سے حنین گئے تھے، وہاں پہونچ کر اللہ تعالی نے ان کے دل میں رسول کریم ﷺ کی معصومیت اور محبت ڈال دی، اور ایک مرد مجاہد بن کر دشمنوں کی صفوں سے ٹکرا گئے۔

اسی سفر میں ابو بردہ بن تیارؓ کو یہ واقعہ پیش آیا کہ وہ بھی اسی نیت سے حنین گئے تھے، وہاں پہونچ کر اللہ تعالی نے ان کے دل میں رسول کریم ﷺ کی معصومیت اور محبت ڈال دی، اور ایک مرد مجاہد بن کر دشمنوں کی صفوں سے ٹکرا گئے۔

اسی سفر میں ابو بردہ بن تیارؓ کو یہ واقعہ پیش آیا کہ مقام اوطاس پر پہنچکر دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے نیچے تشریف رکھتے ہیں، اور ایک اور شخص آپ کے پاس بیٹھا ہے آپؐ نے ذکر فرمایا کہ میں سو گیا تھا، یہ شخص آیا اور وہ شخص میری تلوار اپنے قبضہ میں لے

کر میرے سر پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ! اب بتلاؤ تمہیں کون میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ بچا سکتا ہے، یہ سن کر تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی، ابو بردہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اجازت دیجئے کہ میں اس دشمن خدا کی گردن ماردوں، یہ دشمن قوم کا جاسوس معلوم ہوتا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابو بردہ خاموش رہو اللہ تعالی میری حفاظت کرنے والا ہے، جب تک کہ میرا دین سارے دینوں پر غالب نہ آجائے، اور آپؐ نے اس شخص کو کوئی ملامت بھی نہ فرمائی، اور آزاد چھوڑ دیا۔

مقام حنین پر پہونچ کر مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا تو حضرت سہیل بن حنظلہؓ رسول اللہؐ کی خدمت میں یہ خبر لے کر حاضر ہوئے کہ گھوڑے سوار آدمی ابھی دشمن کی طرف سے آیا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ قبیلہ ہوازن پورا کا پورا مع اپنے سب سامان کے مقابلہ پر آگیا ہے، آنحضرت ﷺ نے یہ سنکر تبسم فرمایا اور کہا کہ پروانہ کرو یہ سارا سامان مسلمانوں کیلئے مال غنیمت بن کر ہاتھ آئیگا۔

اس جگہ ٹھہر کر آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن حداد کو جاسوس بنا کر بھیجا کہ دشمن کے حالات کا پتہ چلائیں، وہ انکی قوم میں جا کر دو دن رہے، سب حالات دیکھتے سنتے رہے، انکے لیڈر اور کمانڈر مالک بن عوف کو دیکھا کہ وہ اپنے لوگوں سے کہہ رہا ہے کہ محمد ﷺ کو اب تک کسی بہادر تجربہ کار قوم سے سابقہ نہیں پڑا، مکہ کے بھولے بھالے قریشیوں کا مقابلہ کر کے انھیں اپنی طاقت کا زعم ہو گیا، اب انکو پتہ لگے گا، تم سب لوگ صبح ہوتے ہی اس طرح صف بندی کرو کہ ہر ایک کے پیچھے اسکے بیوی بچے اور مال ہو، اور اپنی تلواروں کی میانوں کو توڑ ڈالو، اور سب مل کر یکبارگی ہلہ بولو، یہ لوگ جنگ کے بڑے تجربہ کار تھے، اپنی فوج کے چند دستوں کو مختلف گھاٹیوں میں چھپا دیا تھا۔

اس طرف کفار کے لشکر کی یہ تیاریاں تھیں، دوسری طرف مسلمانوں کا یہ پہلا جہاد تھا، جس میں چودہ ہزار سپاہی مقابلہ کیلئے نکلے تھے، اور سامان جنگ بھی ہمیشہ سے زیادہ تھا، اور یہ لوگ جنگ بدر اور جنگ احد کے میدانوں میں یہ دیکھ چکے تھے کہ صرف تین سو تیرہ بے سامان لوگوں نے ایک ہزار کے لشکر جرار پر فتح پائی، تو آج اپنی کثرت اور تیاری

پر نظر کر کے حاکم اور بزار کی روایت کے مطابق ان میں سے بعض کی زبان سے ایسے کلمات نکل گئے کہ آج تو یہ ممکن نہیں کہ ہم کسی سے مغلوب ہو جائیں آج تو مقابلہ کی دیر ہے کہ دشمن فوراً بھاگے گا۔

مالک الملک والملکوت کو یہی چیز ناپسند تھی کہ اپنی طاقت پر کوئی بھروسہ کیا جائے، چنانچہ مسلمانوں کو اس کا سبق اس طرح ملا کہ جب قبیلہ ہوازن نے قرارداد کے مطابق یکبارگی ہلہ بولا اور گھاٹیوں میں چھپے ہوئے دستوں نے چار طرف سے گھیرا ڈال دیا، گردوغبار نے دن کو رات بنادیا تو صحابہ کرام کے پاؤں اکھڑ گئے اور بھاگنے لگے، صرف رسول کریم ﷺ اپنی سواری پر سوار پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے بڑھ رہے تھے، اور بہت تھوڑے سے صحابہ کرام جن کی تعداد تین سو اور بعض نے ایک سو یا اس سے بھی کم بتلائی ہے آنحضرت ﷺ کے ساتھ جمے رہے، وہ بھی یہ چاہتے تھے کہ آپؐ آگے نہ بڑھیں۔

یہ حالت دیکھ کر آپؐ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ بلند آواز سے صحابہ کو پکارو کہ وہ لوگ کہاں ہیں جنھوں نے شجرہ کی نیچے جہاد کے بیعت کی تھی، اور سورۂ بقرہ والے حضرات کہاں ہیں، اور وہ انصار کہاں ہیں جنھوں نے جان کی بازی لگانے کا عہد کیا تھا، سب کو چاہیے کہ واپس آئیں، اور رسول اللہ ﷺ یہاں ہیں۔

حضرت عباسؓ کی ایک آواز بجلی کی طرح دوڑ گئی، اور یکایک سب بھاگنے والوں کو پشیمانی ہوئی، اور بڑی دلیری کے ساتھ لوٹ کر دشمن کا پورا مقابلہ کیا، اسی حالت میں اللہ نے فرشتوں کی مدد بھیج دی، ان کا کمانڈر مالک بن عوف اپنے اہل وعیال اور سب مال کو چھوڑ کر بھاگا، اور طائف کے قلعہ میں جا چھپا، اور پھر باقی پوری قوم بھاگ کھڑی ہوئی، ان کے ستر (۷۰) سردار مارے گئے، بعض مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ بچے زخمی ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے سختی سے منع فرمایا، ان کا سب مال مسلمانوں کے قبضہ میں آیا، چھ ہزار جنگی قیدی چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی ہاتھ آئی۔

پہلی اور دوسری آیت میں اسی مضمون کا بیان ہے، ارشاد فرمایا کہ جب تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کار آمد نہ ہوئی اور زمین باوجود فراخی

کے تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی نازل فرمائی اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور ایسے لشکر فرشتوں کے نازل کر دیئے، جن کو تم نے نہیں دیکھا، اور کافروں کو تمہارے ہاتھ سے سزا دلوادی۔

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ "یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ پر اور سب مسلمانوں پر اپنی تسلی نازل فرمادی"۔

معنی اسکے یہ ہیں کہ غزوۂ حنین کے ابتدائی ہلہ میں جن صحابہ کرام کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے انکے قلوب پر اپنی تسلی نازل فرمادی، جس سے انکے اکھڑے ہوئے قدم جم گئے اور بھاگنے والے پھر لوٹ آئے، اور رسول کریم ﷺ پر اور ان صحابہ پر جو مضبوطی کے ساتھ محاذ پر جمے رہے تسلی نازل فرمانے کا مطلب یہ ہیکہ ان کو اپنی فتح قریب نظر آنے لگی، اور چونکہ تسلی کی یہ دو قسمیں تھیں ایک بھاگنے والوں کیلئے دوسری رسول کریمؐ کے ساتھ جمے رہنے والوں کیلئے اسی طرف اشارہ کرنے کیلئے عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ کو علیحدہ علیحدہ تکرار علی کے ساتھ بیان فرمایا گیا۔

اسکے بعد فرمایا وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا، یعنی ایسے لشکر نازل فرمادیئے جن کو تم نے نہیں دیکھا، اس سے مراد عام طور پر لوگوں کا نہ دیکھنا ہے۔

غار ثور میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی

سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۴۰ میں بھی ہجرت کا واقعہ اور غار ثور میں قیام کا منظر پیش کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کو یوں تسلی دی گئی۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ اگر تم لوگ رسول کی

مدد نہ کرو گے تو اللہ آپ کی مدد کرے گا جیسا کہ اللہ تعالی آپ کی اس وقت مدد کر چکا ہے جب کہ اس سے زیادہ مصیبت و پریشانی کا وقت تھا جب کہ آپ کو کافروں نے تنگ کر کے مکہ سے جلاوطن کر دیا تھا جب کہ دو آدمیوں میں ایک آپؐ تھے اور دوسرے حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ کے ہمراہ تھے جس وقت کہ دونوں غار ثور میں موجود تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ کچھ غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالی کی مدد ہمارے ہمراہ ہے سو اللہ تعالی نے آپ پر تسلی نازل فرمائی اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالی نے کافروں کی بات نیچی کر دی او۔ اللہ ہی کا بول بالا رہا اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

پیغمبر! آپ تکلیف نہ اٹھائیں

طٰہٰ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی اِلَّا تَذۡکِرَۃً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی (طٰہٰ ۱)

طہ۔ ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لئے نہیں اتارا کہ آپ تکلیف اٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کیلئے اتارا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔

جب قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تو رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام تمام رات عبادت کیلئے کھڑے رہتے اور تہجد کی نماز میں قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے یہاں تک کہ آپؐ کے قدم مبارک پر ورم آجاتا آپؐ رات بھر عبادت میں مصروف تو دن میں بھی آرام نہیں فرماتے بلکہ اس فکر میں رہتے کہ کسی طرح کافروں کو ہدایت ہو جائے وہ اس قرآن مجید کی دعوت کو قبول کر لیں جس کو انسانوں کی ہدایت کیلئے نازل کیا گیا اللہ تعالی نے آپؐ کو سورۂ طٰہٰ کی ان ابتدائی آیتوں کے ذریعہ شب و روز کی ان مشقتوں سے بچایا اور اللہ تعالی نے آپؐ سے خطاب کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! ہم نے آپ پر قرآن اسلئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت اور تکلیف میں پڑ جائیں تمام رات جاگنے اور قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہنے کی ضرورت نہیں چنانچہ آپؐ نے ان

آیات کے نازل ہونے کے بعد یہ معمول رکھا کہ رات کے ابتدائی حصہ میں آرام فرماتے تھے اور رات کے آخری حصہ میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز ادا فرماتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے دن کے وقت کی ان فکروں کے بوجھ کو اس طرح ہلکا کر دیا کہ اے پیغمبر آپ کا کام صرف ہمارے پیغام کا پہنچا دینا ہے جب آپ نے یہ کام کر لیا تو پھر اس کی فکر آپ کے ذمہ نہیں کہ کون ایمان لایا اور کس نے دعوت کو قبول نہیں کیا، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے موقع بموقع اپنے پیارے حبیب کو تسلی دی ہے اور آپ کو مشقت اور تکلیف سے نکالا ہے۔

پیغمبر! آپ ہی کو جھٹلایا نہیں گیا بلکہ!

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ۔

اور یہ جھگڑنے والے لوگ اگر آپ کی تکذیب کرتے ہوں تو آپ مغموم نہ ہوں کیونکہ ان لوگوں سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور اہل مدین بھی تکذیب کر چکے ہیں اور موسیٰ کو بھی کاذب قرار دیا گیا میں نے ان کافروں کو چند روز مہلت دی جیسے آج کے منکروں کو مہلت دے رکھی پھر میں نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا تو دیکھو میرا عذاب کیسا ہوا۔

جب نبی کریمؐ اپنی امت کی ہدایت کے خاطر پوری فکر کے ساتھ انکو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے اور لوگ آپکی بات نہ مانتے اور آپ کو جھٹلاتے تو آپؐ کا دل کڑھتا اور آپ بے چین اور مغموم ہو جاتے اور آپکا غم ان آیات کے نازل ہونے کا ذریعہ بن جاتا جن میں آپ کو طرح طرح سے تسلی دی جاتی۔

چنانچہ آپ کو ایک خاص انداز میں ان آیات میں تسلی دی گئی کہ پیغمبر! آپ کیوں اس قدر غمگین ہو جاتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کہ کسی نبی کو جھٹلایا گیا ہو ہم نے نوحؑ کو

بھیجا تھا یہی پیغام دے کر ان کی قوم نے بھی ان کو جھٹلایا، حضرت ہود کو قوم عاد نے جھٹلایا، حضرت صالحؑ کو قوم ثمود نے جھٹلایا، حضرت ابراہیم کو ان کی قوم نے جھٹلایا، حضرت شعیبؑ کو اصحاب مدین نے جھٹلایا پھر حضرت موسیٰ کو بھی نہیں چھوڑا گیا انکو بھی جھٹلایا گیا اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلاتی ہے تو اس میں غم کرنے کی کوئی بات نہیں ہے، ہمارا دستور یہ ہیکہ ہم ان جھٹلانے والے کافروں کو چند دن کی مہلت دیتے ہیں پھر جب پکڑتے ہیں تو ایسا پکڑتے ہیں کہ ہمارے جیسا پکڑنے والا کوئی دوسرا نہیں، آپؐ کو اس انداز سے بار بار تسلی دی گئی ہے اس قسم کی آیتیں متعدد ہیں جنکو یہاں بیان کرنے سے طوالت کا خوف ہے۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَاالرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ لَوْلَآاُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا۔اَوْيُلْقٰى اِلَيْهِ كَنْزٌاَوْتَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌيَّاْكُلُ مِنْهَاوَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّارَجُلًّامَّسْحُوْرًا اُنْظُرْكَيْفَ ضَرَبُوْالَكَ الْاَمْثَالَ فَلَايَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا۔(۹ الفرقان)

اور یہ کافر لوگ رسول اللہؐ کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ ہماری طرح کھانا بھی کھاتا ہے اور ہماری طرح بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس رسول کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر ڈراتا کہ اس کے پاس کوئی خزانہ آپڑتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے یہ کھایا پیا کرتا اور یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ جب ان کے پاس نہ کوئی فرشتہ ہے نہ خزانہ نہ باغ اور پھر بھی یہ نبوت کا دعوی کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عقل میں فتور ہے اس لئے تم لوگ ایک مسلوب العقل آدمی کی راہ پر چل رہے ہو، اے محمدؐ! دیکھیئے تو یہ لوگ آپ کے لئے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کر رہے ہیں سو گمراہ ہو گئے پھر وہ راہ نہیں پا سکتے۔

حضورؐ اکرم کی شان یہ تھی کہ مکہ کے کفار آپؐ پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے تھے مگر ان اعتراضات کا جواب آپؐ نہیں دیتے تھے بلکہ جواب اللہ تعالی کی طرف سے دیا جاتا تھا، آپؐ کفار کے اعتراضات پر خاموش رہتے یہاں تک کہ خود اللہ تعالی بذریعہ وحی

ان کے اعتراضات کا جواب دیتے چنانچہ قرآن مجید میں متعدد آیتیں ایسی ہیں جن میں ان کے اعتراضات کا جواب دیا گیا۔

مذکورہ آیتیں بھی کفار مکہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات سے متعلق ہیں۔ کفار مکہ کا اعتراض یہ تھا کہ اگر یہ رسول ہوتے تو عام انسانوں کی طرح کیوں کھاتے ہیں، بازاروں میں کیوں چلتے پھرتے ہیں، اللہ تعالی نے اس قسم کے اعتراضات کرنے والوں کو پہلے تو ظالم قرار دیا اور آپؐ پر اس قسم کے اعتراضات کو گمراہی قرار دیا اس طرح حضورؐ کا دفاع رب ذوالجلال نے کیا اور آپؐ کو ان آیات سے تسلی دی گئی کہ آپ حق پر ہیں اور آپ پر اعتراض کرنے والے گمراہ ہیں۔

پیغمبر! کیا آپ اپنی جان دیدینگے؟

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ۔ (۴ الشعراء)

شاید آپ انکے ایمان نہ لانے پر افسوس کرتے کرتے اپنی جان تک دیدینگے اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کردیں پھر ان کی گردنیں اس نشانی کے آنے سے پست ہو جائیں۔

اللہ تعالی نے آپؐ کو ان آیات میں اس طرح تسلی دی ہے کہ اے پیغمبر! آپ کی قوم اگر کفر کرتی ہے اور اسلام سے نفرت کرتی ہے اور آپ کی مخالفت کرتی ہے تو آپ ان کے اس کفر اور انحراف کی وجہ سے اتنا رنج نہ کیجئے کہ جان گھلنے لگ جائے۔

اس آیت سے تبلیغ دین سے متعلق ایک اصول یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ کرنے میں جو تکلیف اور مشقت اٹھائی جائے گی اس میں اعتدال ضروری ہے اور ہمارے کہنے کے باوجود جو شخص ہدایت نہ پائے اس پر زیادہ رنجیدہ اور غمگین نہیں ہونا چاہیے، یہ عین ممکن ہے کہ اس کے مقدر میں ایمان ہی نہ ہو، اس لئے ایسے معاملات میں اعتدال ضروری ہے۔

تبلیغ دین کے سلسلہ میں یہ بھی مناسب نہیں کہ یہ کہہ کر کسی کافر کو دعوت ہی نہ دی جائے کہ یہ تو کافر ہے اسکی تقدیر میں کفر ہی ہے بلکہ جہاں تک ہو سکے اپنی طرف سے کوشش کی جائے گی، اور وہ کفر ہی پر قائم رہا اور دین اسلام کی طرف آنے کیلئے راضی ہی نہ ہوا تو اس سلسلہ میں اتنا غمگین ہونے کی ضرورت نہیں کہ اپنی جان کا بھی لحاظ نہ رہے، ان آیات میں حضورؐ کو ایک طرح کی تسلی دی گئی ہیکہ آپ ان کافروں کے ایمان نہ لانے پر اتنے غمزدہ نہ ہو جائیں کہ آپ کی جان گھٹنے لگے۔

سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۸ میں بھی اللہ تعالی نے نبی کریمؐ کو یوں فرمایا کہ **فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ**، ان (کافروں) پر افسوس کر کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے، اس آیت کے ذریعہ بھی آپؐ کو کافروں کے کفر پر افسوس کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

آپ ﷺ کو تکلیف دینا مومن کا کام نہیں ہے

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا۔ (۵۳ الاحزاب)

تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپؐ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے۔

سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۳ ایک طویل آیت ہے جسکا ایک حصہ ہم نے اوپر نقل کیا ہے اس طویل آیت میں ایمان والوں کو نبیؐ کے گھر میں جانے کا طریقہ سکھایا گیا ہے، اور آپؐ کے مہمان بننے کے آداب سکھائے گئے ہیں تاکہ مہمانوں کی بد سلیقگی اور آداب کی خلاف ورزی سے نبیؐ کو جسمانی یا ذہنی تکلیف نہ ہو، چنانچہ اس آیت کے شروع ہی سے مہمان بننے کے آداب بیان کئے گئے۔

پہلا ادب یہ بیان کیا کہ نبی کے گھر میں نبیؐ کی اجازت کے بغیر داخل نہوں، دوسرا ادب یہ کہ نبیؐ جب کھانے کی دعوت دیں تو وقت سے پہلے ہی نہ چلے جائیں، تیسرا ادب یہ بیان

کیا گیا کہ جب آپؐ کے ہاں کھانا کھالیں تو باتیں کرتے نہ بیٹھ جائیں بلکہ واپس ہو جائیں چوتھا ادب یہ بتایا گیا کہ جب آپؐ کی ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگیں تو پردے کے باہر سے مانگیں اور مجموعی طور پر یہ بات بھی بتلادی گئی کہ ایمان والوں کیلئے یہ مناسب نہیں کہ نبی رحمتؐ کو تکلیف پہنچائیں اور آپؐ کو چونکہ اس سے بھی قلبی تکلیف ہو سکتی ہے کہ آپ کے ازواج مطہرات سے آپ کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد نکاح کیا جائے اس لئے یہ قانون بھی بتلادیا کہ کسی کیلئے بھی جائز نہیں (نہ آپ کی حیات میں جبکہ آپ طلاق دیں یا آپ کے پردہ فرمانے کے بعد) کہ آپ کے ازواج مطہرات سے نکاح کرے اور دوسری آیت میں اس بات کی بھی وضاحت کردی گئی کہ **وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ** آپ کی ازواج مطہرات امت کے ہر فرد کی مائیں ہیں اور ظاہر ہے کہ جب ان کی حیثیت ماں کی ہو گئی تو پھر ان سے نکاح کا تصور بھی ممکن نہیں۔

اس مکمل آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو پہنچنے والی ایذا سے مسلمانوں کو روکا اور ان آداب کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

یہاں یہ بات بھی بتادی گئی کہ جب نبی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو نبی اس تکلیف کو حیا وشرم کی وجہ سے بیان نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ حق بات کو بیان کرنے سے شرم نہیں کرتا، قابل غور مقام ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کا لحاظ رکھا اور اس قسم کے احکامات دیئے گویا یہ آیت بھی پیارے نبیؐ کے حق میں تسلی ہی ہے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ۔ ﴿۷۷ المومن﴾

آپ صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے پھر جس عذاب کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں کچھ تھوڑا سا عذاب اگر ہم آپ کو دکھلادیں یعنی آپ کی موجودگی میں ان پر اسکا نزول ہو جاوے یا اسکے نزول کے قبل ہی ہم آپ کو وفات دیدیں سو ہمارے ہی پاس انکو آنا ہوگا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہؐ خوشی کے ساتھ اس بات کے منتظر تھے کہ

کافروں کو ان کے کفر اور تکذیب کی سزا اور عذاب ملے اس لئے آپؐ کو اس آیت کے ذریعہ تسلی دی جارہی ہے کہ پیغمبر! آپ ذرا صبر کریں اللہ نے جو وعدہ ان کیلئے عذاب کا کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا یا تو آپ کی حیات مبارکہ ہی میں ہوگا یا آپ کی وفات کے بعد، بہر صورت عذاب تو ان پر نازل ہی ہوگا اور آخر کار ان کافروں کو ہمارے ہی پاس تو لوٹ کر آنا ہے یہاں ہو سکتا ہیکہ کوئی یہ کہے کہ آپؐ تو رحمۃ للعالمین ہیں پھر آپ نے اسکو کیسے پسند کیا کہ کافروں کو عذاب ہو، اسکا جواب واضح یہ ہیکہ جن کافروں نے معصوم مسلمانوں پر ظلم کیا تھا ان ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا تو ملنی ہی چاہیے آپؐ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ظالم کو ظلم کی سزا نہ ملے، مجرم کو اسکے جرم کی سزا دینا بھی عین انصاف ہے اسلئے کہ مجرم اسی وقت جرم کرنا چھوڑتا ہے جب کہ مجرم کو اس کے جرم کی سزا دی جائے اگر جرم پر شاباشی دی جائے تو پھر جرائم اور بڑھتے ہیں، سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۴۲ میں بھی آپؐ کو ان کافروں کے سلسلہ میں تقریباً یہی بات کہی گئی ہے جو مذکورہ آیت میں ہے۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ اَوْنُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ۔(۴۲ الزخرف)

پھر ان کافروں کی یہ سرکشی خالی جانے والی نہیں بلکہ اس پر انہیں ضرور سزا دی جائے گی چاہے آپ کی حیات مبارکہ ہی میں ہو چاہے آپ کی وفات کے بعد پس اگر ہم دنیا سے آپ کو اٹھالیں تو بھی ہم ان کافروں سے بدلہ لینے والے ہیں یا اگر ان سے جو ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کی حیات میں ان پر نازل کر کے آپکو بھی دکھلادیں تب بھی کچھ بعید نہیں کیونکہ ہم کو ان پر ہر طرح کی طاقت وقدرت ہے جب ان پر عذاب کا ہونا یقینی ہے تو آپ تسلی رکھیئے اور اطمینان سے اس قرآن پر قائم رہیے جو آپ پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے۔ بیشک آپ سیدھے راستے پر ہیں۔

پیغمبر! آپ کے خلاف جو کچھ کہا جاتا ہے ہم خوب جانتے ہیں

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ۔ (۴۵ ق)

جو کچھ یہ لوگ قیامت وغیرہ کے بارے میں کہہ رہے ہیں ہم تو جانتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے تو آپ قرآن کے ذریعہ سے ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہیے جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔

اس آیت کے ذریعہ آپؐ کو ایک طرح کی تسلی دی گئی ہے کہ پیغمبر! آپ کی اس دعوت دین کے جواب میں قیامت وغیرہ کے سلسلہ میں یہ کافر لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہم اس سے پوری طرح واقف ہیں جب ہم واقف ہیں تو ہم ہی ان کو نمٹ لیں گے ان کو ان کی اس حرکت پر کیا سزا دینا ہے ہم دیدیں گے آپ کی حیثیت تو مبلغ اور داعی کی ہے آپ تو ڈرانے والے اور حقائق سے آگاہ کرنے والے ہیں آپ ان پر زبردستی کرنے والے تو نہیں بس جس کام کیلئے ہم نے آپ کو بھیجا ہے وہ کام کیجئے اور قرآن مجید کے ذریعہ ان لوگوں کو نصیحت کرتے رہیے جو ہماری وعید سے ڈرتے ہیں۔ آپ تبلیغ اور وعظ و نصیحت تو سب کو کریں گے مگر آپ کی نصیحت کا اثر وہی قبول کریگا جو اللہ کے عذاب اور وعید سے ڈرتا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیڑھی راہ پر نہیں ہیں

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ قسم ہے ستارے کی جب وہ جھکے کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے اور نہ وہ ٹیڑھی راہ پر ہیں اور نہ اپنی نفسانی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔

مکہ کے کافر خود گمراہ اور بے دین ہونے کے باوجود آپؐ کو بے راہ اور بددین (نعوذ باللہ) سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ روایتوں میں ایسی باتیں متعدد مرتبہ سننے کو ملتی ہیں

کہ کوئی صاحب نصیب صحابی اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتے تو ان کے کافر دوست یا آقا ان سے یہی کہتے کہ تو بددین ہو گیا، وہ اپنی کج فہمی کی وجہ سے آپ کو گمراہ سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سورۂ نجم کی ان ابتدائی آیات کے ذریعہ تسلی دی اور پوری انسانیت کو یہ بتلادیا کہ آپ کی حقیقت کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ستارہ کی قسم کھا کر یہ بات پوری تاکید کے ساتھ فرمادی کہ یہ تمہارے ساتھ نہ راہ حق سے بھٹکے ہیں اور نہ غلط راستہ اختیار کئے ہوئے ہیں آپ نبی برحق ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ وہی بات اپنی زبان سے کہتے ہیں جو وحی کے ذریعہ سے نازل کی جاتی ہے، جس نبی کی زبان سے اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں نکلتی اس نبی کے بارے میں تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ راہ بھٹک گئے؟ (نعوذ باللہ)

یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کا نہ نام لیا اور نہ آپ کیلئے رسول اور نبی کا لفظ استعمال کیا بلکہ یہاں موقع کی مناسبت سے لفظ "صاحب" استعمال کیا گیا جس کی معنی ساتھی کے ہیں، گویا مکہ کے مشرکین و کفار کو یہ بات بتائی جارہی ہے کہ جس ذات کے بارے میں تم یہ کہہ رہے ہو کہ وہ گمراہ ہے وہ نبی تو تمہارے ساتھی ہیں، کوئی اجنبی شخص تو نہیں ہیں جن کے بارے میں تمہیں شبہ ہو کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے؟ یہ تو وہ ہیں جو اسی سرزمین میں پیدا بھی ہوئے یہیں پروان چڑھے یہیں ان کی جوانی گزری، ان کی زندگی کا کوئی گوشہ تم سے پوشیدہ نہیں، تم نے برسہا برس ان کی سچائی کا امتحان لیا ہے ان کی زبان سے تم نے جھوٹ نکلتا ہوا نہ دیکھا اور نہ سنا، انہوں نے کبھی وعدہ خلافی نہ کی، تم نے ہی انکو امین اور صادق کا خطاب دیا اب تم ہی بتاؤ کہ ایسا پیغمبر کیسے جھوٹا، گمراہ اور بے راہ ہو سکتا ہے، جس شخص نے انسانوں کے معاملہ میں کبھی جھوٹ نہیں کہا غضب ہے کہ تم اس پر الزام لگاتے ہو کہ اس نے خدا تعالیٰ کے معاملہ میں جھوٹ کہا ہے۔ آپ کو ان آیات کے ذریعہ دراصل تسلی دی گئی ہے کہ پیغمبر! آپ تو نیکیوں کا مجسم اور رشد و ہدایت کا پیکر ہیں، آپ تو باطل کے دشمن اور حق کے تابع ہیں آپ سے یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ بے علمی کی وجہ سے گمراہ ہو جائیں یا باوجود علم ہونے کے ٹیڑھا راستہ اختیار کرلیں، آپ ان نصاریٰ کی طرح نہیں ہیں جو گمراہ ہو گئے

اور ان یہودیوں کی طرح نہیں جو جان بوجھ کر حق کے خلاف کرنے لگے، آپ کا علم کامل، آپ کا عمل علم کے مطابق، آپ کا راستہ سیدھا اور آپ کا کوئی فرمان اپنے نفس کی خواہش اور ذاتی غرض سے نہیں ہوتا۔

پیغمبر! آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا ہے

وَالضُّحٰى۔ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى۔

قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے بیزار ہوا۔

یہ آیتیں اس وقت نازل ہوئیں جیسا کہ بخاری و مسلم نے حضرت جندب بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ کی ایک انگلی زخمی ہو گئی اس سے خون جاری ہوا تو آپؐ نے فرمایا تو ایک انگلی ہی تو ہے جو خود آلودہ ہو گئی اور جو کچھ تکلیف تجھے پہنچی وہ اللہ کی راہ میں ہے اس لئے غم کی کیا بات ہے، حضرت جندبؓ نے یہ واقعہ نقل کر کے فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد کچھ روز جبرائیل امینؑ کوئی وحی لے کر نہ آئے تو مشرکین مکہ نے یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ محمد کو ان کے خدا نے چھوڑ دیا اور ناراض ہو گیا، یہ عورت جس نے یہ طعنہ دیا ابولہب کی بیوی ام جمیل تھی، ظاہر ہے کہ اس قسم کا طعنہ آپؐ کیلئے باعث غم ہوا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان آیات سے تسلی دی اور دن کی روشنی اور رات کے قرار کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے نبی رحمتؐ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ پیغمبر! آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ ہی آپ کا رب آپ سے ناراض ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ شاعر ہیں، نہ مجنون اور نہ کاہن

فَذَكِّرْ فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ۔

تو آپ سمجھاتے رہیے کیونکہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں ہاں! کیا یہ

لوگ آپ کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں ہم ان کے بارے میں حادثہء موت کا انتظار کر رہے ہیں آپ فرما دیجئے کہ تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ۔(۴ القلم)ن قسم ہے قلم کی اور قسم ہے ان (فرشتوں) کے لکھنے کی کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں اور بے شک آپ کیلئے ایسا اجر ہے جو ختم ہونے والا نہیں اور بے شک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں، عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کس کو جنون تھا۔

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ(۲۲ التکویر) یہ تمہارے ساتھ رہنے والے مجنون نہیں ہیں۔

ہم نے یہاں تین آیتیں نقل کی ہیں جن تینوں آیتوں میں بھی مشترکہ طور پر اس بات کی نفی کی گئی ہیکہ حضورؐ مجنون نہیں ہیں جیسا کہ مکہ کے کافروں نے آپؐ پر الزام عائد کیا، اور مذکورہ پہلی آیت میں اسکے علاوہ اور دو الزامات کا بھی جواب دیا گیا ہے کفار آپ کو کبھی کاہن کہتے، کبھی شاعر اور کبھی ساحر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان تمام الزامات کی نفی فرمائی ہے مذکورہ پہلی آیت میں آپؐ کا کاہن، مجنون اور شاعر نہ ہونا بتلایا گیا دوسری آیات میں آپؐ کے ساحر (جادوگر) ہونے کی بھی نفی کی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیجا سوالات مت کرو

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔(۱۰۸ البقرہ) ہاں! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے بیجا درخواستیں کرو جیسا کہ اس کے قبل موسیٰ سے بھی درخواستیں کی گئیں۔

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے ایسے سوالات کئے جو بیجا تھے مثلاً یہ کہا کہ ہم آپ کے رب

کو دیکھنا چاہتے ہیں آپ اپنے رب کو دکھایئے، یہ اور اس قسم کے سوالات بنی اسرائیل کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو بنی اسرائیل کے اس عمل سے روکا اور یوں سوال کیا کہ کیا تم بھی اپنے رسول سے ایسی ہی بیجا درخواستیں کرو گے جیسا کہ موسیٰؑ سے درخواستیں کی گئیں، اس سے یہ معلوم ہوا کہ بیجا سوالات اور بے معنی درخواستیں نامناسب ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ** (۱۰۱ المائدہ) اے ایمان والو! ایسی فضول باتیں مت پوچھو جن میں یہ احتمال ہو کہ اگر تم سے ظاہر کر دی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو۔

ظاہر ہیکہ فضول باتیں پوچھنے سے ایک تو نبی کریمؐ کو تکلیف اور ناگواری ہوتی ہے اسلئے کہ نبی کو فضول باتوں سے نفرت ہوتی ہے اور قابل نفرت چیز کا تذکرہ باعث تکلیف ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جو اس چیز کے بارے میں سوال کرے جو حرام نہ تھی پھر اس کے سوال کی وجہ سے حرام ہو گئی۔

ایک مرتبہ حضورؐ سے سوال ہوا کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو پائے تو کیا کرے؟ اگر لوگوں کو خبر کرے تو یہ بڑی بے شرمی کی بات ہے اور اگر چپ ہو جائے تو بڑی بے غیرتی کی بات ہے حضورؐ کو یہ سوال بہت برا معلوم ہوا آخر اسی شخص پر یہ واقعہ پیش آیا، ایک اور حدیث میں ہے کہ فضول بکواس سے اور مال کو ضائع کرنے سے اور زیادہ پوچھ گچھ سے آپؐ منع فرماتے تھے۔

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں کوئی سوال حضورؐ سے کرنا چاہتا تھا تو سال سال بھر گزر جاتا تھا کہ مارے ہیبت کے پوچھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی ہم تو خواہش رکھتے تھے کہ کوئی اعرابی (دیہاتی) آئے اور حضورؐ سے سوال کرے پھر ہم بھی سن لیں۔

مومنو! دربارِ رسالت میں "راعنا" مت کہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۱۰۴ البقرہ)

اے ایمان والو! تم لفظ راعنا مت کہا کرو اور اس کی جگہ لفظ انظرنا کہدیا کرو اور سن رکھو کہ کافروں کو سزائے دردناک ہوگی۔

یہود بے بہبود ہمیشہ آپؐ کی ایذا رسانی اور قلبی طور پر تکلیفیں دینے کی سازشیں کیا کرتے تھے اور اپنی شرارتوں سے پیارے پیغمبرؐ کی دل شکنی کیا کرتے تھے ان کی شرارتوں میں ایک شرارت یہ بھی تھی کہ وہ حضورؐ کی خدمت میں آکر لفظ "راعنا" سے آپ کو خطاب کرتے تھے جس کے معنی یہودیوں کی عبرانی زبان میں ایک بددعا کے ہیں اور وہ اسی نیت سے آپ کے سامنے یہ لفظ ادا کرتے تھے مگر اسی لفظ "راعنا" کے عربی زبان میں معنی یہ ہیں کہ آپ ہماری مصلحت کی رعایت کیجئے ظاہر ہے کہ ایک ہی لفظ ایک زبان میں برے معنی اور دوسری زبان میں اچھے معنی رکھتا ہے، یہودی اس لفظ سے شرارت کر لیا کرتے تھے ان یہودیوں کے اس لفظ کے استعمال کرنے کی وجہ سے لاعلمی میں بعض صحابہ کرام بھی آپؐ کی خدمت میں یہ لفظ "راعنا" استعمال کرتے تھے انہیں اس کے غلط معنی و مطلب کا علم نہیں تھا، وہ یہودی مسلمانوں کی زبان سے اس لفظ کے نکلنے پر خوش ہوتے اور آپس میں ہنسی و مذاق کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اس لفظ کے استعمال سے منع کر دیا کہ نبی کریمؐ کو قلبی اذیت نہ ہو، اور اس لفظ کی جگہ اللہ تعالیٰ نے خود ایک دوسرا لفظ عنایت فرمایا کہ تم دربار رسالت میں انظرنا کا لفظ استعمال کرو راعنا کا لفظ مت کہو۔

اس آیت کے ذریعہ نبی کریمؐ کی گستاخی سے ایمان والوں کو روک دیا گیا جو لاعلمی میں کہہ دیا کرتے تھے، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہودیوں کی ہمیشہ یہ عادت رہی ہے کہ وہ باتوں کو اصلیت سے ہٹا دیتے ہیں اور الفاظ میں کھیل کر لوگوں کو تکلیف دیتے ہیں۔

اے پیغمبر! ہم آپ کیلئے کافی ہیں

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ۔ (۳۶ الزمر)

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ (خاص محمد ﷺ کی حفاظت) کیلئے کافی نہیں اور یہ لوگ ایسے احمق ہیں کہ آپؐ کو ان جھوٹے معبودوں سے ڈراتے ہیں جو خدا کے سواء تجویز کر رکھے ہیں اور جس کو وہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔

کفار مکہ نے رسول کریمؐ اور صحابہ ء کرامؓ کو اس بات سے ڈرایا تھا کہ اگر آپؐ نے ہمارے بتوں کی بے ادبی کی تو ان بتوں کا اثر بہت سخت ہے اس سے آپ بچ نہ سکیں گے ان کے جواب میں کہا گیا کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کیلئے کافی نہیں ہے اسلئے بعض مفسرین نے یہاں بندے سے مخصوص بندے حضرت محمد مصطفیٰؐ کو مراد لیا ہے اگر چہ کہ بعض دوسرے مفسرین نے بندہ سے مراد عام بندہ مراد لیا ہے ایسی صورت میں اس میں ہمارے لئے بھی تسلی ہے۔

بہر حال اس آیت کے ذریعہ بھی پیارے پیغمبرؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کیلئے کافی ہے کوئی بت آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

آپ ﷺ کیلئے ہم کافی ہیں

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ۔ (۹۵ الحجر)

آپ کو جس بات کا حکم کیا گیا ہے اس کو تو صاف صاف سنا دیجئے اور ان مشرکوں کی پرواہ نہ کیجئے یہ لوگ جو آپ پر ہنستے ہیں ان کے شر سے محفوظ رکھنے کیلئے ہم آپ کیلئے کافی ہیں اس آیت میں آپ ﷺ کو ایک خاص انداز میں تسلی دی گئی ہے اور آپ ﷺ کو جس مقصد کے تحت بھیجا گیا تھا اس مقصد میں لگے رہنے کی تلقین کی گئی ہے کہ جو آپ کو حکم دیا گیا وہ آپ کیجئے اس کے جواب میں آپ کو ایذا دی جائے گی آپ کا مذاق اڑایا جائے گا اس سلسلہ میں آپ بے فکر رہیں اسلئے کہ ہم ان ٹھٹھا اڑانے والوں سے نمٹ لیں گے انکی ایذا سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری ہم لیتے ہیں ہم آپ کیلئے کافی ہیں آپ پوری بے فکری کے

ساتھ دین اسلام کو علی الاعلان ظاہر فرما دیجیئے، چنانچہ استہزاء کرنے والے پانچ لیڈر قسم کے آدمی عاص بن وائل، اسود بن عبد المطلب، اسود بن عبد یغوث، ولید بن مغیرہ، حارث بن طلاطلہ کو ایک ہی وقت میں حضرت جبرئیلؑ کے اشارے سے ہلاک کر دیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین بے خبر ہیں

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱ النحل﴾

اور جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں (یعنی ایک آیت کو لفظاً یا معنیً منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم بھیج دیتے ہیں) اور حالانکہ اللہ تعالے جو حکم (پہلی مرتبہ یا دوسری مرتبہ) بھیجتا ہے (اس کی مصلحت و حکمت کو) وہی خوب جانتا ہے کہ جن کو یہ حکم دیا گیا ہے ان کے حالات کے اعتبار سے ایک وقت میں مصلحت کچھ تھی، پھر حالت بدل جانے سے مصلحت اور حکمت دوسری ہو گئی) تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ (معاذاللہ) آپ (خدا پر) افتراء کرنے والے ہیں (کہ اپنے کلام کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، ورنہ اللہ کا حکم ہوتا تو اس کے بدلنے کی کیا ضرورت تھی، کیا اللہ تعالی کو پہلے علم نہ تھا، اور یہ لوگ اس پر غور نہیں کرتے کہ بعض اوقات سب حالات کا علم ہونے کے باوجود پہلی حالت پیش آنے پر حکم دیا جاتا ہے اور دوسری حالت پیش آنے کا اگرچہ اس وقت بھی علم ہے مگر بتقاضائے مصلحت اس دوسری حالت کا حکم اس وقت بیان نہیں کیا جاتا، بلکہ جب وہ حالت پیش آجاتی ہے تو اس وقت بیان کیا جاتا ہے، جیسے طبیب ڈاکٹر ایک دوا تجویز کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس کے استعمال سے حالت بدلے گی اور پھر دوا دوسری دی جائے گی، مگر مریض کو ابتداء میں سب تفصیل نہیں بتلاتا، یہی حقیقت نسخ احکام کی ہے جو قرآن و سنت میں ہوتا ہے، جو حقیقت سے واقف نہیں وہ باغواء شیطانی نسخ کا انکار کرنے لگتے ہیں، اسی لئے اس کے جواب میں حق تعالی نے فرمایا کہ رسول اللہؐ مفتری نہیں) بلکہ انہی میں اکثر

لوگ جاہل ہیں (کہ احکام میں نسخ کو بلکہ کسی کے کلام الٰہی ہونے کے خلاف سمجھتے ہیں) آپ (ان کے جواب میں) فرما دیجئے (کہ یہ کلام میرا بنایا ہوا نہیں بلکہ اس کو) روح القدس (یعنی جبرئیل علیہ السلام) آپ کے رب کی طرف سے حکمت کے موافق لائے ہیں (اس لئے یہ اللہ کا کلام ہے اور اس میں احکام کی تبدیلی بمقتضائے حکمت و مصلحت ہو اور یہ کلام اس لئے بھیجا گیا ہے) تاکہ ایمان والوں کو (ایمان پر) ثابت قدم رکھے اور ان مسلمانوں کے لئے ہدایت اور خوش خبری (کا ذریعہ) ہو جائے۔

جن لوگوں نے آپ ﷺ کے بارے میں یہ کہا کہ آپ اس کتاب کو اپنے طور پر گھڑ لیتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہء نحل کی آیت میں فرمایا **اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ۔** جھوٹ افتراء (گھڑنے) کرنے والے تو یہی لوگ ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ پورے جھوٹے ہیں۔

جن لوگوں نے وقتی طور پر آپ ﷺ کو جھوٹا اور افتراء کرنے والا قرار دیا اللہ تعالیٰ نے اس پیغمبر کی تسلی فرمائی اور قیامت تک کیلئے ان لوگوں کے جھوٹے اور مفتری ہونے کا ثبوت اس کلام الٰہی میں رکھدیا۔

وہ آیتیں جن میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کو کسی کام کا حکم دیا گیا

پیغمبر! آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کیجئے

قَدْنَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۱۴۴ البقرہ)

ہم آپ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں اس لئے آپ کو اسی قبلہ کی طرف ہم متوجہ کر دیں گے جو آپ کو پسند ہے لو پھر ہم حکم ہی دیئے دیتے ہیں کہ اب سے اپنا چہرہ نماز میں مسجد حرام کی طرف کیا کیجئے۔

چونکہ حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیلؑ کا قبلہ بیت اللہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی شریعت کو ملت ابراہیمی کے مطابق قرار دیا اس لئے آپؐ کی دلی خواہش تھی کہ آپ کا اور مسلمانوں کا قبلہ بھی وہی کعبہ قرار دیا جائے جب کہ ابتداء اسلام میں آپؐ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے تھے اور کعبہ کے قبلہ مقرر ہو جانے سے کفار مکہ کے اسلام کی طرف مائل ہو جانے کی توقع بھی تھی ان تمام وجوہات کی بنا پر آپؐ کا جی چاہتا تھا کہ قبلہ کعبۃ اللہ قرار دیا جائے چنانچہ آپؐ کی مرضی کے مطابق تحویل قبلہ کا حکم دیا گیا حضورؐ کو قرآن مجید میں جن کاموں کا حکم دیا گیا ان میں ایک یہ بھی ہے کہ آپؐ کو بیت المقدس کے بجائے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا چنانچہ حکم کے ساتھ ہی آپؐ اور آپؐ کے ساتھ نماز باجماعت پڑھنے والے صحابہ کرام نے اپنا رخ نماز کی حالت ہی میں کعبۃ اللہ کی طرف کر لیا۔ آج بھی وہ مسجد، مسجد قبلتین کے نام سے مشہور ہے جس میں ایک ہی نماز دو قبلوں پر پڑھی گئی تھی۔

پیغمبر! انہیں معاف کر دیجئے

فَاعْفُ عَنْهُمْ۔ (۱۵۹ آل عمران)

جنگ احد کے موقع پر نبی کریمؐ نے پچاس آدمیوں کی ایک جماعت کو ایک امیر کی

نگرانی میں ایک جگہ پر اس تاکید کے ساتھ ٹھہرایا کہ اگر دشمن پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں اور فتح بھی ہو جائے تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا لیکن جب جنگ ہوئی اور ابتدائی مرحلہ میں دشمن پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے اور صحابہ کرام مالِ غنیمت حاصل کرنے لگے تو یہ حضرات جن کو متعینہ جگہ ٹھہرایا گیا تھا وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے ان کا ہٹ جانا ہی جنگ کی حالت کے بدلنے کا ذریعہ بنا اور اسی جگہ سے دشمن نے حملہ کیا جس سے وقتی طور پر پڑی پریشانی ہوئی اور جنگ کا نقشہ بدلنے لگا اگرچہ کہ اس جنگ میں مسلمانوں ہی کو فتح ہوئی لیکن وقتی طور پر پریشانی ہوئی اور نقصان اٹھانا ہوا جس کا اصل سبب ان پچاس حضرات کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا تھا، ظاہر ہے کہ اس صورت حال کی وجہ سے حضور کو بہت تکلیف پہنچی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو ان صحابہ کرام کو معاف کر دینے کا حکم دیا۔

پیغمبر! ان کیلئے استغفار کیجئے

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ (۱۵۹ آل عمران)

اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرام کے بارے میں نہ صرف معاف کر دینے کا حکم دیا بلکہ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعاء مانگنے کا بھی حکم دیا تاکہ ان صحابہ کرام کو تسلی ہو جائے، اور اطمینانِ قلب بھی نصیب ہو۔

پیغمبر! مشورہ لیتے رہا کیجئے

جنگِ احد کے موقع پر ان صحابہ کرام سے جو لغزش ہو گئی تھی اور اس لغزش کی وجہ سے ان کے دلوں میں غم کی جو کیفیت پیدا ہو گئی تھی اس کیفیت کو دور کرنے کیلئے جہاں پہلے معاف کرنے کا حکم دیا اور ان کے حق میں بخشش کی دعاء کرنے کا حکم دیا وہیں ان صحابہ کرام کے غم کو ہلکا کرنے کیلئے آپ کو یہ بھی حکم دیا کہ ان صحابہ کرام سے آپ خاص خاص موقعوں پر مشورے بھی لیتے رہیں تاکہ ان کی دلداری ہو جائے۔ حضور کو اہم امور میں صحابہ کرام سے مشورہ لینے کا حکم بھی دیا گیا۔

پیغمبر! اللہ پر بھروسہ کیجئے

(۱)فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (۱۵۹ آل عمران)جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو خدا تعالی پر اعتماد کریں بے شک اللہ تعالی ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔

(۲)وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا (۸۱ النساء)اور اللہ تعالی کے حوالے کیجئے اور اللہ تعالی کافی کارساز ہے۔

(۳)وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۶۱ الانفال)اگر وہ کفار صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی اس طرف جھک جایئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

(۴)وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (۱۲۳ هود)

اور اسی پر بھروسہ رکھیے اور آپ کا رب ان باتوں سے بے خبر نہیں جو کچھ تم لوگ کررہے ہو۔

(۵)وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا (۳الاحزاب)ترجمہ گزرچکا۔

(۶)وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ (۲۱۷ الشعراء)اور آپ خدائے قادر رحیم پر توکل رکھیے۔

دنیا میں ایک عام انسان کی نگاہ ہوسکتا ہے کہ مادی چیزوں پر ہو اور انہی مادی چیزوں پر اس کا بھروسہ ہو مگر ایک خدا پر ایمان رکھنے والا، ایک خدا کو ماننے والا اور ایک خدا کی قدرت پر یقین رکھنے والا، کبھی اپنی نگاہ ان مادی چیزوں پر نہیں رکھ سکتا وہ اپنے ایمان کے تقاضے کے مطابق زندگی کے ہر موڑ میں ایک اللہ پر اپنی نگاہ رکھتا ہے، اس کا یقین یہ ہوتا ہے کہ وہی اللہ اس کی حفاظت کرے گا، دشمنوں سے وہی اس کو محفوظ رکھے گا جب ایک ایمان والے کے اندر یہ جوہر ہونا چاہیے تو پھر اس ایمان کی دعوت دینے والے پیغمبر کی نگاہ کیسی

ہو گی یہی وجہ ہے کہ آپ کو موقع بموقع یہ حکم دیا گیا کہ آپ اپنا بھروسہ اور اعتماد اسی پروردگار پر رکھیں جو حقیقت میں غالب اور زبردست قوت وطاقت والا ہے، ہم نے یہاں صرف چھ آیات تحریر کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو توکل کا حکم دیا ہے، ویسے اور بھی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس طرف متوجہ کیا ہے چنانچہ آپ نے بارہا اپنی زبان مبارک سے یہ فرمایا عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ،وَهُوَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے۔

پیغمبر! اعراض کیجئے اور منتظر رہیے

(۱)اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَافِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ (۶۳النساء) یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو ان کے دل میں ہے سو آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے۔

(۲)وَاِذَارَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْافِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ(۶۸ الانعام) اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات اور احکام میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں کے پاس بیٹھنے سے کنارہ کش ہو جا یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔

(۳)فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَا نْتَظِرْاِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ(۳۰ الم السجدہ) آپ ان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے اور آپ منتظر رہیے یہ بھی منتظر ہیں۔

(۴)فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَاوَلَمْ يُرِدْاِلَّاالْحَيٰوةَ الدُّنْيَا. (۲۹النجم) سو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے، جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی مقصود نہ ہو۔

ہم نے یہاں چار آیات کا انتخاب کیا ہے جن چاروں آیتوں میں حضور اکرم کو ان لوگوں سے اعراض کرنے کا حکم دیا ہے جو صرف دنیوی زندگی کو اپنا مقصدِ زندگی بناتے ہیں جن کو آخرت کے معاملات سے کوئی دلچسپی اور رغبت نہیں آپ کو ایسے لوگوں سے دور

رہنے کا حکم دیا گیا جو اللہ تعالی کے احکامات میں عیب جوئی کرتے ہیں، بہر حال حضور کو جہاں توکل اور عفو و درگزر کا حکم دیا گیا وہیں کفار و مشرکین سے اعراض کا بھی حکم دیا گیا۔ جس طرح حضورؐ کے زمانے میں کافروں کی حالت تھی آج بعض ضعیف الایمان مسلمانوں کی حالت بھی یہی ہو چکی ہے جو اپنی مجلسوں میں ایسی گفتگو میں مصروف رہتے ہیں جن کی گفتگو سے یہ حالت واضح طور پر سمجھ میں آتی ہیکہ یہ اللہ تعالی کے احکامات کا مذاق اڑا رہے ہیں آج بعض مسلمان انگریزوں کی تعلیم اور ان کی تہذیب سے اس قدر مرعوب ہو چکے ہیں کہ ان کے نزدیک دین اور دین سے متعلق چیزوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

آج بعض مسلمانوں کا مقصد اور ان کی منزل اسی قدر محدود نظر آتی ہے جس قدر اس زمانہ کے کافروں میں تھی کہ دنیوی علوم و فنون اور دنیوی ترقی ہی میں اس قدر مست اور مطمئن ہیں کہ ایسے محسوس ہوتا ہیکہ یہی ان کی زندگی کا مقصد ہے، اور انکی زبانیں اور ان کے دل اللہ، آخرت اور موت کے تذکروں سے خالی ہیں ایسے لوگوں سے ہمیں مرعوب نہیں ہونا چاہیے ان کا اثر قبول کرنے کے بجائے ان پر اپنے اثرات چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

پیغمبر! آپ نصیحت فرمایئے

وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا۔ (۶۳ النساء) اور انکو نصیحت کیجئے، اور ان سے خاص انکی ذات کی اصلاح کے متعلق کافی مضمون کہہ دیجئے۔

اللہ تعالی نے آپؐ کو ناصح اور واعظ بنا کر بھیجا ہے اور آپؐ کو نصیحت کا مجموعہ دے کر بھیجا ہے چنانچہ آپؐ بحیثیت ناصح دنیا میں تشریف لائے ہیں اور قرآن مجید جیسی نصیحت والی کتاب آپؐ کے قلبِ اطہر پر اتاری گئی ہے اسی لئے اللہ تعالی نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا،

يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (۵۷ یونس) اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے، سورۂ نحل کی آیت نمبر ۱۲۵ میں آپؐ کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے۔

سورۂ ق کی آیت نمبر ۴۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَذَکِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ، پس آپ قرآن مجید کے ذریعہ سے ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہیے جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔

سورۂ طور کی آیت نمبر ۲۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَذَکِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِکَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ، تو آپ سمجھاتے رہیے کیونکہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں، سورۂ غاشیہ کی آیت نمبر ۲۱ میں فرمایا گیا فَذَکِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَکِّرٌ نصیحت کر دیا کیجئے کیونکہ آپ تو بس صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔

پیغمبر! اللہ کی راہ میں قتال و جہاد کیجئے

(۱) فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَکَ۔ (۸۴ النسا)

جب جہاد کی ضرورت معلوم ہوئی تو پس آپ اے محمدؐ اللہ کی راہ میں کفار سے قتال کیجئے آپ کو بجز آپ کے ذاتی فعل کے دوسرے شخص کے فعل کا حکم نہیں۔

(۲) یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ (۷۳ التوبة)

اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

(۳) یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۔ (۹ التحریم)

اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

ہم نے یہاں تین آیات کا انتخاب کیا ہے جن تینوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قتال اور جہاد کا حکم دیا ہے معلوم ہوا کہ جن کاموں کے کرنے کا حکم آپ کو دیا گیا ان میں قتال اور جہاد بھی ہے۔

پیغمبر! قرآن کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ۔(۴۸ المائدہ)

ہم نے یہ کتاب (قرآن مجید) آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں آچکی ہیں ان کی بھی تصدیق کرتی ہے اور ان کتابوں کی محافظ ہے تو ان اہل کتاب کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمادیا کیجئے۔

یہودیوں کے چند علماء نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم یہود کے علماء اور پیشوا ہیں اگر ہم مسلمان ہوگئے تو وہ بھی سب مسلمان ہو جائیں گے لیکن ہماری ایک شرط یہ ہے کہ ہمارا ایک مقدمہ آپؐ کی قوم کے لوگوں کے ساتھ ہے ہم یہ مقدمہ آپ کے پاس لائیں گے آپؐ اس میں فیصلہ ہمارے موافق فرمادیں تو ہم مسلمان ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ نے اس پر آپؐ کو متنبہ فرمایا کہ آپ ان لوگوں کے مسلمان ہو جانے کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے خلاف ہرگز فیصلہ نہ دیں چاہے یہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں۔

اس آیت میں آپؐ کو جو حکم دیا گیا ہے وہ یہ کہ آپؐ جو بھی فیصلہ کریں گے اس کی بنیاد اللہ کی نازل کردہ کتاب پر ہو گی۔

آج بھی ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اگر اس کو کوئی فرد یا قوم کسی بھی معاملہ میں حکم (فیصلہ کرنے والا) بنائے تو اس مسلمان کا اولین فریضہ یہ ہے کہ وہ فیصلہ کرنے سے پہلے قرآن مجید اور احادیث شریفہ پر نظر ڈالے اور انہی ہدایات کے موافق فیصلہ کرے، اگر اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کافر ہے، وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ (۴۴ المائدہ) جو لوگ اللہ

کے نازل کئے ہوئے احکام کو واجب نہیں سمجھتے اور ان پر فیصلہ نہیں دیتے بلکہ ان کے خلاف فیصلہ کرتے ہیں وہ کافر و منکر ہیں جن کی سزا دائمی عذاب جہنم ہے، اور اللہ تعالیٰ نے آگے یہ بھی فرمایا وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۴۵ المائدہ) اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ احکام پر فیصلہ نہ کریں وہ ظالم ہیں، اور آگے یہ بھی فرمایا کہ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۴۷ المائدہ) جو کوئی اللہ کے نازل کردہ احکام کے موافق فیصلہ نہ کرے وہ فاسق ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے احکام کے خلاف فیصلہ کرنے والے کافر بھی ہیں، ظالم بھی ہیں فاسق بھی ہیں۔

پیغمبر! نازل شدہ پیغام پہنچادیجئے

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (۶۷ المائدہ) اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچادیجئے اگر (بفرض محال) آپ ایسا نہ کرینگے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام بھی نہیں پہنچایا۔

اس آیت میں آپؐ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اسکو آپ لوگوں تک پہنچادیں اگر آپ نے نازل شدہ ساری باتوں کو پہنچادیا تو آپ نے رسالت کا حق ادا کردیا اور اگر بفرض محال آپ نے لوگوں تک نازل شدہ باتوں کو نہیں پہنچایا تو آپ نے رسالت کا حق بھی ادا نہیں کیا۔

آپؐ نے اپنی ساری زندگی اسی میں لگادی اور لوگوں تک وہ ساری باتیں پہنچادیں جن باتوں کے پہنچانے کی ذمہ داری آپؐ پر ڈالی گئی تھی چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کرام کے سامنے آپؐ نے پوچھا اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ الرِّسَالَةَ، صحابہ! تم بتاؤ کہ کیا میں نے رسالت کے اس پیغام کو پہنچادیا تو سارے صحابہ کرام نے ایک آواز ہو کر کہا

کہ جی ہاں! آپ نے پورا پورا پیغام پہنچادیا۔ پھر آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے خطاب فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اے اللہ تو گواہ رہ کہ میں نے اپنا کام پورا کر دیا۔

پیغمبر! وحی کا اتباع کیجئے

(۱) اِتَّبِعْ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ (۱۰۶ الانعام)

آپ خود اس طریق پر چلتے رہیے جس پر چلنے کی وحی آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور مشرکین کی طرف خیال نہ کیجئے۔

(۲) وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰی اِلَیْکَ (۱۰۹ یونس)

اور آپ اس کا اتباع کرتے رہیے جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے۔

(۳) وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰی اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ۔ (۲۱ الاحزاب)

اور آپ کے پروردگار کی طرف سے جو حکم آپ پر وحی کیا جاتا ہے اس پر چلئے۔

ہم نے یہاں تین آیات کا انتخاب کیا ہے جن میں آپ کو وحی کا اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ آپؐ نے اپنی زندگی میں وہی کیا جو وحی کے ذریعہ کہا گیا جیسا کہ خود آپؐ نے فرمایا اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ۔ (۵۰ الانعام)

میں تو صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میرے پاس وحی آتی ہے۔

آپؐ نے کیا بھی تو وحی کے مطابق اور کہا بھی تو وحی کے مطابق ہی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے بارے میں فرمایا کہ

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کہ آپؐ اپنی خواہشِ نفسانی سے نہیں کہتے جو بھی کہتے ہیں وہی کہتے ہیں جو وحی کی جاتی ہے۔

پیغمبر! درگزر سے کام لیجئے

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰھِلِیْنَ (۱۹۹ الاعراف) سرسری برتاو کو قبول کر لیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کیجئے۔

اس آیت کے نازل ہونے پر حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اعمال واخلاق میں سرسری اطاعت قبول کرنے کا حکم دیا ہے میں نے عزم کرلیا ہے کہ جب تک میں ان لوگوں کے ساتھ ایسا ہی عمل کروں گا۔ (ابن کثیر)

اس آیت میں لفظ عفو کے ایک معنی تو سرسری برتاو کو قبول کرلینے کے ہیں یعنی ظاہری نظر میں سرسری طور پر جو کام کسی سے اچھا ہو اس کو بھلا کام سمجھیے اور باطن کی حالت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیجئے اور جو کام ظاہر میں بھی برا نظر آئے اس میں آپ یہ برتاو رکھیئے کہ انکو نیک کاموں کے کرنے کی تعلیم دیا کیجئے، اور عفو کے دوسرے معنی وہ ہیں جو عموماً لئے جاتے ہیں معافی اور درگزر کرنا، مفسرین کی ایک جماعت "عفو" سے یہی معنی مراد لیتی ہیکہ آپ خطاکاروں کے قصوروں کو معاف کردیجئے۔

ابن جریر طبریؒ نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے جبرئیل امین سے اس آیت کا مطلب پوچھا جبرئیل امین نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنے کے بعد یہ مطلب بتایا کہ اس آیت میں آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص آپ پر ظلم کرے آپ اسکو معاف کردیں اور جو آپ کو کچھ نہ دے آپ اس پر بخشش کریں اور جو آپ سے تعلق توڑلے اس سے بھی آپ ملا کریں۔

بہرحال اس آیت میں آپؐ کو درگزر کرنے، معاف کرنے اور سرسری برتاو کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پیغمبر! صلح کرلیجئے

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۶۱ الانفال) اور اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکیں تو آپ کو بھی اجازت ہیکہ اگر اس میں مصلحت دیکھیں تو اس طرف جھک جایئے اور اللہ پر بھروسہ رکھیئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

حضورؐ کو اس آیت میں ایک خاص حکم دیا گیا ہے کہ اگر کفار کسی وقت صلح کی طرف جھکیں تو آپ کو بھی صلح کی طرف جھک جانا چاہیے، یہ حکم حضورؐ کو جو دیا گیا اختیاری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب کفار صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ کو بھی اختیار ہے اگر مسلمانوں کی مصلحت صلح میں محسوس کریں تو صلح کر سکتے ہیں۔

پیغمبر! مسلمانوں کو ترغیب دیجئے

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِ۔(۶۵ الانفال)

اے پیغمبرؐ! آپ مومنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے۔

حضورؐ کو قرآن مجید میں قتال وجہاد کا بھی حکم دیا گیا جیسا کہ پچھلے مضمون میں گزرا اس آیت میں آپؐ کو اس بات کا حکم دیا جارہا ہیکہ آپ ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب دیں، ان کے دلوں میں مختلف بشارتوں کے ذریعہ جہاد کا جذبہ پیدا کریں، یہی وجہ تھی کہ نبی کریمؐ نے جب بھی باطل کا مقابلہ کرنے کی ضرورت پڑی ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب دی اور اس جہاد کیلئے اپنی جان قربان کرنے اور اپنا مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی تاکہ کافروں کے مقابلہ کیلئے ایک فوج تیار ہو جائے اور ساتھ ہی سامانِ جنگ بھی جمع ہو جائے اور جب پوری تیاری ہو جائے تو پھر حسب موقع جنگ کا آغاز کیا جائے۔

پیغمبر! آپ صبر کیجئے

(۱)**فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ۔(۴۹ ھود)** سو صبر کیجئے یقیناً نیک انجامی متقیوں ہی کیلئے ہے۔

(۲)**وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ(۱۱۵ ھود)** اور صبر کیجئے، اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا صبر ضائع نہیں کرتے۔

(۳)**فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ**

الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا۔(۱۳۰ طٰہٰ) سو آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے دن کے اول و آخر۔

(۴)فَاصْبِرْاِنَّ وَعْدَاللّٰهِ حَقٌّ وَّ لَایَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَایُوْقِنُوْنَ (۶۰الروم) سو آپ صبر کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ بدیقین لوگ آپ کو بے برداشت نہ کرنے پاویں

(۵)اِصْبِرْعَلٰی مَایَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْعَبْدَنَا دَاوٗدَذَاالْاَیْدِ اِنَّهٗ اَوَّابٌ۔ (۱۷ ص) آپ ان لوگوں کے اقوال پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داؤدؑ کو یاد کیجئے جو بڑی قوت و ہمت والے تھے وہ خدا کی طرف رجوع ہونے والے تھے۔

(۶)فَاصْبِرْاِنَّ وَعْدَاللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْلِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِرَبِّكَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ۔(۵۵ المومنون) سو آپ صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہ کی معافی مانگئے اور شام و صبح اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیے۔

(۷)فَاصْبِرْاِنَّ وَعْدَاللّٰهِ حَقٌّ۔(۷۷ المومنون) تو آپ چندے صبر کیجئے، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

(۸)فَاصْبِرْ كَمَاصَبَرَاُولُوالْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَاتَسْتَعْجِلْ۔(۳۵الاحقاف) تو آپ صبر کیجئے جیسے اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا اور ان لوگوں کیلئے انتقام الٰہی کی جلدی نہ کیجئے۔

(۹)وَاصْبِرْلِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَاوَسَبِّحْ بِحَمْدِرَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ اور آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہے کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور اٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجئے۔

(۱۰)فَاصْبِرْلِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَاتَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ۔(۴۸ القلم) تو آپ اپنے رب کی اس تجویز پر صبر سے بیٹھے رہے اور تنگدلی میں مچھلی کے پیٹ میں جانے والے پیغمبر یونسؑ کی طرح نہ ہو جئے۔

(۱۱)فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا (۵ المعارج) سو آپ ان کی مخالفت پر صبر جمیل کیجئے

(۱۲)وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا۔ (۱۰ مزمل)

اور یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں اس پر صبر کیجئے اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جایئے۔

(۱۳)وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (۷ المدثر) اور اپنے رب کی خوشنودی کی خاطر صبر کیجئے۔

(۱۴)فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا (۲۴ الدھر) سو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر مستقل رہیے اور ان میں سے کسی فاسق یا کافر کے کہنے میں نہ آیئے

قرآن مجید میں نبی کریمؐ کو جہاں جہاں صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے ہم نے ان آیات کو یہاں جمع کیا ہے یہاں کل ۱۴ آیات ہیں ان چودہ آیات پر آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر آیت میں نبی کریمؐ کو بالراست صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کبھی تو صبر کا حکم دیتے ہوئے متقیوں کی نیک انجامی بتلائی گئی، کبھی تو صبر کرنے کا حکم دیتے ہوئے نیکوکاروں کے اجر کے ضائع نہ ہونے کی بات بتلائی گئی، کبھی تو کفارِ مکہ کی ظالمانہ گفتگو پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا، کبھی تو صبر کرنے کا حکم دے کر اس حقیقت کا انکشاف کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے، کبھی تو صبر کا حکم دے کر یہ تسلی دی گئی کہ آپؐ ہماری حفاظت میں ہیں، کبھی تو صبر کرنے کا حکم دیا گیا اور حضرت یونسؑ کی طرح نہ ہونے کا حکم دیا گیا، کبھی صبرِ جمیل کا حکم دیا گیا، کبھی صبر کرتے ہوئے رب ذوالجلال کی خوشنودی کو پیش نظر رکھنے کا حکم دیا گیا، کبھی صبر کرنے کا حکم دیا گیا اور کسی فاسق یا کافر کے کہنے میں آنے سے روکا گیا۔

بہر حال آپؐ کو بار بار صبر کی تلقین کی گئی۔

پیغمبر! مسلمانوں پر شفقت کیجئے

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (۸۸ الحجر)

اور مسلمانوں پر شفقت رکھیے۔

نبی کریمؐ کو اس آیت میں ایمان والوں سے متعلق ایک خاص حکم یہ دیا گیا ہے کہ اے پیارے پیغمبر آپ اپنا بازو ایمان والوں کے واسطے جھکا دیجئے یعنی یہ مسلمان اس بات کے مستحق ہیں کہ ان پر شفقت کی جائے ان کی مصلحت کی فکر کی جائے کہ نبی کریمؐ نے حضرت ابوامامہ باہلیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے ابوامامہ! بعض مومن وہ ہیں جن کیلئے میرا دل تڑپتا ہے، آپؐ ایمان والوں کے حق میں اس قدر نرم تھے کہ آپ کی اس نرمی اور شفقت کی وجہ سے سارے صحابہ کرام آپ کو گھیرے ہوئے ہوتے تھے، سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۹ میں آپؐ کے اس وصف خاص کو بیان بھی کیا ہیکہ **فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ**

بعد اسکے خدا ہی کی رحمت کے سبب جو کہ آپ پر ہے آپ ان مسلمانوں کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپؐ خدانخواستہ تند خو سخت مزاج ہوتے تو یہ بیچارے آپؐ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے۔

حضورؐ کی شفقتوں، عنایتوں کی گواہی قرآن مجید نے ایک اور جگہ بھی دی **لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ۔** (۱۲۸ التوبة) اے لوگو! تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی باتیں گراں گزرتی ہیں چاہتے ہیں کہ تم کو کوئی ضرر نہ پہنچے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

پیغمبر! آپ جس کو چاہیں اجازت دیں

فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ (۶۲ النور) تو جب یہ لوگ ایسے مواقع پر اپنے کسی کام کیلئے آپ سے جانے کی اجازت طلب کریں تو ان میں آپ جس کیلئے چاہیں اجازت دیدیا کریں۔

پہلا یہ کہ جب رسول اللہ ﷺ لوگوں کو کسی دینی جہاد وغیرہ کے لئے جمع کریں تو مقتضائے ایمان یہ ہے کہ سب جمع ہو جاویں اور پھر آپ کی مجلس سے بغیر آپ کی اجازت کے نہ جائیں۔ کوئی ضرورت پیش آئے تو حضور ﷺ سے اجازت حاصل کرلیں اور اس میں آنحضرت ﷺ کو یہ ہدایت ہے کہ کوئی خاص حرج اور ضرورت نہ ہو تو اجازت دیدیا کریں اسی ضمن میں ان منافقین کی مذمت ہے جو اس تقاضائے ایمان کے خلاف بدنامی سے بچنے کیلئے حاضر تو ہو جاتے ہیں مگر پھر کسی کی آڑ لے کر چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔

یہ آیت غزوۂ احزاب کے موقع پر نازل ہوئی ہے جب کہ مشرکین عرب اور دوسری جماعتوں کے متحدہ محاذ نے یکبارگی مدینہ پر حملہ کیا تھا رسول اللہ ﷺ نے بمشورۂ صحابہ ان کے حملے سے بچاؤ کیلئے خندق کھودی تھی اسی لئے اس جہاد کو غزوۂ خندق بھی کہا جاتا ہے یہ غزوہ شوال ۵ھ میں ہوا ہے۔ (قرطبی)

بیہقی اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ اس وقت رسول کریم ﷺ بذات خود اور تمام صحابہ خندق کھودنے میں مصروف کار تھے مگر منافقین اول تو آنے میں سستی کرتے اور پھر آکر بھی معمولی سا کام دکھانے کو کر لیتے اور پھر چپکے سے غائب ہو جاتے تھے اس کے برعکس مؤمنین سب کے سب محنت کے ساتھ لگے رہتے اور کوئی مجبوری اور ضرورت پیش آتی تو آنحضرت ﷺ سے اجازت لے کر جاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری)

اس میں آپ کو اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار دیا گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ آپ ان میں سے جسکو چاہیں اجازت دیں، اس کا واضح مطلب یہ بھی نکلا کہ جسکو چاہیں اجازت نہ دیں۔

پیغمبر! اللہ سے ڈرتے رہیے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (الاحزاب) اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں کا اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے بے شک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے۔

وَاتَّقِ اللّٰہَ۔(۳۳ الاحزاب)اور اللہ سے ڈریئے

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا یہاں یقیناً یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آپؐ معصوم ہیں پھر آپ کو کیوں تقویٰ کا حکم دیا گیا؟ اس کا جواب بعض مفسرین نے یہ دیا ہے کہ اس آیت میں اگرچہ خطاب نبی کریمؐ کو ہے مگر مراد امت کو سنانا ہے آپؐ تو یقیناً معصوم تھے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کا آپؐ سے کوئی احتمال اور امکان ہی نہیں تھا مگر قانون پوری امت کیلئے ہے حضورؐ کو خطاب کر کے تقویٰ کا حکم دیئے جانے سے حکم کی اہمیت چونکہ بڑھ جاتی ہے اس لئے یہ اسلوب اختیار کیا گیا۔

پیغمبر! اپنے رب کی عبادت کیجئے

(۱)اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِاللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ (۲الزمر)ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے سو آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہیے۔

(۲)فَاعْبُدْہُ وَتَوَکَّلْ عَلَیْہِ۔(۱۲۳ ھود) تو آپ اسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ رکھیئے۔

(۳)قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَاللّٰہَ۔(۳۶ الرعد) آپ فرما دیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں۔

(۴)وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ۔(۹۹ الحجر)اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ آپ کو موت آجاوے۔

(۵)رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَابَیْنَھُمَافَاعْبُدْہُ وَاصْطَبِرْلِعِبَادَتِہٖ (۶۵مریم)وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان سب چیزوں کا جو ان دونوں کے درمیان میں ہیں پس تم اس کی عبادت کیا کرو اور اس کی عبادت پر قائم رہو۔

(۶)اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ ھٰذِہِ الْبَلْدَۃِ الَّذِیْ حَرَّمَھَا(۹۱النمل) مجھ

کو تو یہی حکم ملا ہیکہ میں اس شہر مکہ کے مالک حقیقی کی عبادت کیا کروں جس نے اسکو محترم بنایا۔

حضور اکرمؐ کو قرآن مجید میں بار بار رب ذوالجلال کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے ہم نے یہاں صرف چھ آیات کا انتخاب کیا ہے جن سے یہ بات معلوم ہو رہی ہیکہ اللہ تعالی نے ان تمام آیات میں ایک ہی کام کا حکم دیا ہے اور وہ ہے عبادتِ رب، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کی عبادت کا حکم نبیوں اور رسولوں کو بھی دیا جاتا ہے اور عبادت کسی کو معاف نہیں ہے چاہے وہ رسول ہوں یا نبی ہوں، جب عبادت نبیوں کو تک معاف نہیں تو پھر ان خود ساختہ پیروں اور مرشدوں کو کیسے اس بات کا حق ملتا ہے جو بڑی بڑی باتیں کہہ کر اپنے اندھے عقیدت مندوں کو الو بناتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم تو یہ ریاکاری والی نماز نہیں پڑھتے ہم دل کی وہ نماز پڑھتے ہیں جو تم نہیں پڑھ سکتے۔ ہائے افسوس صد ہزار افسوس! جس ذات بابرکت کو اللہ تعالی نے ساری انسانیت میں بلند و بالا مقام عطا کیا انکو اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے تو پھر یہ جھوٹے پیر کیا حیثیت رکھتے ہیں انکو کس طرح نماز جیسی اہم عبادت معاف ہو سکتی ہے؟ حضورؐ نے زندگی بھر عبادت فرمائی اور خدا کی قسم جس خشوع و خضوع کے ساتھ آپؐ نے نماز ادا کی ہے دنیا کے کسی ولی، نبی، اور صالح شخص نے بھی ایسی نماز ادا نہیں کی، آپؐ کامل انسان ہیں اور آپ کی نماز بھی کامل ہے اور آپ کا خشوع و خضوع بھی کامل ہے۔

پیغمبر! اللہ سے شیطان کی پناہ مانگیئے

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ ھُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (۳۶ حم السجدہ) اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کچھ وسوسہ آنے لگے تو اللہ سے پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

اس آیت میں حضور اکرمؐ کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ آپ یہ محسوس کریں کہ شیطان آپ کو کچھ وسوسہ دینے کی کوشش کر رہا ہے تو آپ اللہ سے پناہ مانگ لیا کیجئے، آپ کو یہ حکم دے کر دراصل امت محمدیہ کو بالواسطہ یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ جب بھی شیطان کے

تسلط کا اندیشہ مومن و مسلمان محسوس کرے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ سے شیطان کی پناہ مانگ لے تاکہ وہ محفوظ رہ سکے، جب صدق دل سے مومن و مسلمان اللہ سے شیطان کی پناہ مانگے گا تو رب ذوالجلال تو سننے والے ہیں اور دلوں کے احوال سے پوری طرح باخبر بھی ہیں۔

روایتوں میں آتا ہیکہ نبی کریمؐ سے جب حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا کہ کیا شیطان آپ کو بھی وسوسہ دیتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو وسوسہ دینے والا شیطان خود مسلمان ہو گیا۔

پیغمبر! نیک برتاو سے بدی کو ٹال دیا کیجئے

وَلَاتَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَاالسَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَاالَّذِیْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ وَمَايُلَقّٰهَآ اِلَّاالَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَايُلَقّٰهَآ اِلَّاذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ (۳۵ حم السجدہ)

نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی آپ نیک برتاو سے بدی کو ٹال دیا کیجئے پھر یکایک آپ دیکھیں گے کہ آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے یعنی بدی کا بدلہ بدی سے دینے میں تو عداوت بڑھتی ہے اور بدی کے بدلہ میں نیکی کرنے سے عداوت گھٹتی ہے یہاں تک کہ اکثر تو بالکل ہی عداوت جاتی رہتی ہے اور اس معاملہ میں وہ دشمن دوست کے مانند ہو جاتا ہے اور یہ بات ان ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو اخلاق کے اعتبار سے بڑے مستقل مزاج ہیں اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو ثواب کے اعتبار سے بڑا صاحب نصیب ہے۔

حضورؐ کو یہاں جو حکم دیا گیا ہے وہ اس آیت کے ترجمہ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ آپؐ کو بالراست اور آپؐ کی امت کو بالواسطہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کی برائی کا اچھے طریقہ سے دفاع کریں اس طرح کہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ لیں بلکہ معاف ہی کر دیں، بلکہ اس سے بہتر طریقہ یہ اختیار کریں کہ برائی کرنے والے کو معاف ہی کر دیں، اور اس کے ساتھ احسان کا برتاو کریں۔

بعض روایات میں ہیکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کسی شخص نے گالی دی یا برا بھلا کہا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر تم اپنے کلام میں سچے ہو کہ میں مجرم اور خطاکار ہوں اور برا ہوں تو اللہ تعالی مجھے معاف فرمادے اور اگر تم نے جھوٹ کہا ہے تو اللہ تعالی تمہیں معاف فرمادے۔ (قرطبی)

پیغمبر! قیام لیل کیا کیجئے

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ (۲ مزمل)

اے کپڑوں میں لپٹنے والے! رات کو نماز میں کھڑا رہا کرو مگر تھوڑی سی رات۔

یہ وہ آیتیں ہیں جو اسلام کے ابتدائی ایام میں نبی رحمتؐ پر نازل ہوئی ہیں جب کہ ابھی باقاعدہ طور پر پنجوقتہ نمازیں بھی فرض نہیں ہوئی تھیں، ایسے زمانہ میں نبی رحمتؐ کو قیام لیل یعنی رات کے وقت خدا کے دربار میں کھڑے ہو کر عبادت کرنے کا حکم دیا جارہا ہے دوسرے الفاظ میں نماز تہجد کا حکم دیا جارہا ہے، جب قیام لیل کا حکم آیا تو نبی کریمؐ اور صحابہ کرام رات کے اکثر حصے کو نماز تہجد میں صرف فرماتے تھے، یہاں تک کہ ان کے قدم ورم پڑ جاتے پھر **فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ** کے ذریعہ رات کے طویل قیام کی پابندی منسوخ کردی گئی اور اختیار دیا گیا کہ جتنی دیر جس کیلئے آسان ہو سکے اتنا وقت خرچ کرنا نماز تہجد کیلئے کافی ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب پانچ نمازوں کی فرضیت شب معراج میں نازل ہوئی تو نماز تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی البتہ نماز تہجد کو سنت کی حیثیت سے برقرار رکھا گیا، حضورؐ نے ہمیشہ نماز تہجد کی پابندی فرمائی اور اکثر صحابہ کرام کا بھی یہی معمول مبارک رہا۔

بہر حال سورۂ مزمل کی اس آیت میں قیام لیل کا حکم دیا گیا ہے۔

پیغمبر! سختی کیجئے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ (۷۳ التوبہ) اے نبیؐ کفار سے بالسنان اور منافقین سے باللسان

جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے دنیا میں یہ کفار و منافقین اسی سختی کے مستحق ہیں اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

اس آیت شریفہ میں جہاں حضور کو کفار و منافقین سے جہاد کا حلم دیا گیا وہیں انکے ساتھ سختی کرنے کا حکم بھی دیا گیا اس آیت کا مقصد اور منشا یہ ہیکہ کفار اور منافقین اپنی شرارتوں کی وجہ سے جس طرز عمل کے مستحق ہیں اس میں کسی قسم کی رعایت اور نرمی نہ برتی جائے۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ اس جگہ غلظت کا استعمال جو کیا گیا ہے اس سے عملی غلظت مراد ہے یعنی ان کافروں اور منافقوں پر شرعی احکام کے نافذ اور جاری کرنے میں کوئی رعایت اور نرمی نہ کیجئے وہ سختی مراد نہیں ہے جو زبان اور گفتگو میں ہوتی ہے اس لئے کہ کلام اور زبان کی سختی تو انبیاء کی سنت کے خلاف ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام عموماً اور نبی رحمتؐ بالخصوص سخت کلامی، درشت لہجہ اور گالی گلوچ کبھی نہیں کرتے، اللہ تعالی نے تو اس سلسلہ میں وضاحت بھی فرمادی ہے کہ پیارے پیغمبر نرم دل ہیں اگر سخت دل ہوتے بفرض محال تو لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔

حضورؐ کی ترسٹھ سالہ زندگی گواہ ہے کہ آپؐ نے کافروں اور منافقوں کے ساتھ کبھی سخت کلامی اختیار نہیں فرمائی، ہاں! جب حق و باطل کا معاملہ آیا جنگ کے بادل آئے تو آپ نے جہاد ضرور کیا اور دشمن کے ساتھ جو رویہ اختیار کرنا چاہیے وہ رویہ اختیار فرمایا۔

پیغمبر! متعلقین کو نماز کا حکم دیجئے

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ و العاقبة للتقوى. (۳۲طحہ) اور اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہے اور خود بھی اس کے پابند رہے۔ ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے معاش تو ہم آپ کو دیتے ہیں، اور بہتر انجام تو پرہیز گاری ہی کا ہے۔

نبی رحمت کو اس بات کا حکم بھی دیا گیا کہ آپ اپنے متلقین کو نماز کا حکم دیتے رہیں اور اس کے ساتھ ساتھ خود بھی نماز کے پابند رہیں، بعض مرتبہ اپنی نماز کی پابندی کیلئے اس

بات کی شدید ضرورت ہوتی ہیکہ گھر کے دوسرے افراد بھی پابند نماز ہوں، اگر ماحول نماز کی پابندی کا نہ ہو تو طبعی طور پر پابند انسان بھی کوتاہی کرنے لگتا ہے آپ کو دراصل یہ حکم دے کر امت محمدیہ کو بھی اس حکم میں شامل کیا گیا ہے۔

پیغمبر! یہ دعا کیجئے

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (۱۱۴ طٰہٰ)

اور آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھادے۔

آپ کو جہاں عبادت کرنے کا حکم دیا گیا وہیں اس دعاء کے اہتمام کا بھی حکم دیا گیا کہ آپ علم کے سلسلہ میں یہ دعا کریں کہ اے اللہ میرا علم بڑھا دیجئے۔

ہر مسلمان کو چاہے کہ وہ اس آیت کو بطور دعاء کے اپنا وظیفہ بنالے تاکہ وہ علم دین سے آراستہ ہو جائے۔

اس دعا کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو علم حاصل ہوا ہے وہ سینہ میں برقرار رہے گا اور جو ابھی تک حاصل نہیں ہوا ہے وہ علم حاصل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس دعاء کی برکت سے ہمارے سینوں کو علم نبوت کیلئے کھول دے اور اس علم کو ایسا نافع بنادے کہ ہم قبروں میں سو رہے ہوں اور ہمارے علوم سے آنے والی نسلیں مستفید و مستفیض ہوتی رہیں اور جب ہماری یاد آجائے تو وہ ہماری مغفرت کیلئے عموماً اور ہماری قبروں میں روشنی اور وسعت کیلئے خصوصاً دعاء کریں۔ ایک زندہ انسان سے زیادہ مردہ انسان دعاؤں کا محتاج ہوتا ہے۔ (امین)

پیغمبر! اپنے رب کی تسبیح کیجئے

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ (۹۸ الحجر)

آپ اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتے رہے اور نمازیں پڑھنے والوں میں رہیے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو دو کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے ایک کہ آپ اپنے پروردگار کی تسبیح کریں اور دوسرے یہ کہ آپ سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں یعنی نماز پڑھنے والوں میں سے رہیں۔

یہ حکم آپ ﷺ کو ایسے وقت میں بطور خاص کیا گیا ہے جبکہ پچھلی آیتوں میں آپ کے دشمن کفار مکہ کے ٹھٹھا اڑانے کا تذکرہ ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب انسان کو دشمنو ں کی باتوں سے رنج پہونچے اور اسکی وجہ سے دل تنگ ہونے لگ جائے تو اس کا واحد روحانی علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وعبادت میں مشغول رہیں، اس تسبیح کی برکت سے وہ تکلیف ان شاء اللہ دور ہو جائے گی۔

آج ہم مصائب میں تبصرے اور شکوہ شکایت تو بہت کرتے ہیں لیکن اس رب کی طرف رجوع ہو کر اسکی تسبیح اور عبادت نہیں کرتے جس کے ہاتھ میں مصائب کو دور کرنے کی قوت وطاقت ہے۔

پیغمبر! بدعہدوں کو کڑی سزا دیجئے

اَلَّذِیْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا یَتَّقُوْنَ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ (۵۶ الانفال)

آپ جن سے عہد لے چکے ہیں مگر پھر بھی وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں اور وہ عہد شکنی سے ڈرتے نہیں سو اگر آپ لڑائی میں ان لوگوں پر قابو پائیں اور یہ آپکے ہاتھ آئیں تو ان پر حملہ کیجئے اس کے ذریعہ سے اور لوگوں کو جو کہ ان کے علاوہ ہیں منتشر کر دیجئے تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں۔

یہ آیت یہود مدینہ بنو قریظہ اور بنو نضیر سے متعلق ہے، ان کا سردار اور علمبردار کعب ابن اشرف تھا، یہ لوگ اسلام دشمن تھے، حضور ﷺ نے ان یہودیوں سے ایک معاہدہ فرمایا اس معاہدہ کا اہم جزیہ تھا کہ یہود مدینہ مسلمانوں کے خلاف کسی دشمن کو ظاہر یا باطناً امداد

نہیں دیں گے لیکن ان لوگوں نے غزوہء بدر کے وقت عہد شکنی کی، اور مشرکین مکہ کی اسلحہ وغیرہ سے امداد دی، غزوہء احد کے بعد بھی کعب بن اشرف نے مکہ والوں کو مدینہ پر حملہ کرنے پر ابھار کر معاہدہ کی خلاف ورزی کی، اس آیت میں ان کی عہد شکنی کا تذکرہ کیا گیا اور آپ کو ان بدعہدوں کے بارے میں ایک ہدایت دی گئی کہ اگر آپ کسی جنگ میں ان بدعہدوں پر قابو پالیں تو ان کو ایسی سخت اور دردناک سزا دیں جو دوسروں کیلئے عبرت ہو جائے اور ان کے پیچھے جو لوگ ان کے سہارے پر اسلام دشمنی میں لگے ہوتے ہیں وہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ اب خیر اسی میں ہے کہ یہاں سے بھاگ کر اپنی جان بچائیں، مراد اس سے یہ ہے کہ ان کو ایسی سزا دی جائے جس کو دیکھ کر مشرکین مکہ اور دوسرے دشمن قبیلے بھی متاثر ہوں اور آئندہ ان کو مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت وہمت نہ رہے۔

چونکہ ہم یہاں ان آیات کا تذکرہ کر رہے ہیں جن پر آپ کو کسی کام کا حکم دیا گیا ہو یہ آیت بھی انہی آیات میں سے ہے کہ آپ کو یہاں ان یہودیوں کو دردناک سزا دینے اور انہیں منتشر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پیغمبر! ان کا عہد ان کی طرف واپس کر دیجئے

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ (۵۸ الانفال)

اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت یعنی عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو اجازت ہے کہ آپ وہ عہد ان کو اس طرح واپس کر دیجئے یعنی اس طرح اس عہد کے باقی نہ رہنے کی اطلاع کر دیجئے کہ آپ اور وہ اس اطلاع میں برابر ہو جائیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

اس آیت میں آپ کو جنگ اور صلح سے متعلق ایک اہم دفعہ بتلائی گئی ہے جس میں معاہدہ کی پابندی کی خاص اہمیت کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اگر کسی وقت معاہدہ کے دوسرے فریق اور گروہ کی طرف سے خیانت یعنی عہد شکنی کا خطرہ پیدا ہو جائے تو یہ

ضروری نہیں کہ ہم معاہدہ کی پابندی کو بدستور قائم رکھیں لیکن یہ بھی جائز نہیں کہ معاہدہ کو صاف طور پر ختم کر دینے سے پہلے ہم ان کے خلاف کوئی اقدام کریں بلکہ صحیح صورت یہ ہے کہ ان کو اطمینان و فرصت کی حالت میں اس سے آگاہ کر دیا جائے کہ تمہاری بدنیتی یا خلاف ورزی ہم پر ظاہر ہو چکی ہے یا یہ کہ تمہارے معاملات مشتبہ نظر آتے ہیں اس لئے ہم آئندہ اس معاہدہ کے پابند نہیں رہیں گے تم کو بھی ہر طرح اختیار ہے کہ ہمارے خلاف جو کارروائی چاہو کر لو۔

نبی رحمتؐ پر نازل شدہ دین اسلام کس قدر عدل و انصاف کا حامل ہے کہ خیانت کرنے والے دشمنوں کے بھی حقوق کی حفاظت کا خیال رکھتا ہے۔

پیغمبر! پناہ مانگنے والے مشرکین کو پناہ دیدیجئے

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔ (۶ التوبہ)

اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے آپ سے پناہ کا طالب ہو تو ایسی حالت میں اس کو اس کی امن کی جگہ میں پہنچا دیجئے اس سبب سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ پوری خبر نہیں رکھتے اس لئے قدرے مہلت دینا ضروری ہے۔

مشرکین باوجود یہ کہ اپنی شرارتوں، ایذا رسانیوں اور بدعہدیوں سے مسلمانوں کو تکلیف دیا کرتے تھے مگر اس کے باوجود ان مشرکین کیلئے اصلاح اور خیر خواہی کا دروازہ کھلا رکھا گیا چنانچہ اس آیت میں آپ کو یہ ہدایت دی گئی کہ اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو آپ کو پناہ دینی چاہیے تاکہ وہ آپ کے قریب آکر اللہ کا کلام سن سکے، اور اسلام کی حقانیت کو سمجھ سکے، اور صرف یہی نہیں کہ وقتی طور پر اس کو پناہ دے دی جائے بلکہ وہ جب اپنے کام سے فارغ ہو جائے تو اپنی حفاظت اور نگرانی میں اس کو اس مقام تک پہنچانا بھی مسلمانوں کے ذمہ ہے جہاں یہ اپنے آپ کو محفوظ و مطمئن سمجھتا ہے۔

پیغمبر! اپنے آپ کو دین کی طرف متوجہ رکھیئے

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۰۵ یونس)

اپنے آپ کو اس دین (توحید خالص) کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ اور سب طریقوں سے علیحدہ ہو جاو اور کبھی مشرک مت بننا۔

وہ کامل و مکمل دین جو آپ کو عطا کیا گیا وہ ایسا دین ہے کہ یہی دینِ اسلام اللہ کے نزدیک معتبر و مستند ہے جو لوگ اس دین سے ہٹ کر کسی دین کی طرف مائل ہوں گے اور کسی اور دین کو قبول کر لیں گے تو اللہ کے نزدیک وہ قابل قبول نہ ہو گا، یہ وہ دین ہے جس کی طرف ہر انسان کا رخ ہونا چاہیے، سارے باطل ادیان سے بے نیاز اور بیزار ہو کر صرف اور صرف اسی دین اسلام کی طرف متوجہ رہنا ایمان و اسلام کی تعلیمات کا تقاضا ہے۔

اس آیت میں آپ کو یہی حکم دیا گیا کہ آپ اس توحید خالص کے حامل دین کی طرف اس طرح متوجہ رہیں کہ دوسرے سارے طریقوں سے علیحدہ ہو جائیں۔

پیغمبر! نماز کی پابندی کیجئے

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ۔ (۱۱۴ ھود)

اے محمدؐ آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر یعنی اول اور آخر میں اور رات کے کچھ حصوں میں بے شک نیک کام نامۂ اعمال سے مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو یہ بات ایک جامع نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کیلئے۔

اس آیت میں نبی رحمتؐ کو مخاطب کرتے ہوئے آپ کو اور آپ کی پوری امت کو نماز کے قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس آیت میں نماز کا جو حکم دیا گیا ہے اس سے فرض نماز مراد ہے، اور اقامتِ صلوٰۃ سے نماز کی پابندی مراد ہے، کہ پنج وقتہ نمازیں پوری مداومت اور پابندی سے ادا کی جائیں، دن کے دونوں سروں سے مراد فجر اور مغرب کی نماز

ہے، بعض نے دن کے آخری حصہ سے مغرب اور عشاء کی نماز مراد لیا ہے، اور رات کے حصوں کی نماز سے مغرب اور عشاء کی نماز مراد ہے۔

بہر حال آپ کو بالراست اور آپ کی امت کو بالواسطہ نماز کی پابندی کا حکم اس آیت کے ذریعہ دیا گیا ہے۔

پیغمبر! زور شور سے مقابلہ کیجئے

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا۔ (۵۲ الفرقان)

آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجئے اور قرآن سے ان کا زور و شور سے مقابلہ کیجئے۔

چونکہ یہ آیت مکی ہے اور کافروں سے قتال اور جنگ کے احکامات مکی دور میں نازل نہیں ہوئے اس لئے یہاں جہاد کے الفاظ کو قرآن مجید سے مقید کیا گیا اور یہ حکم آپ کو دیا گیا کہ قرآن مجید کے ذریعہ مخالفینِ اسلام سے زور و شور سے جہاد کرو اللہ تعالی کے احکامات کی تبلیغ اور اللہ کی مخلوق کو اللہ سے جوڑنے کی ہر ممکن کوشش کرو اور اس معاملہ میں کافروں کا کہا مت مانو وہ تو تبلیغِ دین سے تم کو روکتے ہی ہیں۔ بہر حال اس آیت میں آپ کو یہ خصوصی حکم دیا گیا۔

پیغمبر! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔ (۲۱۴ الشعراء)

اور آپ اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرایئے۔

عربی زبان میں عشیرہ کنبہ اور خاندان کو کہتے ہیں اور اقربین قریبی رشتہ دار کو کہتے ہیں، آپ کو اس آیت کے ذریعہ یہ ہدایت دی گئی کہ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں، دعوت و تبلیغ کو آسان اور موثر بنانے کا ایک خاص طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنے خاندان کے لوگوں کو دعوت دی جائے ہر بھلائی کے حقدار چونکہ سب سے پہلے خاندان کے لوگ ہوتے ہیں اسلئے آپ کو اس بات کا حکم دیا گیا جب قریبی رشتہ دار اس

تحریک و تبلیغ کے حامی ہو جاتے ہیں تو پھر کام آگے بڑھنے لگتا ہے اسی لئے آپ کو سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں میں تبلیغ دین کا حکم دیا گیا۔

پیغمبر! تلاوتِ قرآن کیجیے

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ۔(۹۲ النمل)

مجھے تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر مکہ کے مالک حقیقی کی عبادت کیا کروں جس نے اسی شہر کو محترم بنایا ہے سب چیزیں اسی کی ہیں اور مجھ کو یہ حکم ہو رہا ہے کہ میں فرمانبردار رہوں اور مجھ کو یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں تم کو قرآن پڑھ پڑھ کر سناؤں۔

یہاں آپ کو عبادت، فرمانبرداری اور تلاوتِ قرآن ان تینوں چیزوں کا حکم دیا گیا ہے، قرآن مجید کی دیگر متعدد آیات آپؐ کے اس وصف کی گواہی دیتی ہیں کہ آپ ایسے نبی ہیں کہ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ کہ لوگوں کے سامنے آیاتِ قرآنی پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں، آپؐ کی تلاوت نے لاکھوں انسانوں کے قلوب کو کفر و شرک کی گندگی سے نکالا اور ایمان و توحید کی نورانیت میں بدل دیا۔

پیغمبر! آپ اسی کے شکر گزار رہیے

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ۔(۶۶ الزمر)

بلکہ آپ اللہ ہی کی عبادت کیجئے اور اسی کے شکر گزار رہیے۔

اس مختصر آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو کاموں کا حکم دیا ہے ایک تو آپ کو عبادتِ الٰہی کا حکم دیا گیا اور دوسرے اسی رب ذوالجلال کا شکر گزار رہنے کی تلقین کی گئی۔

پیغمبر! ثابت قدم رہیے

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ(۱۵ الشوریٰ)

اسی طرح ان کو برابر بلائے جایئے اور جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے اس پر مستقیم رہیے اور ان کی خواہشوں پر نہ چلیے۔

آپ کو دعوتِ دین کے اس اہم ترین کام کو جاری رکھنے کا حکم دیا گیا نیز اس دین پر آپ کو خود مستقیم (ثابت قدم) رہنے کا حکم دیا جس دین کی طرف دعوت دینے کی ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر رکھی گئی۔ کسی بھی کام کا کرنا کمال نہیں ہوتا بلکہ اس کام پر استقامت سے رہنا اور ثابت قدم رہنا کمال ہوتا ہے۔

پیغمبر! آپ قرآن پر قائم رہیے

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

(۴۳ الزخرف) آپ اس قرآن پر قائم رہیے جو آپ پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے کیونکہ آپ بے شک سیدھے رستہ پر ہیں۔

آپ کو اس آیت کے ذریعہ اس بات کا حکم دیا گیا ہے آپ اس قرآن حکیم پر قائم رہیں جو قرآن حکیم کہ آپ پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا، ہم آپ کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ آپ یقیناً سیدھے راستے پر ہیں جب آپ سیدھے راستہ پر ہیں تو پھر آپ کو اس راستہ سے ہٹنے کی حاجت ہی نہیں راستہ سے ہٹنے کی ضرورت ان لوگوں کو ہے جو پہلے ہی سے ٹیڑھے راستہ پر چل رہے ہیں یہ کافر لوگ جو ٹیڑھے راستہ پر چل رہے ہیں وہ آپ کی مخالفت کر رہے ہیں لیکن ان کی مخالفت آپ کو اپنے کام سے باز آنے نہ دے آپ کو اپنا کام کرتے رہنا چاہیے۔

پیغمبر! آپ ان سے بے رخ رہیے

فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۔ (۸۹ الزخرف)

تو آپ ان کافروں سے بے رخ رہیے یوں کہہ دیجئے کہ تم کو سلام کرتا ہوں سو ان کو ابھی معلوم ہو جاوے گا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو دعوتِ دین کے اس اہم فریضہ کی ادائیگی کے موقع پر رب ذوالجلال کی طرف سے یہی تعلیم دی گئی کہ وہ مخالفین کے دلائل اور شبہات کا جواب تو دیدیں لیکن جب مخالفین جہالت و حماقت پر اتر آئیں تو ان کی اس جہالت کا جواب دینے کے بجائے خاموش ہو جائیں اور ان سے اپنا رخ پھیر لیں اور ان سے قطع تعلق کر لیں اور یہاں سلام کرنے سے مراد وہ سلام نہیں جو شریعت میں مروجہ ہے بلکہ اسی سلام سے قطع تعلق کر لینے کا اشارہ ہیکہ ہم خوبصورتی کے ساتھ تم سے اپنا تعلق توڑ لیتے ہیں ہم تم کو سلام کرتے ہیں تم ہم سے جدا ہو جاو ہم تم سے جدا ہو جاتے ہیں۔

پیغمبر! ان کو اسی مشغلہ اور تفریح میں رہنے دیجئے

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَ يَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ

(۸۳الزخرف) آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

آپ کو اس آیت کے ذریعہ سے ایک خاص انداز میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہیکہ آپ ان کافروں کی مخالفت کی طرف توجہ نہ دیجئے اور ان کے ایمان نہ لانے سے غمگین نہ ہو جایئے۔

پیغمبر! اللہ کی طرف متوجہ رہیے

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (۸ المزمل) اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو، اور سب سے تعلق قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو۔

اس ایک آیت میں دو کاموں کا حکم دیا گیا ایک یہ کہ آپ اپنے پروردگار کا ذکر کرتے رہیے، دوسرا یہ کہ خالق کی عبادت میں لگ جایئے، یعنی اللہ کی رضاجوئی اور اس کی عبادت میں لگ جایئے، اور اس عبادت میں غیر اللہ کو شریک نہ کیجئے بلکہ خاص اللہ کیلئے عبادت کیجئے اور یہ بھی کہ اپنے تمام اعمال، افعال اور حرکات و سکنات میں نظر اور بھروسہ صرف اللہ

تعالیٰ پر رہے کسی مخلوق کو نفع یا نقصان کا مالک یا حاجت روا اور مشکل کشا نہ سمجھیں، حضرت ابن زید نے فرمایا کہ "تبتل" کے معنی یہ ہیں کہ تمام دنیا کو چھوڑ دیں اور صرف اس چیز کی طرف متوجہ رہیں جو اللہ کے پاس ہے، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ دنیا کو چھوڑ کر رہبانیت اختیار کر لی جائے، اس لئے کہ رہبانیت کا اسلام میں تصور ہی نہیں ہے، یہاں ترکِ تعلق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تعلق پر کسی دوسری مخلوق کا تعلق غالب نہ آئے۔ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر تعلق دنیا کے پیدا کرنے والے سے ہو جائے۔ آپ کو اس آیت کے ذریعہ یہی حکم دیا گیا ہے۔

اے پیغمبر! اٹھیئے پھر ڈرایئے

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ۔ (۷ مدثر)

اے کپڑے میں لپٹنے والے پیغمبر! اٹھو پھر ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائیاں کرو اپنے کپڑے کو پاک رکھیئے، بتوں سے الگ رہو، اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ زیادہ معاوضہ چاہو، اور پھر اپنے رب کے واسطے صبر کیجئے۔

سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات میں آپ کو چند ہدایات دی گئی ہیں، سب سے پہلے آپ کو مخلوق کی خدمت کیلئے کھڑے ہو جانے اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کا حکم دیا گیا پھر ایک ایسے ماحول میں جہاں رب کے سوا سب کی بڑائیاں ہو رہی تھیں اور ہر ایک کی خدائی کے چرچے تھے وہاں آپ کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ اپنے رب کی بڑائی سے واقف ہیں ان کو زمین و آسمان کے خالق و مالک اور معبودِ حقیقی کی بڑائی بتلادیں تاکہ ان کا رخ اس معبودِ حقیقی کی طرف ہو جائے۔

پھر آپ کو اس بات کا حکم دیا گیا کہ آپ اپنے کپڑوں اور جسم کو ظاہری ناپاکیوں سے پاک رکھیں اور قلب و نفس کو باطل عقائد اور برے خیالات سے اور برے اخلاق سے پاک رکھیں۔

پھر آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ بتوں کو اور، گناہ معصیت کو چھوڑ دیں یہاں یہ سوال

پیدا ہوتا ہے کہ آپؐ یہ ساری چیزیں پہلے ہی سے چھوڑے ہوئے تھے تو آپ کو ان کے چھوڑنے کا حکم کیوں دیا گیا اس کا ایک جواب یہ ہیکہ اب تک جس طرح آپ ان چیزوں کو چھوڑے رہے آئندہ بھی چھوڑے رہیے اور دوسرا جواب یہ کہ دراصل آپؐ کو بالراست حکم دے کر امت کو اس بات کو بالواسطہ تعلیم دی گئی ہیکہ امت ان چیزوں سے دور رہے۔

پھر آپؐ کو یہ ہدایت دی گئی کہ کسی شخص پر احسان اس نیت سے نہ کیجئے کہ جو کچھ اسکو دیا ہے اس سے زیادہ وصول ہو جائیگا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو ہدیہ تحفہ اس نیت سے دینا کہ وہ اسکے معاوضہ میں اس سے زیادہ دیگا مکروہ و مذموم ہے، یہ بات شریفانہ اخلاق کے بھی خلاف ہے پھر آپؐ کو یہ ہدایت دی گئی کہ آپ اپنے رب کے واسطے صبر کریں۔

مجھے یہ حکم دیا گیا

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَاتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔

(۱۴ الانعام) آپ فرمادیجئے مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں اور تم مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا۔

اس آیت میں آپؐ کو ایک کام کا حکم اور ایک کام سے روکا گیا ہے جس کام کا آپؐ کو حکم دیا گیا وہ یہ کہ آپؐ سب سے پہلے عقیدۂ توحید کے علمبردار بن جائیں اور جس چیز سے روکا گیا وہ یہ کہ آپ مشرکوں میں سے نہ ہوں، یعنی وہ لوگ جن کے سینوں میں شرک کی گندگی ہوتی ہے ان لوگوں میں اپنے آپ کو نہ بنائیں بلکہ ایمان والوں میں سے رہیں، آپؐ کو یہ حکم دے کر دراصل پوری انسانیت کو بالواسطہ حکم دیا جارہا ہے کہ وہ اسلام کے دائرہ میں رہیں اور شرک سے دور رہیں

آپ ﷺ کو عدل وانصاف کا حکم دیا گیا

وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ۔(۱۵ الشوری)

اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اپنے اور تمہارے درمیان میں عدل وانصاف رکھوں۔

میرے اور تمہارے درمیان انصاف کے قائم رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو آپؐ اپنی امت پر واجب ولازم قرار دیں اس چیز کو اپنے اوپر بھی لازم قرار دے لیں، ایسا نہیں کہ لوگوں کو تو مختلف احکامات کا مکلف قرار دیں اور خود آزاد ہو جائیں۔

اس سے اسلام کا یہ مزاج معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ احکامات کی تعمیل میں قوموں اور نبیوں کو برابر ذمہ دار بنایا ہے، یہی وجہ تھی کہ آپؐ نے نماز کا حکم دیا تو خود بھی نماز کے پابند رہے بلکہ جس قدر دوسرے نماز میں مصروف ہوتے اس سے کئی گنا زیادہ آپؐ نماز میں مصروف رہتے ایسا ہی حال دوسرے اعمال، معاملات واخلاق میں تھا۔

وہ آیتیں جن میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کو کسی کام سے روکا گیا

پیغمبر! اب آپ کیلئے دوسری عورتوں سے نکاح حلال نہیں

لَایَحِلُّ لَکَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآاَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْاَعْجَبَکَ حُسْنُهُنَّ اِلَّامَامَلَکَتْ یَمِیْنُکَ وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ رَّقِیْبًا(۵۲الاحزاب)

(موجودہ بیویوں کے علاوہ)اور عورتیں آپ کیلئے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان موجودہ بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں کرلیں اس طرح سے کہ ان میں کسی کو طلاق دیدیں اور دوسری عورتوں سے نکاح کرلیں اگرچہ آپ کو ان دوسریوں کا حسن اچھا معلوم ہو مگر جو آپ کی مملوکہ ہو اور اللہ تعالی ہر چیز کا پورا نگران ہے۔

یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ قرآن مجید میں ایمان والوں کو نکاح سے متعلق یہ اختیار دیا گیا ہیکہ وہ چار بیویوں کو بیک وقت رکھ سکتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالی نے یوں ارشاد فرمایا فَانْکِحُوْا مَاطَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ، نکاح کرو عورتوں میں سے جو تم کو پسند ہو دو دو عورتوں سے تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے، اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کو بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے اور چار سے زائد بہ یک وقت بیویوں کے رکھنے کا اختیار نہیں اور یہ بھی اس وقت جب کہ ان کے درمیان عدل وانصاف کرنے کا عزم ہو۔

نکاح سے متعلق احکامات میں حضورؐ کیلئے زیادہ گنجائش رکھی گئی اور اس میں بیسیوں مصلحتیں تھیں آپؐ کو بطور خاص اس بات کی اجازت دی گئی کہ آپ چار سے زائد تک بیویاں بھی ایک ساتھ اپنے نکاح میں رکھ سکتے ہیں، چنانچہ آپؐ کی بہ اختلاف روایت نویا گیارہ بیویاں بیک وقت تھیں۔

آپؐ نے چوپن (۵۴) سال تک ایک بیوی (حضرت خدیجہؓ) کے ساتھ گزارا کیا اور چار پانچ سال حضرت سودہؓ کے ساتھ گزارا اور ۵۸ سال کی عمر میں چار بیویاں جمع ہوئیں اور باقی بیویاں دو تین سال کے اندر آپؐ کے حرم میں داخل ہوئیں۔

پھر اس مذکورہ آیت کے ذریعہ آپ کو دوسری عورتوں سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا اور یہ حکم نافذ کیا گیا کہ اب اسکے بعد آپ کیلئے دوسری عورتوں سے نکاح حلال نہیں اور یہ بھی حلال نہیں کہ موجودہ ازواج میں سے کسی کو طلاق دے کر اسکی جگہ دوسری بدل لیں۔

بہر حال ہم چونکہ یہاں ان آیات کا ذکر کرنا چاہ رہے ہیں جن میں آپ کو کسی نہ کسی کام سے منع کیا گیا ہو، اس موضوع کی یہ بھی ایک آیت ہے۔

پیغمبر! خائن کی طرفداری نہ کیجئے

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰکَ اللّٰہُ وَلَا تَکُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا۔ (۱۰۵ النسا)

بے شک ہم نے آپ کے پاس یہ کتاب بھیجی واقع کے موافق تاکہ فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلادیا ہے آپ ان خائنوں کی طرفداری کی بات نہ کیجئے۔

آپ کو اس آیت میں جس چیز سے منع کیا گیا ہے وہ یہ کہ آپ خائنوں کی طرفداری نہ کریں، اسکا ہرگز یہ مطلب نہ لیا جائے کہ آپؐ نے کسی وقت کسی خائن (خیانت کرنے والے) کی طرفداری کی بلکہ آپ کو ایک اصول بتایا جارہا ہے تاکہ ہمیشہ کیلئے امت محمدیہ کو اس حقیقت سے واقفیت حاصل رہے کہ انہیں ایک امین اور سچے کی طرفداری کرنی ہے ایک جھوٹے خائن کی طرفداری نہیں کرنی ہے، حضورؐ کو خائن کی طرفداری سے منع کیا جارہا ہے اور بالواسطہ امت محمدیہ کو اس سے روکا جارہا ہیکہ وہ کسی بھی خائن کی طرفداری نہ کریں۔

آج لوگ جھوٹے مقدمات اور جھوٹے دعووں کی پیروی کرتے ہیں یا وکالت کرتے ہیں اور جھوٹوں اور فریبوں اور حق مار کر کھاجانے والے ظالموں کی تائید وحمایت کرتے ہیں جو خود سراسر جرم ہے، مجرم کی حمایت بھی جرم ہی ہے۔

منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھیے

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ فٰسِقُوْنَ۔ (۸۴ التوبۃ)

اور ان (منافقین) میں کوئی مر جاوے تو اس کے جنازے پر کبھی نماز نہ پڑھیے، اور نہ دفن وغیرہ کے واسطے اس کی قبر پر کھڑے ہوجیئے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے اس واقعہ کی یہ تفصیل بیان کی گئی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مر گیا تو اس کے صاحبزادے عبداللہؓ جو مخلص مسلمان اور صحابی تھے وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور درخواست کی کہ آپؐ اپنا قمیص مبارک عطا فرمائیں تاکہ میں اپنے باپ کو اس کا کفن پہناؤں، رسول اللہ ﷺ نے اپنا قمیص عطا فرمادیا، پھر حضرت عبداللہ نے یہ بھی درخواست کی کہ آپؐ اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھائیں، آپؐ نے قبول فرمالیا، اور نماز جنازہ کیلئے کھڑے ہوگئے تو حضرت عمر بن خطابؓ نے آپؐ کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا کہ آپؐ اس منافق کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں، حالانکہ اللہ نے آپ کو ان کی نماز جنازہ سے منع فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ میں دعاء مغفرت کروں یا نہ کروں، اور آیت میں جو ستر مرتبہ استغفار پر بھی مغفرت نہ ہونے کا ذکر ہے تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کر سکتا ہوں، آیت سے مراد سورۂ توبہ کی وہی آیت ہے جو ابھی گذر چکی ہے یعنی **اِسْتَغْفِرْلَهُمْ اَوْلَاتَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَاللّٰهُ لَهُمْ**، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی، نماز کے بعد ہی یہ آیت نازل ہوئی، **لَاتُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍمِّنْهُمْ** (چنانچہ اس کے بعد آپؐ نے کبھی کسی منافق کے جنازے کی نماز نہیں پڑھی)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کو منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے روکا گیا اور ان کی تجہیز و تکفین میں شریک ہونے سے بھی منع کیا گیا۔

پیغمبر! مشرکین کیلئے استغفار نہ کیجئے

مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓااَنْ يَّسْتَغْفِرُوْالِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْكَانُوْا

اُولِیْ قُرْبٰی مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ پیغمبرؐ کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کیلئے مغفرت کی دعاء مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔

واقعہ نزول اس آیت کا صحیح بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے چچا ابو طالب اگرچہ مسلمان نہ ہوئے تھے مگر عمر بھر رسول اللہ ﷺ کی حمایت و حفاظت کرتے رہے، اور اس معاملہ میں برادری کے کسی فرد کا کہنا نہیں مانا، رسول اللہ ﷺ کو بھی اس کا بڑا اہتمام تھا کہ کسی طرح یہ کلمہ اسلام پڑھ لیں، اور ایمان لے آئیں تو شفاعت کا موقع مل جائیگا اور یہ جہنم کے عذاب سے بچ جائینگے، مرض وفات میں جب ان کا آخری وقت ہوا تو آنحضرت ﷺ کو بڑی فکر تھی کہ اس وقت بھی کلمہ شریف پڑھ لیں تو کام ہو جائے، چنانچہ اس حالت میں آپؐ ان کے پاس پہونچے، مگر ابو جہل، عبداللہ بن امیہ پہلے سے وہاں موجود تھے، آپؐ نے فرمایا کہ میرے چچا! کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پڑھ لیں تو میں آپ کی بخشش کیلئے کوشش کرونگا، مگر ابو جہل بول اٹھا کہ کیا آپ عبدالمطلب کے دین کو چھوڑ دینگے، رسول اللہؐ نے کئی مرتبہ پھر اپنا کلام دہرایا، مگر ہر مرتبہ ابو جہل کہدیتا، یہاں تک کہ آخری کلام میں ابو طالب نے یہی کہا میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں، اسی حالت میں وفات ہو گئی، اور رسول اللہؐ نے قسم کھائی کہ میں آپ کیلئے برابر استغفار کرتا رہونگا، جب تک مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے، اس پر یہ آیت ممانعت کی نازل ہوئی، جس میں رسول اللہ ﷺ اور سب مسلمانوں کو کفار و مشرکین کیلئے دعاء مغفرت کرنے سے منع فرمادیا گیا، اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپؐ کو مشرکین کے حق میں بخشش کی دعاء کرنے سے منع کیا گیا۔

پیغمبر! قرآن شریف پڑھنے میں عجلت نہ کیا کیجئے

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ (۱۱۴ طٰہٰ)

سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے عالی شان ہے اور قرآن پڑھنے میں قبل اس کے کہ آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہو چکے عجلت نہ کیا کیجئے۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ابتداء وحی میں جب جبرئیل امین کوئی آیت قرآن لے کر آتے اور رسول اللہؐ کو سناتے تو آپؐ ان کے ساتھ ساتھ آیت کو پڑھنے کی بھی کوشش فرماتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یاد سے نکل جائے اس میں آپ پر دوہری مشقت ہوتی تھی اول قرآن کو جبرئیل سے سننے اور سمجھنے کی اس کے ساتھ اس کو یاد رکھنے کیلئے اپنی زبان سے ادا کرنے کی، اللہ تعالیٰ نے سورۂ قیامہ کی اس آیت میں (لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ) یہ اطمینان دلادیا کہ قرآن مجید کا یاد رکھنا آپ کی ذمہ داری نہیں وہ ہمارے ذمہ ہے، ہم خود آپ کو یاد کرادیں گے اس لئے آپ کو جبرئیل امین کے ساتھ پڑھنے اور زبان کو حرکت دینے کی ضرورت نہیں آپؐ صرف اس وقت سنیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی آپؐ کو قرآن کے پڑھنے میں جلدی کرنے سے منع فرمایا اور یہ ہدایت دی کہ آپ یہ دعا پڑھیں، رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔

پیغمبر! نہ بالکل پکار کر پڑھیے اور نہ بالکل آہستہ

وَلَاتَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَاتُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَالِكَ سَبِيْلًا۔

(۱۱۰ بنی اسرائیل) اور اپنی جہری نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے اور نہ بالکل ہی آہستہ پڑھیے بلکہ دونوں کے درمیان ایک متوسط طریقہ اختیار کر لیجئے۔

جب مکہ مکرمہ میں رسول اللہؐ نماز میں بلند آواز سے تلاوتِ قرآن فرماتے تو مشرکین تمسخر واستہزاء کرتے اور قرآن، جبرئیل امین اور خود حق تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ باتیں کہتے تھے اس کے جواب میں اسی آیت کا آخری حصہ نازل ہوا جس میں آپ کو جہر واخفاء میں میانہ روی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی کہ ضرورت تو اس درمیانہ آواز سے پوری ہو جاتی ہے اور زیادہ بلند آواز سے جو مشرکین کو موقع ایذا رسانی کا ملتا تھا اس سے نجات ہو۔

ایک مرتبہ رسول اللہؐ نماز تہجد کے وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ اور فاروق اعظمؓ کے

پاس سے گزرے تو صدیق اکبرؓ تلاوت آہستہ فرمارہے تھے اور فاروق اعظم خوب بلند آواز سے تلاوت فرمارہے تھے رسول اللہؐ نے حضرت صدیق اکبر سے فرمایا کہ آپ ایسا آہستہ کیوں پڑھتے ہیں صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ مجھے جس کو سنانا تھا اس کو سنادیا کیونکہ اللہ تعالی تو ہر خفی سے خفی آواز کو بھی سنتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ کسی قدر جہر سے پڑھا کرو پھر عمر بن خطابؓ سے فرمایا کہ آپ اتنی بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہیں حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ میں نیند اور شیطان کو دفع کرنے کیلئے بلند آواز سے پڑھتا ہوں آپؐ نے ان کو بھی حکم دیا کہ کچھ پست آواز سے پڑھا کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرک سے روکا گیا

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَّآاَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ قَدْضَلَلْتُ اِذًاوَّمَآاَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ۔(۵۶ الانعام)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کی گئی ہے کہ ان کی عبادت کروں جن کی تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے خیالات کا اتباع نہ کروں گا کیونکہ اس حالت میں بے راہ ہو جاوں گا اور راہ پر چلنے والوں میں نہ رہوں گا۔

یہ آیت تشریح کی محتاج ہی نہیں یہ تو اسلام کا ابتدائی درس ہے کہ توحید کو اختیار کیا جائے اور شرک سے بیزاری دل میں پیدا کی جائے، آپ کو اس آیت میں منع کیا گیا اور آپ کی زبانی ہی اس اعلان کا حکم دیا گیا کہ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اس بات سے روکا گیا ہے کہ میں ان چیزوں کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔

یہاں بھی یہ بات ذہن میں رہے کہ آپ کو اس قسم کا حکم دے کر دراصل امتِ محمدیہ کو درس دیا جارہا ہے کہ وہ بھی نبی کریمؐ کی طرح شرک سے پاک ہو کر زندگی گزارے صرف اور صرف ایک رب ذوالجلال کی عبادت کرتی رہے۔

وہ آیتیں جن میں

آپ ﷺ کو

یٰاَیُّھَاالنَّبِیُّ

یا

یٰاَیُّھَاالرَّسُوْلُ

کے ذریعہ خطاب کیا گیا

اے نبی! ہم نے حلال کر دیا آپ کیلئے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ۔(۵۰ الاحزاب) اے نبی! ہم نے آپ کیلئے آپ کی یہ بیبیاں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنیمت میں دلوادی ہیں۔

اس آیت میں آپؐ کو يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی کہہ کر خطاب کیا ہے، اور یہ فرمایا ہے کہ ہم نے حلال کر دیا آپؐ کیلئے آپ کی سب موجودہ ازواج کو جنکے مہر آپ نے ادا کر دیئے ہیں اس آیت کے نزول کے وقت آپؐ کے نکاح میں چار سے زیادہ عورتیں موجود ہیں اور عام مسلمانوں کیلئے چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حلال نہیں تو یہ آپ کی خصوصیت تھی کہ چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنا آپ کیلئے حلال کر دیا گیا۔

ہم نے اس آیت کو یہاں صرف یہ بتلانے کیلئے نقل کیا ہے کہ آپؐ کو یہاں يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ سے خطاب کیا گیا ہے۔

اے نبی! ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔(۴۶ الاحزاب)

اے نبی! ہم نے بے شک آپؐ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے آپ بشارت دینے والے ہیں اور کفار کو ڈرانے والے اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں ایک روشن چراغ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپؐ کو يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ کہہ کر خطاب کیا ہے اور یہ بتادیا ہے کہ ہم نے آپ کو بھیجا ہے جس کے ذریعہ ساری انسانیت کو یہ باور کیا جارہا ہے کہ نبی خود بن کر اس دنیا میں نہیں آتا بلکہ اللہ تعالیٰ نبی بنا کر دنیا میں بھیجتے ہیں، نبی بننا آدمی کے

اپنے اختیار میں نہیں ہوتا، دنیا کی کوئی طاقت انسان کو نبی نہیں بنا سکتی، اس آیت میں یہ بات بھی بتادی گئی ہے کہ آپ کو بحیثیت گواہ، مبشر، نذیر، داعی اور سراج منیر بھیجا گیا ہے جس کی تفصیل پچھلے مضامین میں گزر چکی ہے۔

اے نبی! آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں سے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔ (۲۸ الاحزاب)

اے نبی! آپ اپنی بیبیوں کو فرمادیجئے تم اگر دنیوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال و متاع دیدوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں۔

حضرت جابرؓ کی روایت میں یہ مذکور ہے کہ ازواج مطہراتؓ نے جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ سے اس کا مطالبہ کیا کہ ان کا نان نفقہ بڑھایا جائے، تفسیر بحر محیط میں ابو حیان نے اس کی تشریح یہ بیان کی ہے کہ غزوۂ احزاب کے بعد بنو نضیر پھر بنو قریظہ کی فتوحات اور اموال غنیمت کی تقسیم نے عام مسلمانوں میں ایک گونہ خوش حالی پیدا کر دی تھی، ازواج مطہراتؓ کو اس وقت یہ خیال ہوا کہ ان اموال غنیمت میں سے آنحضرت ﷺ نے بھی اپنا حصہ رکھا ہوگا، اس لئے انھوں نے جمع ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ یہ کسری و قیصر کی بیبیاں طرح طرح کے زیورات اور قیمتی لباسوں میں ملبوس ہیں، اور ان کی خدمت کیلئے کنیزیں ہیں، اور ہمارا حال فقر و فاقہ کا آپ دیکھتے ہیں، اس لئے اب کچھ توسع سے کام لیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے یہ مطالبہ سنا کہ ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو بادشاہوں اور دنیاداروں میں ہوتا ہے تو آپ کو اس سے بہت رنج ہوا کہ انھوں نے بیتِ نبوت کی قدر نہ پہچانی، ازواج مطہراتؓ کو خیال نہ تھا کہ اس سے آپ کو ایذاء پہونچے گی، عام مسلمانوں میں مالی وسعت دیکھ کر اپنے لئے بھی وسعت کا خیال دل میں آگیا تھا۔

اس آیت نے سب ازواجِ مطہرات کو اختیار دیدیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی موجودہ حالت یعنی معاشی عسرت و تنگی کے ساتھ آپؐ کی زوجیت میں رہنا قبول کریں یا پھر آپؐ سے طلاق کے ساتھ آزاد ہو جائیں، پہلی صورت میں ان کو عام عورتوں کی نسبت سے بہت زیادہ اجر عظیم اور آخرت کے خاص درجات عالیہ عطا ہوں گے، اور دوسری صورت یعنی طلاق لینے میں بھی ان کو دنیا کے لوگوں کی طرح کسی تلخی و تکلیف کی نوبت نہیں آئے گی، بلکہ سنت کے مطابق کپڑوں کا جوڑا وغیرہ دے کر عزت کے ساتھ رخصت کیا جائے گا۔ ترمذی نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے اظہار و اعلان کی ابتداء مجھ سے فرمائی اور آیت سنانے سے پہلے فرمایا کہ میں تم سے ایک بات کہنے والا ہوں، مگر تم اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا، بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا، صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ یہ مجھ پر خاص عنایت تھی کہ مجھے والدین سے مشورہ کے بغیر اظہار رائے سے آپ نے منع فرمایا کیونکہ آپ کو یقین تھا کہ میرے والدین مجھے کبھی یہ رائے نہ دیں گے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے مفارقت اختیار کرلوں، میں نے جب یہ آیت سنی تو فوراً عرض کیا کہ کیا میں اس معاملے میں والدین سے مشورہ لینے جاؤں؟ میں تو اللہ کو اور اسکے رسولؐ کو اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں، پھر میرے بعد سب ازواج مطہرات کو قرآن کا یہ حکم سنایا گیا سب نے وہی کہا جو میں نے اول کہا تھا (کسی نے دنیا کی فراخی کو رسول اللہؐ کی زوجیت کے مقابلے میں قبول نہ کیا)

اس آیت میں آپ کو یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ سے خطاب کیا گیا ہے۔

اے نبی! آپ اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے کہہ دیجیے

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۔ (۵۹ الاحزاب) اے پیغمبر! اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادی سے اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ سر سے نیچی کر لیا کریں اپنے چہرے

کے اور تھوڑی سے اپنی چادریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی۔

منافقین کی طرف سے دو طرح کی ایذائیں سب مسلمانوں کو اور رسول اللہ ﷺ کو پہونچتی تھیں، آیات مذکورہ میں ان ایذاؤں کے انسداد کا انتظام ہے، اور اس کے ضمن میں عورتوں کے پردے کے کچھ مزید احکام کا بیان ایک مناسبت سے آیا ہے جو آگے معلوم ہو جائے گا، ان دونوں ایذاؤں میں ایک یہ تھی کہ منافقین کے عوام اور آوارہ قسم کے لوگ مسلمانوں کی باندیوں کنیزوں کو جب وہ کام کاج کیلئے باہر نکلتیں چھیڑا کرتے تھے، اور کبھی کنیزوں کے شبہ میں آزاد عورتوں کو ستاتے تھے، جس کی وجہ سے عام مسلمانوں کو اور رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہونچتی تھی۔

دوسری ایذاء یہ تھی کہ یہ لوگ ہمیشہ ایسی جھوٹی خبریں اڑاتے تھے کہ اب فلاں غنیم مدینہ پر چڑھائی کرنے والا ہے وہ سب ختم کردے گا، آیات مذکورہ میں پہلی ایذاء سے حرائر (آزاد بیبیوں) کو بچانے کا فوری اور سہل انتظام یہ ہو سکتا تھا کہ ان کو یہ لوگ ان کے خاندان کی وجاہت اور حمایت کی وجہ سے بالقصد چھیڑنے کی جرأت نہ کرتے تھے، کبھی کنیزوں کے شبہ میں یہ بھی ان کی چھیڑ چھاڑ کی زد میں آجاتی تھیں، اگر ان کی پہچان ہو جاتی تو یہ نوبت نہ آتی، اس لئے ضرورت پیش آئی کہ آزاد عورتوں کا کوئی خاص امتیاز ہو جائے، تاکہ آسانی کے ساتھ خود بخود ہی کم از کم حرائر تو ان شریروں کے فساد سے فوری طور پر محفوظ ہو جائیں، اور کنیزوں کا دوسرا انتظام کیا جائے۔

دوسری طرف شریعت اسلام نے آزاد عورتوں اور کنیزوں کے پردۂ شرعی میں بضرورت ایک فرق بھی رکھا ہے کہ کنیزوں کا شرعی پردہ وہ ہے جو آزاد عورتوں کا اپنے محرموں کے سامنے ہوتا ہے کہ مثلاً چہرہ کھولنا جو آزاد عورتوں کیلئے اپنے محرموں کے سامنے جائز ہے، کنیزوں کیلئے باہر بھی اس کی اجازت اس لئے دی گئی کہ ان کا کام ہی اپنے آقا اور اس کے گھر کی خدمت ہے جس میں اس کو باہر بھی بار بار نکلنا پڑتا ہے، اور چہرہ اور

ہاتھ مستور رکھنا مشکل ہوتا ہے، بخلاف آزاد عورتوں کے کہ ان کو کسی ضرورت سے باہر نکلنا بھی پڑے تو کبھی کبھی ہوگا جس میں پورے پردے کی رعایت مشکل نہیں، اس لئے آزاد عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ لمبی چادر جس میں مستور ہو کر نکلتی ہیں اس کو اپنے سر پر سے چہرے کے سامنے لٹکا لیا کریں تاکہ چہرے اجنبی مردوں کے سامنے نہ آئیں اس سے ان کا پردہ بھی مکمل ہو گیا، اور باندیوں کنیزوں سے امتیاز خاص بھی ہو گیا، جس کے سبب وہ شریر لوگوں کی چھیڑ چھاڑ سے خود بخود مامون ہو گئیں، اور کنیزوں کی حفاظت کا انتظام ان منافقین کو سزا کی وعید سنا کر کیا گیا کہ اس سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں بھی اپنے نبی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سزا دلوائیں گے۔

آیت مذکورہ میں حرہ (آزاد) عورتوں کے پردہ کیلئے یہ حکم ہوا کہ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ، اس میں یدنین ادناء سے مشتق ہے، جس کے لفظی معنی قریب کرنے کے ہیں اور لفظ عَلَیْهِنَّ کے معنی اپنے اوپر اور جَلَابِیْبُ جلباب کی جمع ہے جو ایک خاص لمبی چادر کو کہا جاتا ہے، اس چادر کی ہیئت کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ وہ چادر ہے جو دوپٹہ کے اوپر اوڑھی جاتی ہے (ابن کثیر) اور حضرت ابن عباسؓ نے اس کی ہیئت یہ بیان فرمائی ہے،

اَمَرَ اللّٰهُ نِسَآءَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا خَرَجْنَ مِنْ بُیُوْتِهِنَّ فِیْ حَاجَةٍ اَنْ یُّغَطِّیْنَ وُجُوْهَهُنَّ مِنْ فَوْقِ رُؤُسِهِنَّ بِالْجَلَابِیْبِ وَیُبْدِیْنَ عَیْنًا وَّاحِدَةً (ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنے سروں کے اوپر سے یہ چادر لٹکا کر چہروں کو چھپالیں اور صرف ایک آنکھ (راستہ دیکھنے کیلئے) کھلی رکھیں۔

بہر حال اس آیت میں بھی آپ کو یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ سے خطاب کیا گیا ہے۔

اے نبی! سختی کیجئے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِالْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔(۷۳ التوبہ) اے نبی کفار سے اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

ہم نے یہاں اس آیت کو اسلئے نقل کیا ہیکہ اس آیت میں اللہ تعالی نے آپ کو یٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ سے خطاب کیا ہے ورنہ یہ آیت اور اسکا مطلب اس سے پہلے "سختی کیجئے" کے عنوان کے تحت آچکا ہے۔

اسی قسم کی آیت سورۂ تحریم کی آیت ۹ بھی ہے، اس آیت کے الفاظ بھی مذکورہ آیت ہی کی طرح ہیں اس آیت میں بھی يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ سے آپ کو خطاب کیا گیا ہے۔

اے نبی! شوق دلایئے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ۔(۶۵ الانفال)

اے نبی آپ مومنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے اگر تم میں کے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں کے سو آدمی ہوں گے تو ہزار کفار پر غالب آجائیں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔

اس آیت میں نبی کریم کو اے نبی! کے ذریعہ خطاب کیا گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ آپ ایمان والوں کو جہاد کی ترغیب دیں، اور یہ حقیقت بھی بتلادی گئی کہ اللہ تعالی کی غیبی مدد مسلمانوں کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے مسلمانوں کا معاملہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں جداگانہ ہوتا ہے یہ ایمان والے تھوڑے ہی ہوتے ہیں مگر بہت سوں پر غالب آسکتے ہیں

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ، بہت سی کم تعداد والی جماعتیں اللہ کے حکم سے کثرت والے مقابل پر غالب آجاتی ہیں۔

چنانچہ غزوۂ بدر میں دس مسلمانوں کو سو آدمیوں کے برابر قرار دے کر یہ حکم دیا گیا کہ اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو دشمنوں پر غالب آجائیں گے اور اگر تم سو ہوں گے تو ایک ہزار دشمنوں پر غالب آجاؤ گے بہر حال ہم نے یہاں اس آیت کو اس لئے منتخب کیا کہ اس آیت میں یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ کے ذریعہ آپ کو مخاطب کیا گیا۔

اے نبی! اللہ آپ کیلئے کافی ہے

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (۶۴ الانفال)

اے نبی! آپ کیلئے اللہ تعالیٰ حقیقت میں کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا ہے وہ ظاہراً کافی ہیں۔

اس آیت میں آپ کو اس بات کی تسلی دی گئی ہے کہ آپ کیلئے حقیقت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کافی ہیں اور ظاہر کے اعتبار سے مومنین کی جماعت کافی ہے آپ کسی بڑے سے بڑے دشمن کی تعداد سے خوف زدہ نہ ہوں، حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ آیت غزوۂ بدر کے میدان میں جنگ شروع ہونے سے پہلے نازل ہوئی تھی تاکہ قلیل التعداد بے سامان مسلمان اپنے مقابل کی بھاری تعداد اور بھاری سامان سے مرعوب نہ ہو جائیں، اور وہ ایسے موقع پر اپنے رب پر بھروسہ رکھیں اور اس کے بارے میں یہ یقین کرلیں کہ وہ کافی ہے۔

اس آیت کو ہم نے یہاں یہ بتانے کیلئے پیش کیا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ سے خطاب کیا ہے۔

اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو!!

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ

مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُاللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّحُدُوْدَاللّٰهِ فَقَدْظَلَمَ نَفْسَهٗ لَاتَدْرِىْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِكَ اَمْرًا۔(۱ الطلاق)

اے پیغمبر! جب تم ایسی عورتوں کو طلاق دینے لگو جن کے ساتھ خلوت ہو چکی ہے کیونکہ عدت کا حکم ایسی عورتوں سے متعلق ہے تو ان کو زمانۂ عدت یعنی حیض سے پہلے یعنی طہر میں طلاق دو اور تم عدت کو یاد رکھو یعنی مرد و عورت سب یاد رکھیں، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے اور ان عورتوں کے رہنے کے گھروں سے انہیں مت نکالو اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں مگر ہاں کوئی کھلی بیحیائی کریں تو اور بات ہے اور سب خدا کے مقرر کئے ہوئے احکام ہیں اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

اس آیت میں حضورؐ کو یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ سے خطاب کیا گیا ہے اس لئے ہم نے اس آیت کو نقل کیا ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو طلاق سے متعلق چند بنیادی احکامات دیئے ہیں تاکہ یہ احکامات آپؐ اور آپ کی امت کیلئے بنیادی دستور بن جائیں جن پر عمل کرنے سے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی ہوگی اور کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہوگی۔ طوالت کے خوف سے ہم نے طلاق سے متعلقہ مسائل کو بالتفصیل بیان نہیں کیا ہے، ضرورت ہو تو اس آیت کی روشنی میں متعلقہ مسائل کا مطالعہ تفسیر کی کتابوں میں دیکھ لیں۔

اے نبی! آپ کیوں حرام فرماتے ہیں؟

يٰاَيُّهَاالنَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَااَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِىْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔(۱ التحریم)

اے نبی! جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے حلال کیا ہے آپ اس کو کیوں حرام فرماتے ہیں اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عائشہؓ وغیرہ سے منقول ہیکہ رسول اللہؐ کا معمول شریف تھا کہ عصر کے بعد کھڑے کھڑے سب بیبیوں کے پاس (خبر گیری کیلئے) تشریف لاتے

تھے، ایک روز ام المومنین زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے اور شہد پیا تو مجھ کو رشک آیا اور میں نے حفصہؓ سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس تشریف لاویں وہ یوں کہے کہ آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے۔ مغافیر ایک خاص قسم کا گوند ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو شہد پیا ہے۔ ان بی بی نے کہا کہ شاید کوئی مکھی مغافیر کے درخت پر بیٹھی ہو اور اس کا رس چوسا ہو (اسی وجہ سے اس شہد میں بھی بدبو آنے لگی) رسول اللہؐ بدبو کی چیزوں سے بہت پرہیز فرماتے تھے اسلئے آپ نے قسم کھالی کہ پھر میں شہد نہ پیوں گا اور اس خیال سے کہ حضرت زینبؓ کا جی بُرا نہ ہو اسکے اخفاء کی تاکید فرمائی مگر ان بی بی نے دوسری سے کہدیا۔ اور بعض روایات میں ہیکہ حضرت حفصہ شہد پلانے والی ہیں اور حضرت عائشہ و سودہ و صفیہ صلاح مشورہ کرنے والی اور بعض روایات میں یہ قصہ دوسری طرح بھی آیا ہے۔ ممکن ہے کہ کئی واقعے ہوں اور ان سب کے بعد یہ آیتیں نازل ہوئی ہوں (بیان القرآن)

خلاصہ ان آیات کا یہ ہے کہ اس واقعہ میں جو رسول اللہؐ نے ایک حلال چیز یعنی شہد کو بذریعہ قسم اپنے اوپر حرام کرلیا تھا یہ فعل جب کہ کسی ضرورت و مصلحت سے ہو تو جائز ہے گناہ نہیں۔ مگر اس واقعہ میں ضرورت ایسی نہ تھی کہ اسکی وجہ سے آپ خود کوئی تکلیف اٹھاویں اور ایک حلال چیز کو چھوڑدیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے یہ کام ازواج مطہرات کو راضی کرنے کیلئے کیا تھا، اور ایسے معاملے میں انکا راضی کرنا آپ کے ذمہ لازم نہ تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے ازروئے شفقت وعنایت فرمایا

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اس آیت میں بھی قرآن کریم کے عام اسلوب کے مطابق رسول اللہ کو آپ کا نام لے کر خطاب نہیں کیا گیا بلکہ **يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ** کے لقب سے خطاب فرمایا گیا جو آپ کا خصوصی اعزاز واکرام ہے اور پھر فرمایا گیا کہ اپنی ازواج کی رضاجوئی کیلئے آپ اپنے اوپر ایک حلال چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں۔ یہ کلام اگرچہ ازروئے شفقت ہو اگر صورت

جواب طلبی کی تھی جس سے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ شاید آپ سے کوئی بڑی غلطی ہو گئی اس لئے ساتھ ہی فرمایا وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یعنی اگر گناہ ہوتا بھی تو اللہ تعالیٰ مغفرت اور معاف کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں بھی آپ کو یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ سے خطاب کیا گیا ہے۔

اے نبی! آپ کہہ دیجئے

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْ اَیْدِیْکُمْ مِّنَ الْاَسْرٰی اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ خَیْرًا یُّؤْتِکُمْ خَیْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۷۰ الانفال)

اے پیغمبر! آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہو گا تو جو کچھ تم سے فدیہ میں لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو دے دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں۔

اس آیت میں بھی نبی کریم کو یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ سے خطاب کیا گیا اور ایک خاص بات آپ کو بتلائی گئی جو غزوۂ بدر کے قیدیوں سے متعلق ہے، تاریخ سے واقف حضرات اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ آپؐ نے جنگِ بدر میں قید ہو کر آنے والے کافروں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا تھا۔

اسلام اور مسلمانوں کے وہ دشمن جنھوں نے ستانے، مارنے، قتل کرنے میں کسی وقت بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور جب موقع مل گیا انتہائی وحشیانہ مظالم ان پر کئے مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہو جانے کے بعد ان کی جان بخشی کر دینا کوئی معمولی بات نہ تھی ان کیلئے بڑی غنیمت اور انتہائی لطف و کرم تھا فدیہ میں جو رقم ان سے لی گئی وہ بھی نہایت معمولی تھی۔

اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم دیکھئے کہ اس معمولی رقم کے دینے سے جو ایک قسم کی تکلیف ان کو پیش آئی اس کو بھی کس طرح رفع فرمایا جاتا ہے۔ آیت مذکورہ میں ارشاد ہے کہ اگر اللہ

تعالی تمہارے دلوں میں کوئی خیر پائیں گے تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے دیں گے۔ اور اس پر مزید یہ کہ تمہارے پچھلے گناہ بخش دیں گے۔ خیر سے مراد ایمان اور اخلاص ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آزاد ہونے کے بعد ان قیدیوں میں جو لوگ ایمان واسلام کو اخلاص کے ساتھ اختیار کرلیں گے تو جو کچھ فدیہ میں دیا ہے اس سے زیادہ اور بہتر انکو مل جائیگا۔ قیدیوں کو آزاد و خود مختار کر دینے کے ساتھ اس طرح دعوت دی گئی کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے نفع و نقصان پر غور کریں۔ چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ ان لوگوں میں سے جو مسلمان ہو گئے اللہ تعالی نے ان کی مغفرت اور جنت کے درجاتِ عالیہ کے علاوہ دنیا میں بھی ان کو اس قدر مال و دولت دے دیا جو ان کے فدیہ سے بدرجہا زائد تھا۔

اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت رسول کریم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے بارہ میں نازل ہوئی تھی کیونکہ وہ بھی بدر کے قیدیوں میں شامل تھے اور ان سے بھی فدیہ لیا گیا تھا۔ ان کی خصوصیت اس معاملہ میں یہ تھی کہ جنگِ بدر میں یہ مکہ سے اپنے ساتھ تقریباً سو گنی سونا لے کر چلے تھے تاکہ وہ لشکرِ کفر پر خرچ کیا جائے۔ اور ابھی یہ خرچ ہونے نہیں پایا تھا کہ وہ مع اس سونے کے گرفتار کر لئے گئے۔

جب فدیہ دینے کا وقت آیا تو انھوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میرے ساتھ جو سونا تھا اس کو میرے فدیہ کی رقم میں لگالیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو مال آپ کفر کی امداد کیلئے لائے تھے وہ تو مسلمانوں کا مال غنیمت بن گیا۔ فدیہ اس کے علاوہ ہونا چاہیئے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا فدیہ بھی آپ ادا کریں۔ عباسؓ نے عرض کیا کہ اگر اتنا مالی بار مجھ پر ڈالا گیا تو مجھے قریش سے بھیک مانگنی پڑے گی میں بالکل فقیر ہو جاؤں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کیوں کیا آپ کے پاس وہ مال موجود نہیں جو مکہ سے روانگی کے وقت آپ نے اپنی زوجہ ام الفضل کے حوالہ کیا ہے۔ حضرت عباس نے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا جب کہ وہ میں نے رات کی تاریکی اور تنہائی میں اپنی بیوی کے سپرد کیا تھا اور کوئی تیسرا آدمی اس سے واقف نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے اس کی پوری تفصیل بتلادی۔ حضرت

عباس کے دل میں یہ سن کر آنحضرت ﷺ کے سچے رسول ہونے کا یقین ہو گیا۔ اس سے پہلے بھی وہ آنحضرت ﷺ کے دل سے معتقد تھے مگر کچھ شبہات تھے جو اللہ تعالیٰ نے اس وقت رفع فرما دیئے اور وہ در حقیقت اسی وقت سے مسلمان ہو گئے۔ مگر ان کا بہت سا روپیہ قریشِ مکہ کے ذمہ قرض تھا۔ اگر یہ اسی وقت اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیتے تو وہ روپیہ مارا جاتا اس لئے اعلان نہیں کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی کسی سے اس کا اظہار نہیں کیا۔ فتح مکہ سے پہلے انہوں نے رسول اللہؐ سے اس کی اجازت چاہی کہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آجائیں مگر حضور ﷺ نے ان کو یہی مشورہ دیا کہ ابھی ہجرت نہ کریں۔

حضرت عباسؓ کی اس گفتگو پر رسول اللہؐ نے آیت مذکورہ میں آیا ہوا وعدہ بھی ان کو بتلا دیا کہ اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا اور اخلاص کے ساتھ مؤمن ہو گئے تو جو کچھ مال فدیہ میں خرچ کیا ہے اس سے بہتر اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرما دیں گے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ اظہارِ اسلام کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں تو اس وعدہ کا ظہور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ کیونکہ مجھ سے بیس (۲۰) اوقیہ سونا فدیہ میں لیا گیا تھا، اس وقت میرے بیس غلام مختلف جگہوں میں تجارت کا کاروبار کر رہے ہیں اور کسی کا کاروبار بیس ہزار درہم سے کم کا نہیں ہے۔ اور اس پر مزید یہ انعام ہیکہ مجھے حجاج کو آبِ زمزم پلانے کی خدمت مل گئی ہے جو میرے نزدیک ایسا گرانقدر کام ہے کہ سارے اہلِ مکہ کے اموال بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتا ہوں۔

ہم نے اس آیت کا اسلئے انتخاب کیا ہیکہ اس میں آپ کو یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ سے خطاب کیا گیا ہے۔

اے رسول! پہنچا دیجئے جو آپ پر اتارا گیا

یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (۶۷ المائدہ)

اے رسولؐ! جو کچھ آپؐ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ لوگوں کو

سب پہنچادیجئے اور اگر بفرض محال آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام بھی نہیں پہنچایا۔

قرآن مجید میں زیادہ تر آپؐ کو یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ کہہ کر پکارا گیا ہے اور بہت کم یٰاَیُّھَاالرَّسُوْلُ کہہ کر پکارا گیا، اس آیت میں آپؐ کو یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ (اے رسول) کہہ کر خطاب کیا گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ جو کچھ آپ پر اتارا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچادیں اس آیت کی تشریح اس سے پہلے ہو چکی ہے۔ "آپؐ مبلغ ہیں" کے عنوان میں ملاحظہ فرمالیں۔

اے کپڑوں میں لپٹنے والے پیغمبر

یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ (۲ مزمل)

اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات۔

یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ (۲ مدثر)

اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو پھر ڈراو۔

ان دو آیتوں میں نبی کریمؐ کو بجائے یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ یا یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ کے دو خاص الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے، وہ ہیں اَلْمُزَّمِّلُ، اَلْمُدَّثِّرُ۔

سوال یہ ہے کہ آپ کو ان دو الفاظ سے کیوں بلایا گیا؟

ان خاص الفاظ کے ساتھ آپؐ کو خطاب کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت آپؐ خوف و فزع کی شدت کے سبب سخت سردی محسوس فرما رہے تھے اس لئے اپنے اوپر کپڑے ڈالنے کیلئے فرمایا یہ کپڑے ڈال دیئے گئے تو آپ ان میں لپٹ گئے۔

واقعہ اس کا صحیحین بخاری و مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت سے یہ ہے کہ رسول اللہؐ فترتِ وحی کے زمانے کا ذکر فرما رہے تھے فترت کے لفظی معنی ست یا بند ہو جانے کے ہیں، واقعہ اس کا یہ پیش آیا تھا کہ سب سے پہلے غار حرا میں نبی کریمؐ پر جبرئیل امین نازل ہوئے اور سورۂ اقرا کی ابتدائی آیتیں آپ کو سنائیں۔ یہ فرشتے کا نزول اور وحی کی شدت

پہلے پہل تھی جس کا اثر طبعی طور پر ہوا اور رسول اللہؐ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لے گئے سخت سردی محسوس کر رہے تھے اس لئے فرمایا زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ یعنی مجھے ڈھانپو مجھے ڈھانپو۔ اس کے بعد کچھ دنوں تک یہ سلسلہ وحی کا بند رہا اس زمانے کو جس میں سلسلہ وحی بند رہا زمانۂ فترت الوحی کہا جاتا ہے آپ نے اس زمانۂ فترت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک روز میں چل رہا تھا کہ اچانک میں نے آواز سنی تو نظر آسمان کی طرف اٹھائی دیکھتا کیا ہوں کہ وہی فرشتہ جو غارِ حراء میں میرے پاس آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان ایک معلق کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ مجھے ان کو اس ہیئت میں دیکھ کر پھر وہی رہب و ہیبت کی کیفیت طاری ہو گئی جو پہلی ملاقات کے وقت ہو چکی تھی میں واپس اپنے گھر چلا آیا اور گھر والوں سے کہا کہ مجھے ڈھانپ دو اس پر یہ آیت نازل ہوئی یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ اس حدیث میں آیت یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ کے نزول کا ذکر ہے ہو سکتا ہے کہ اسی حالت کو بیان کرنے کیلئے یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ کا خطاب بھی آیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ مزمل کے لقب کا واقعہ الگ ہو جو خلاصۂ تفسیر میں بیان ہوا ہے، اس عنوان سے خطاب کرنے میں ایک خاص لطف و عنایت کی طرف اشارہ ہے جیسے محبت و شفقت میں کسی کو اس کی وقتی حالت کے عنوان سے محض تلطف کے لئے خطاب کیا جاتا ہے (روح المعانی) اس عنوانِ خاص سے خطاب فرما کر آپ کو نماز تہجد کا حکم اور اس کی کچھ تفصیل بتلائی گئی ہے۔

اور یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ کے ذریعہ خطاب فرما کر لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا حکم دیا گیا۔

بہر حال آپ کو یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ اور یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ان دونوں الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔

وہ آیتیں جن سے

یہ معلوم ہوتا ہے کہ

آپ ﷺ پر

کیا کیا احسانات، انعامات

اور عنایتیں کی گئیں؟

پیغمبر! ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو نماز میں مکرر پڑھی جاتی ہیں اور وہ قرآن عظیم دیا۔

وہ سورۂ فاتحہ جو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے جس کو ام القرآن کا خطاب دیا گیا یہی وہ سورت ہے جس کو فاتحۃ الکتاب کہا گیا اور اسی کو سبع مثانی بھی کہا گیا کہ اس میں سات آیتیں ہیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں، اور یہی سورۂ فاتحہ قرآن عظیم بھی ہے جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے، یہ ایسی سورت ہے کہ ایسی سورت نہ تورات میں ہے نہ انجیل میں اور نہ قرآن مجید میں سورۂ فاتحہ جیسی کوئی سورت ہے۔

حضورؐ نے سورۂ فاتحہ کو تمام قرآن میں بہترین سورت قرار دیا مسلم اور نسائی میں یہ حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امینؑ بیٹھے ہوئے تھے کہ اوپر سے ایک زوردار دھماکے کی آواز آئی، حضرت جبرئیل امینؑ نے اوپر دیکھ کر فرمایا آج آسمان کا وہ دروازہ کھلا ہے جو کبھی نہیں کھلا تھا، پھر وہاں سے ایک فرشتہ حضورؐ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے خوش ہو جایئے، دو نور آپ کو ایسے دیئے گئے ہیں کہ آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیئے گئے، سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں ایک ایک حرف پر ان میں سے نور ہے۔

بہر حال آپؐ پر جہاں اللہ تعالیٰ نے اور انعامات و احسانات فرمائے وہیں یہ بھی احسان فرمایا کہ آپ کو سورۂ فاتحہ عطا کی گئی۔

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ مقام محمود میں جگہ دے گا

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (۷۹ بنی اسرائیل) اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی نماز ادا کریں یعنی اس میں نماز تہجد پڑھا کریں جو کہ آپ کیلئے ایک زائد چیز ہے امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔

اس آیت میں آپ کو نماز تہجد کا حکم دیا گیا اور اسی کے ساتھ یہ بات بتلائی گئی کہ امید ہیکہ آپ کو آپ کا رب مقام محمود میں جگہ دیگا۔ اللہ تعالی کی طرف سے یہ وعدہ کیا گیا ہے تمام انبیاء کرام میں صرف آپ کو یہ مقام عطا کیا جائے گا کہ آپ مقامِ محمود پر فائز ہونگے۔

صحیح احادیث کی روشنی میں یہ بات کہی جائے گی کہ مقام محمود سے مراد شفاعت کبری کا مقام ہے کہ جس وقت میدانِ محشر قائم ہوگا اور ساری انسانیت جمع ہوگی اور سارے بنی آدم ہر نبی اور پیغمبر سے شفاعت کی درخواست کریں گے تو تمام انبیاء عذر کردیں گے صرف رسول اللہ کو یہ شرف عطا ہوگا کہ تمام بنی آدم کی شفاعت فرمائیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ کو بطورِ خاص یہ مقامِ محمود عطا کیا جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تین نعمتیں بھی دی گئیں

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ یُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَ یَہْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا وَّ یَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا (۳ الفتح) بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تاکہ اللہ تعالی آپ کے سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے اور آپ پر اپنے احسانات تکمیل کردے اور آپ کو سیدھے راستہ پر لے چلے اللہ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو۔

آپ کی اگلی پچھلی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کیا گیا۔

صراطِ مستقیم کی ہدایت دی گئی اور اللہ تعالی کی مدد و اعانت کا ایک بڑا حصہ اور درجہ عنایت کیا گیا۔

یہ تین نعمتیں ہیں جن کے دیئے جانے کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے، یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ جب انبیاء کرام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں تو پھر ان کی معافی کا کیا مطلب؟ جواب یہ ہے کہ آپ اور دیگر انبیاء کرام کے حق میں جہاں کہیں ذنب اور عصیان وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے گئے وہاں ایسے کام مراد نہیں جو ناجائز یا حرام ہیں بلکہ

نبوت کے بلند مقام کے اعتبار سے کسی افضل چیز کو چھوڑ کر غیر افضل کو اختیار کرنے کو قرآن مجید نے ذنب یا عصیان سے تعبیر کیا ہے۔

بہر حال آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی یہ عنایتیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعہ یہ سرٹیفیکٹ دیدی کہ آپؐ بخشے بخشائے ہیں، ہدایت کی راہ پر قائم ہیں آپ کا ہر قول، ہر عمل، اور آپ کی ہر ادا سر تاپا ہدایت ہے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ غلبہ عطا فرمایا کہ آپ سارے انسانوں پر غالب، آپ کا دین تمام دینوں پر غالب اور آپ پر اترا ہوا قرآن تمام کتابوں پر غالب ہے۔

ہم نے آپ ﷺ کو کوثر عطا کی

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (۳ الکوثر) بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے، آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

ابن ابی حاتم نے سدی سے اور بیہقی نے دلائل نبوت میں حضرت محمد بن علی بن حسینؓ سے نقل کیا ہیکہ جس شخص کی اولاد ذکور مر جائے اس کو عرب اَبتر کہا کرتے تھے یعنی مقطوع النسل۔ جس وقت نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے قاسم یا ابراہیم کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تو کفار مکہ آپ کو ابتر کہہ کر طعنہ دینے لگے ایسا کہنے والوں میں عاص بن وائل کا نام خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے اس کے سامنے جب رسول اللہ کا ذکر کیا جاتا تو کہتا تھا کہ ان کی بات چھوڑو یہ کچھ فکر کرنے کی چیز نہیں کیونکہ وہ ابتر (مقطوع النسل) ہیں جب ان کا انتقال ہو جائے گا ان کا کوئی نام لینے والا بھی نہ رہے گا، اس پر سورۂ کوثر نازل ہوئی۔

اور بعض روایات میں ہے کہ کعب بن اشرف یہودی ایک مرتبہ مکہ مکرمہ آیا تو قریشِ مکہ اس کے پاس گئے اور کہا کہ آپ اس نوجوان کو نہیں دیکھتے جو کہتا ہے کہ وہ ہم سب سے (دین کے اعتبار سے) بہتر ہے حالانکہ ہم حجاج کی خدمت کرنے والے اور بیت اللہ کی حفاظت کرنے والے اور لوگوں کو پانی پلانے والے ہیں، کعب نے یہ سن کر کہا کہ نہیں تم لوگ اس سے بہتر ہو، اس پر یہ سورۂ کوثر نازل ہوئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ کفار مکہ جو رسول اللہ ﷺ کے پسری اولاد نہ رہنے کے سبب ابتر ہونے کے طعنے دیتے تھے یا دوسری وجوہ سے آپ کی شان میں گستاخی کرتے تھے ان کے جواب میں سورۂ کوثر نازل ہوئی ہے جس میں ان کے طعنوں کا جواب بھی ہے کہ صرف اولاد نرینہ کے نہ رہنے سے آپ کو مقطوع النسل یا مقطوع الذکر کہنے والے حقائق سے بے خبر ہیں۔ آپ کی نسل نسبی بھی انشاء اللہ دنیا میں تا قیامت باقی رہے گی اگرچہ دختری اولاد سے ہو اور نسل معنوی یعنی آپ پر ایمان لانے والے مسلمان جو در حقیقت نبی کی اولادِ معنوی ہوتے ہیں وہ تو اس کثرت سے ہونگے کہ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں سے بھی بڑھ جائیں گے۔ اور اس میں رسول اللہ کا اللہ کے نزدیک مقبول اور مکرم و معظم ہونا بھی مذکور ہے جس سے کعب بن اشرف کے قول کی تردید ہو جاتی ہے۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ، امام بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ "کوثر وہ خیرِ کثیر ہے جو اللہ تعالی نے آپ کو عطا فرمائی ہے"۔ امامِ تفسیر مجاہد نے کوثر کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ دنیا و آخرت دونوں کی خیر کثیر ہے اس میں جنت کی خاص نہر کوثر بھی داخل ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہمارے درمیان تھے اچانک آپ پر ایک قسم کی نیند یا بیہوشی کی سی کیفیت طاری ہوئی پھر ہنستے ہوئے آپ نے سر مبارک اٹھایا، ہم نے پوچھا یا رسول اللہؐ آپ کے ہنسنے کا سبب کیا ہے، تو فرمایا کہ مجھ پر اسی وقت ایک سورت نازل ہوئی ہے پھر آپ نے بسم اللہ کے ساتھ سورۂ کوثر پڑھی، پھر فرمایا تم جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے، ہم نے عرض کیا **اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ**، آپ نے فرمایا یہ ایک نہر جنت ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے جس میں خیرِ کثیر ہے اور وہ حوض ہے جس پر میری امت قیامت کے روز پانی پینے کیلئے آئے گی اس کے پانی پینے کے برتن آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہونگے اس وقت بعض لوگوں کو فرشتے حوض سے ہٹا دینگے تو میں کہونگا کہ میرے پروردگار یہ تو میری امت میں ہے، اللہ تعالی فرمائیگا کہ آپ نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے بعد کیا نیا دین اختیار کیا ہے۔

بہر حال اس سورت میں آپؐ کو کوثر کے دیئے جانے کی بشارت سنائی گئی اور دشمن کے بے نام و نشان ہونے کی پیش گوئی کی گئی ہے۔

آپ ﷺ کے سینہ کو کھول دیا گیا

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ۔(الاشراح)

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (علم و حلم سے) کشادہ نہیں کر دیا۔

شرحِ صدر (سینہ کھول دینا) ربِ ذوالجلال کی طرف سے نبی رحمتؐ پر بہت بڑا اور خصوصی احسان و انعام ہے شرح صدر کے معنی یہاں یہ ہیں کہ آپؐ کے سینہ کو علوم و معارف اور اخلاقِ حسنہ کیلئے وسیع و کشادہ کر دیا گیا، کسی کے سینہ کو کھول دینا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہدایت دینے کا ارادہ کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ۔ اللہ تعالیٰ جس سے ہدایت کا ارادہ کرتے ہیں اسکے سینہ کو اسلام کیلئے کھول دیتے ہیں، اس خصوصی شرحِ صدر کا اثر یہ ہوا کہ آپؐ کا علم سارے انسانوں کے علم پر بھاری ہو گیا اور آپؐ کا دشمنوں کے مقابلہ میں حلم، تحمل، برداشت دنیا کے سارے انسانوں کے تحمل و برداشت سے بڑھ گیا، آپؐ کے سینہ کو علم و حلم کا سمندر بنا دیا گیا، یہ شرحِ صدر بطور اعزاز و انعام عطا فرمایا گیا اور بطور معجزہ شقِ صدر کا واقعہ پیش آیا جس میں آپؐ کے سینہ کو چاک کیا گیا جس کی تفصیلات سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔

جہاں اللہ کو یاد کیا جاتا ہے وہیں آپ ﷺ کو یاد کیا جاتا ہے

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھیجے گئے تمام پیغمبروں اور پیدا کئے گئے تمام انسانوں میں جس قدر آپؐ کے نام مبارک کو بلند کیا اس قدر کسی کے نام کو بلند نہیں کیا، پوری دنیا کے فلسفیوں، ڈاکٹروں، سائنسدانوں، وقت کے بادشاہوں، سرداروں، پہلوانوں، رئیسوں، اور مالداروں

سب کیلئے یہ ایک چیلنج ہے کہ آج سے ساڑھے چودہ سو برس پہلے جس نبی کا نام نامی بلند ہوا وہ نام بلند ہوتا ہی رہا، کوئی دن، کوئی گھنٹہ، کوئی لمحہ اور کوئی گھڑی ایسی نہیں ہے جس میں آپ کا نام نہ لیا جارہا ہو۔

دنیا کی لاکھوں مسجدوں کے منبروں پر کھڑے ہونے والے سارے ہی خطیب جہاں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہتے ہیں وہیں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه کہتے ہیں، دنیا کی ان گنت مسجدوں کے میناروں سے موذن کی وہ آواز بلند ہوتی ہے، اور فضاؤں میں جہاں رب ذوالجلال کا نام بلند ہوتا ہے وہیں محمد عربیؐ کا اسم گرامی بلند ہوتا ہے، اور قیام، رکوع و سجود سے فارغ ہو کر قعدہ میں بیٹھنے والے سارے لاکھوں، کروڑوں اور اربوں مسلمان جہاں التحیات پڑھتے ہیں اسی میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کا جملہ دہراتے ہیں۔

سال کے تین سو پینسٹھ دن کا ہر لمحہ کسی نہ کسی ملک میں کوئی نہ کوئی موذن کوئی نہ کوئی مصلی، آپؐ کو یاد کر رہا ہے، ہے کوئی اس مقام بلند کو چھو لینے والا؟ ہے کوئی اس قدر رفعت و بلندی والا؟ ہے کوئی اس رتبۂ عالی کو حاصل کرنے والا؟ حدیثِ قدسی کے ان الفاظ کو یاد کیجئے رب ذوالجلال نے یوں فرمایا اِذَا ذَكَرْتَ ذُكِرْتَ مَعِيْ

جہاں میرا ذکر ہوگا اے محمدؐ! آپ کا ذکر بھی میرے ساتھ ہوگا۔

آپؐ کو وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہ جانتے تھے

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ (۱۳ النساء)

اللہ نے اتاری آپ پر کتاب اور حکمت اور آپ کو وہ مفید اور عالی باتیں بتلائی ہیں جو آپ پہلے سے نہ جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان چار چیزوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو بطورِ نعمت عطا کی گئیں،

(۱) کتاب یعنی قرآن (۲) حکمت (۳) علم (۴) فضل۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب کے ساتھ حکمت کو داخل فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ حکمت نام ہے آپؐ کی سنت اور تعلیمات کا، گویا یہ حکمت یعنی آپؐ کی سنتیں و تعلیمات بھی آپؐ پر نازل کی گئی ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ کتاب کے الفاظ اللہ کی طرف سے ہیں اور آپؐ کی سنت اور تعلیمات کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں، قرآن وحی متلو ہے جو تلاوت کی گئی اور حدیث و سنت وحی غیر متلو ہے جس کی تلاوت نہیں کی گئی۔

اور تیسری چیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ سے آپؐ کے خصوصی علم کی نشاندہی فرمادی کہ اے پیغمبر! ہم نے آپ کو وہ علم عطا کیا جو آپ نہ جانتے تھے، جب اللہ تعالیٰ نے وَعَلَّمَکَ کہہ کر یہ بات آپؐ کو بتلادی کہ ہم نے آپ کو علم دیا جو آپ نہیں جانتے تھے تو اسی سے پورے وثوق سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ آپؐ کو جو خصوصی علم عطا ہوا وہ ساری مخلوقات کے علم سے یقیناً زائد ہے۔

اور یہ سب اللہ کا خصوصی فضل ہے نبی رحمتؐ پر کہ اس نے اپنے نبی پر بڑا فضل فرمایا۔

آپ ﷺ کے دل کو قوی رکھا گیا

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً کَذٰلِکَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَکَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا۔ (۳۲ الفرقان)

اور کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر ایک ہی دفعہ قرآن کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ اس طرح تدریجاً اس لئے ہم نے نازل کیا تاکہ ہم اس کے ذریعہ آپ کے دل کو قوی رکھیں اور اسی لئے ہم نے اس کو بہت ٹھہر ٹھہر اکر اتارا ہے۔

قرآن مجید کے نزول کی شکل و صورت یہ نہیں تھی کہ آسمان سے ایک ہی وقت میں پوری سورتیں ایک کتاب کی شکل میں اتار دی گئی ہوں بلکہ نزول قرآن کی ایک تاریخ یہ رہی ہے کہ آپؐ کی چالیس سالہ زندگی سے لے کر ۶۳ سالہ زندگی تک بالتدریج (تھوڑا تھوڑا کر کے) حسبِ موقع اور حسبِ منشا اللہ نے قرآن مجید نازل فرمایا اسی طرح یہ قرآن

مجید ۲۳ سال کے عرصہ میں آہستہ آہستہ پورا ہوا۔ قرآن مجید کے اس طرح نازل ہونے پر کفارِ مکہ کو اعتراض ہوا وہ کہنے لگے کہ آپ پر ایک ہی وقت میں یہ قرآن کیوں نازل نہ ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یوں دیا کہ ہم نے قرآن مجید کو بالتدریج جو نازل کیا اس کی حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ہم آپؐ کے دل کو قوی اور مضبوط رکھنا چاہتے ہیں، آہستہ آہستہ اور تھوڑا تھوڑا نازل کرنے سے یاد رکھنا آسان ہوتا ہے، آسانی کے ساتھ یاد ہوتے رہنے میں دل میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی، نیز آپؐ کو مخالفت کے ماحول میں موقع بموقع تسلی کے کلمات نازل کئے گئے تاکہ اس وقت آپ کا دل مضبوط ہو جائے، اگر پورا قرآن ایک مرتبہ نازل ہو جاتا اور کسی خاص مخالفت کے ماحول میں کوئی تسلی والی بات نازل نہ ہوتی تو آپؐ کی بے قراری بڑھ جاتی اور تازہ تازہ کلام کا نازل ہونا موقع کی مناسبت سے یہ اس بات کی علامت ہوتی ہیکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ساتھ ساتھ ہیں اس طرح اس سے آپؐ کے دل کو تقویت ملتی ہے۔

آپ ﷺ کی حفاظت کیلئے غیبی حجاب کا انتظام

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔ ﴿۴۵ بنی اسرائیل﴾

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے، ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈال دیتے ہیں اس لئے کہ وہ اس قرآن کے مقصود کو سمجھیں۔

آیات مذکورہ میں سے پہلی اور دوسری آیت میں جو مضمون آیا اس کا ایک خاص شانِ نزول ہے جو سعید بن جبیرؒ سے منقول کیا ہے کہ جب قرآن میں سورۂ **تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ** نازل ہوئی جس میں ابولہب کی بیوی کی بھی مذمت مذکور ہے تو اس کی بیوی رسول اللہؐ کی مجلس میں گئی۔ اس وقت صدیق اکبر مجلس میں موجود تھے اس کو دور سے دیکھ کر آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ یہاں سے ہٹ جائیں تو بہتر ہے کیونکہ یہ عورت

بڑی بدزبان ہے یہ ایسی باتیں کہے گی جس سے آپ کو تکلیف پہونچے گی۔ آپ نے فرمایا نہیں اس کے اور میرے درمیان اللہ تعالیٰ پردہ حائل کردیں گے چنانچہ وہ مجلس میں پہنچی مگر رسول اللہؐ کو نہ دیکھ سکی تو صدیق اکبر سے مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ آپ کے ساتھی نے ہماری ہجو کی ہے۔ صدیق اکبر نے فرمایا کہ واللہ وہ تو کوئی شعر ہی نہیں کہتے جس میں عادتاً ہجو کی جاتی ہے تو وہ یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ تم بھی ان کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو اس کے چلے جانے کے بعد صدیق اکبر نے عرض کیا کہ کیا اس نے آپ کو نہیں دیکھا؟ آپؐ نے فرمایا کہ جب تک وہ یہاں رہی ایک فرشتہ میرے اور اس کے درمیان پردہ کرتا رہا۔

دشمنوں کی نظر سے مستور رہنے کا ایک عمل: حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ جب مشرکین کی آنکھوں سے مستور ہونا چاہتے تو قرآن کی تین آیتیں پڑھ لیتے تھے اس کے اثر سے کفار آپ کو نہ دیکھ سکتے تھے وہ تین آیتیں یہ ہیں، ایک آیت سورۂ کہف میں ہے یعنی اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا۔ دوسری آیت سورۂ نحل میں ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ۔ اور تیسری آیت سورۂ جاثیہ میں ہے اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ کا یہ معاملہ میں نے ملک شام کے ایک شخص سے بیان کیا (؟) کو کسی ضرورت سے رومیوں کے ملک میں جانا تھا وہاں گیا اور ایک زمانہ تک وہاں مقیم رہا پھر رومی کفار نے اس کو ستایا تو وہ وہاں سے بھاگ نکلا ان لوگوں نے اس کا تعاقب کیا اس شخص کو وہ روایت یاد آگئی اور مذکورہ تین آیتیں پڑھیں قدرت نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ جس راستہ پر یہ چل رہے تھے اسی راستہ پر دشمن گذر رہے تھے مگر وہ ان کو نہ دیکھ سکتے تھے۔

امام ثعلبیؒ کہتے کہ حضرت کعبؓ سے جو روایت نقل کی گئی ہے میں نے رے کے رہنے والے ایک شخص کو بتلائی۔ اتفاق سے دیلم کے کفار نے اس کو گرفتار کرلیا کچھ عرصہ ان کی قید میں رہا پھر ایک روز موقع پاکر بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ لوگ اس کے تعاقب میں نکلے مگر اس

شخص نے بھی یہ تین آیتیں پڑھ لیں اس کا یہ اثر ہوا کہ اللہ نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالدیا کہ وہ اس کو نہ دیکھ سکے حالانکہ ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور ان کے کپڑے ان کے کپڑوں سے چھو جاتے تھے۔

امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ ان تینوں کے ساتھ وہ آیات سورۂ یسین کی بھی ملالی جائیں جن کو آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے وقت پڑھا تھا جب کہ مشرکینِ مکہ نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا آپ نے یہ آیات پڑھیں اور ان کے درمیان سے نکلتے ہوئے چلے گئے بلکہ ان کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے گئے ان میں سے کسی کو خبر نہیں ہوئی وہ آیات سورۂ یٰسٓ کی یہ ہیں۔

یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خود اپنے ملک اندلس میں قرطبہ کے قریب قلعہ منشور میں یہ واقعہ پیش آیا کہ میں دشمن کے سامنے بھاگا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا دشمن نے دو گھوڑے سوار میرے تعاقب میں بھیجے اور میں بالکل کھلے میدان میں تھا کوئی چیز پردہ کرنے والی نہ تھی مگر میں سورۂ یسین کی یہ آیتیں پڑھ رہا تھا یہ دونوں سوار میرے برابر سے گذرے پھر جہاں سے آئے تھے یہ کہتے ہوئے لوٹ گئے یہ شخص کوئی شیطان ہے کیونکہ وہ مجھے دیکھ نہ سکے اللہ تعالیٰ نے ان کو مجھ سے اندھا کر دیا تھا۔ (قرطبی)

ان تمام تفصیلات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو یہ خاص چیز عطا فرمائی تھی کہ وقتِ ضرورت آپؐ کے اور آپؐ کے دشمنوں کے درمیان میں ایک غیبی حجاب قائم کر دیا جاتا گویا یہ بھی آپؐ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے۔

آپؐ کے ہاتھ پر بیعت اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (۱۰ الفتح) جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ واقع میں اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

نبی رحمتؐ کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کو وہ مقامِ بلند عطا کیا گیا کہ جو بظاہر نبی کے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہے وہ حقیقت میں اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہے اس لئے کہ نبی کے ہاتھ پر جو صحابہ کرام بیعت کر رہے تھے وہ اللہ کے احکامات کو بجالانے اور اللہ کو راضی اور خوش کرنے کیلئے ہی بیعت کر رہے تھے اس لئے کہ نبی کے ہاتھ پر جو صحابہ کرام بیعت کر رہے تھے وہ اللہ کے احکامات کو بجالانے اور اللہ کو راضی اور خوش کرنے کیلئے ہی بیعت کر رہے تھے اس لئے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کو اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا درجہ عطا کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں، ہم نے پھینکا ہے

فَلَمْ تَقْتُلُوْھُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُمْ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی وَلِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْہُ بَلَآءً حَسَنًا اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (۱۷ الانفال) تم نے ان کافروں کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا۔

واقعہ جو اس آیت میں بیان ہوا اس کی تفصیل ابن جریر طبریؒ اور بیہقی وغیرہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس وغیرہ سے یہ نقل کی ہے کہ معرکہ بدر کے دن جب مکہ کے ایک ہزار جوانوں کا لشکر ٹیلہ کے پیچھے سے میدان میں آیا تو مسلمانوں کی قلت وضعف اور اپنی کثرت وقوت پر فخر کرتا ہوا متکبرانہ انداز سے سامنے آیا۔ اس وقت رسول اللہؐ نے دعاء کی کہ یا اللہ یہ تیرے جھٹلانے والے قریش فخر و تکبر کرتے ہوئے آرہے ہیں آپ نے جو فتح کا وعدہ مجھ سے فرمایا ہے اس کو جلد پورا فرما (روح البیان)۔ تو جبریل امین نازل ہوئے

اور عرض کیا کہ آپ ایک مٹھی خاک کی لے کر دشمن کے لشکر کی طرف پھینک دیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اور ابن ابی حاتم نے بروایت ابن زید نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ مٹی اور کنکروں کی مٹھی بھری اور ایک لشکر کے داہنے حصہ پر دوسری بائیں حصہ پر تیسری سامنے کی جانب پھینک دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس ایک یا تین مٹھی بھر کنکریوں کو قدرت نے معجزانہ انداز میں اس طرح پھیلا دیا کہ مخالف لشکر کا کوئی آدمی باقی نہ رہا جس کی آنکھوں میں اور چہروں پر یہ دھول اور کنکریاں نہ پہنچی ہوں جس کا اثر یہ ہوا کہ پورے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا فرشتے الگ ان کے ساتھ شریکِ قتال تھے۔

بالآخر کچھ لوگ مخالف فریق قتل ہو گئے کچھ گرفتار کر لئے گئے باقی بھاگ گئے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔

بالکل مایوسی اور ناامیدی کے عالم میں یہ فتحِ عظیم مسلمانوں کو حاصل ہوئی میدانِ جنگ سے واپس آ کر آپس میں گفتگوئیں شروع ہوئیں صحابہ کرام اپنے اپنے کارنامے ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی **فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ** جس میں ان کو یہ ہدایت دی گئی کہ اپنی سعی و عمل پر ناز نہ کرو یہ جو کچھ ہوا وہ صرف تمہاری محنت و کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ خالص حق تعالیٰ کی نصرت و امداد کا ثمرہ تھا۔ جو دشمن تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے انکو درحقیقت تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے۔

اسی طرح رسول کریمؐ کو خطاب کر کے ارشاد ہوا **وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى**۔ یعنی یہ مٹھی کنکریوں کی جو آپ نے پھینکی وہ درحقیقت آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔

اس سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے مٹھی بھر مٹی کے پھینکنے کو اپنے ہاتھ سے پھینکنے سے تعبیر کیا کہ آپ نے جو پھینکا درحقیقت ہم نے پھینکا یہ بھی کوئی معمولی اعزاز نہیں ہے، بلکہ یہ بھی آپؐ کی ایک خصوصیت ہے۔

آپ ﷺ کی دعاء موجبِ اطمینان ہے

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ (۱۰۳ التوبہ)

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے لینے سے آپؐ ان کو پاک صاف کردیں گے اور ان کیلئے دعاء کیجئے بلاشبہ آپ کی دعاء ان کیلئے موجبِ اطمینانِ قلب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں۔

اس آیت میں اگرچہ کہ شانِ نزول کے اعتبار سے ایک خاص جماعت سے صدقہ وصول کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن یہ آیت اپنے مفہوم کے اعتبار سے عام ہے۔ اس آیت کا ایک ٹکڑا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ چونکہ ہمارے موضوع سے متعلق ہے اس لئے ہم صرف اسی کے بارے میں بیان کریں گے آپؐ کو اس آیت میں ان لوگوں کیلئے دعاء کرنے کا حکم دیا گیا جن سے آپ نے صدقہ وصول فرمایا چنانچہ آپ کو حکم دیا گیا کہ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ آپ ان کے حق میں دعاء فرمائیے۔

اس حکم دعاء کے بعد جو اہم بات بیان کی گئی وہ یہ کہ آپؐ کی دعاء کو لوگوں کیلئے باعثِ طمانیتِ قلب قرار دیا گیا، اس سے آپؐ کی خصوصیت کا اظہار بھی ہوتا ہے کہ آپؐ کی دعاء کس قدر موثر ہے کہ آپؐ جن کے حق میں دعاء کردیتے ہیں ان کی دنیا اور آخرت بن جاتی ہے ان کو دل کا چین و سکون نصیب ہو جاتا ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سکون سے مراد رحمت ہے، امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ جب کسی کیلئے دعاء فرماتے تھے تو وہ دعاء اس کے اور اسکے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں قبول ہو جاتی تھی۔

صحابہ کرامؓ جب اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرتے تھے تو ان کے دلوں میں دو چیزیں ہوتی تھیں ایک یہ کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ وہ اللہ کا تقرب (نزدیکی) حاصل کریں دوسرا یہ کہ آپؐ کی دعاء نصیب ہو جائے چنانچہ اس سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۹۹ میں

اللہ تعالیٰ نے ان بعضے اہل دیہات کا تذکرہ کیا جو مال کے خرچ کرتے ہوئے اللہ کے تقرب کا ارادہ اور نبی کی دعاؤں کی امید دل میں رکھتے تھے وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ. اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور بعضے اہل دیہات میں ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول اللہ ﷺ کی دعا لینے کا ذریعہ بناتے ہیں۔

یاد رکھو! کہ ان کا یہ خرچ کرنا بیشک ان لوگوں کیلئے موجبِ قربت ہے ضرور انکو اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت میں داخل کرلیں گے اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے رحمت والے ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی کرنا ضروری ہے

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ (۶۲ التوبة) یہ لوگ تمہارے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کرلیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو اسکو راضی کریں۔

اس آیت کے سلسلہ میں مفسرین نے ایک واقعہ یہ نقل کیا ہے کہ منافقوں میں سے ایک شخص کہہ رہا تھا کہ ہمارے سردار اور رئیس بڑے ہی عقلمند، دانا اور تجربہ کار ہیں اگر محمد ﷺ کی باتیں حق ہوتیں تو یہ سردار کیا ایسے بیوقوف تھے کہ انہیں نہ مانتے؟ یہ بات ایک سچے مسلمان صحابی نے سن لی اور اس نے کہا واللہ حضورؐ کی سب باتیں سچ ہیں اور ان نہ ماننے والوں کی بے وقوفی میں کوئی شک نہیں جب یہ صحابی دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ بیان کیا آپؐ نے اس شخص کو بلوا بھیجا لیکن وہ سخت قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ میں نے تو یہ بات کہی ہی نہیں یہ تو مجھ پر تہمت باندھتا ہے اس صحابی نے دعا کی کہ پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کر دکھا، اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی اور اس حقیقت کو آشکارا

کردیا گیا کہ ایک مومن و مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کی رضامندی اور خوشنودی کے کام کرے، اللہ اور اس کے رسول زیادہ حقدار ہیں اس بات کے کہ ان کو خوش اور راضی رکھا جائے۔

اگر پوری دنیا خوش ہے اور اللہ اور اس کے رسول ناراض ہیں تو پھر اس شخص کے گمراہ اور محروم القسمت ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا، قابلِ غور مقام یہ ہے کہ آپؐ کو راضی رکھنے کو اللہ کی رضا کے ساتھ جوڑ دیا گیا کہ جہاں اللہ کو راضی رکھنا ضروری ہے وہیں رسول اللہ کو راضی رکھنا ضروری ہے

آپ ﷺ کی ازواج سارے مومنین کی مائیں ہیں

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (۶ الاحزاب)

نبی مومنین کے ساتھ تو ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپؐ کی بیبیاں ان مومنین کی مائیں ہیں۔

اس آیت میں ازواجِ مطہرات کے متعلق ایک بات یہ بتائی گئی کہ آپؐ کی ازواج امت کے ہر فرد کی مائیں ہیں، یعنی انکی تعظیم وتکریم اس طرح کی جائیگی جس طرح اپنی ماں کی تعظیم کی جاتی ہے۔

اسلئے قرآن مجید میں اس بات کی صراحت کردی گئی کہ آپؐ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے کسی امتی کا نکاح حرام ہونے کی ایک وجہ تو یہی ہیکہ یہ ازواج مطہرات ہر امتی کے حق میں ماں کا درجہ رکھتی ہیں ظاہر ہیکہ ماں سے نکاح کرنا حرام ہے، دوسری وجہ یہ ہیکہ آپؐ کی حیات ثابت ہے، اور جب آپ ابھی حیات ہیں تو شوہر کے زندہ رہتے ہوئے اس کی بیوی سے نکاح کیسے کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال آپؐ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہیکہ آپؐ کی ازواج مطہرات کو امت کی ماں قرار دیا گیا تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ آپؐ ہم سب کے روحانی باپ ہیں۔

اللہ نے نہ آپؐ کو چھوڑا ہے نہ آپؐ سے بیزار ہے

وَالضُّحٰی وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی۔ (۳الضحی)

قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے بیزار ہوا۔

سورۂ ضحیٰ کی ان آیات میں اللہ تعالی نے نبی رحمتؐ کے بارے میں یہ فرمایا کہ اللہ تعالی نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ اللہ تعالی آپ سے بیزار ہے سوال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپؐ سے یہ بات کیوں کہی؟ اس سلسلہ میں مفسرین نے یہ بات کہی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ کی ایک انگلی زخمی ہو گئی اس سے خون جاری ہوا تو آپؐ نے فرمایا تو ایک انگلی ہی تو ہے جو خون آلودہ ہو گئی اور جو کچھ تکلیف تجھے پہنچی وہ اللہ کی راہ میں ہے، اسلئے کیا غم ہے، اس واقعہ کے بعد کچھ روز جبرئیل امین کوئی وحی لیکر نہیں آئے تو مشرکین مکہ نے یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ محمد کو ان کے خدا نے چھوڑ دیا اور ناراض ہو گیا، اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

وہ آیتیں جن سے

آپ ﷺ

کے اخلاقِ حسنہ

کا پتہ چلتا ہے

پیغمبر! آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (۴ القلم)

اور بے شک آپ اخلاقِ حسنہ کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔

آپؐ کو مکہ کے مشرکین و کفار مجنون کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو آپؐ کے اخلاق و کردار کا جائزہ لینے کا اشارہ دیا کہ اگر تم یہ کہتے ہو کہ آپؐ مجنون ہیں تو پھر آپ کے اعلیٰ وارفع اخلاق و عادات پر غور کرو کیا یہ ممکن ہیکہ ایک مجنون میں اس قسم کے اعلیٰ وارفع اخلاق موجود ہوں، مجنون تو وہ ہوتا ہے جسکو زندگی کا ہوش نہیں ہوتا اسکو اخلاق سے کیا رشتہ رہے گا؟ ہم آپؐ کے اخلاق عظیم کی گواہی دیتے ہیں جس گواہی سے آپ کا مجنون نہ ہونا بھی ثابت ہوگا اور نبی کے اخلاق فاضلہ و کاملہ پر فائز ہونے کا ثبوت بھی مل جائیگا۔

آپؐ کے اخلاق کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ آپؐ کے اخلاق خود قرآن ہے، یعنی قرآن کریم جن اعمال واخلاق کی تعلیم دیتا ہے آپ ان سب کا عملی نمونہ ہیں، آپؐ نے خود ارشاد فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ مجھے اس کام کیلئے بھیجا گیا کہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نہ فحش گو تھے نہ فحش کے پاس جاتے تھے، نہ بازاروں میں شور و شغب کرتے تھے، برائی کا بدلہ کبھی برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معافی اور درگزر کا معاملہ فرماتے تھے۔

آپؐ کے اخلاق کی گواہی قرآن مجید نے آپؐ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں دیدی اور قیامت تک یہ آیتیں اس بات کی گواہی دیتی رہیں گی۔

آپ ﷺ تمہاری منفعت کے خواہشمند ہیں

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (۱۲۸ التوبہ)

اے لوگو! تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں، ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

یہ آیت بھی آپؐ کے اخلاق حسنہ کی گواہی دیتی ہے کہ آپؐ شفقت و رحمت اور ہمدردی، اور خیر خواہی کے جذبہ سے اللہ کی مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے والے پیغمبر ہیں، نبی ایسے اخلاق کے حامل ہیں کہ اگر مومنوں اور مسلمانوں کو کوئی جانی یا مالی یا ذہنی تکلیف واذیت ہوتی ہے تو یہ اذیت آپؐ کو نہایت گراں اور تکلیف دہ محسوس ہوتی ہے، آپؐ کی دلی خواہش یہ ہوتی ہیکہ مسلمانوں کو کوئی تکلیف وضرر نہ پہنچے، آپؐ اس بات کے زیادہ سے زیادہ خواہشمند ہوتے ہیں کہ ایمان والوں کو نفع حاصل ہو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ ہو، آپ ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان رہتے ہیں۔

کتنے وہ مظلوم صحابہ کرام آپؐ کی نگاہ کے سامنے آتے تھے جن کو کفار مکہ اذیتیں پہنچایا کرتے تھے آپؐ کا جی ان مناظر اور دردناک حالات کو دیکھ کر بہت کڑھتا، بے چین ہو جاتے اور ان ثابت قدم صحابہ کرام سے یوں کہتے کہ صبر کرو صبر کرو۔

آپؐ نے اپنی زندگی کے ۶۳ سال میں کسی کا کبھی بھی برا نہ چاہا ہر ایک کو نفع اور فائدہ پہنچایا دوسروں کے دکھ کو خود اپنے کاندھے پر لے لینا یہ آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس دو فرشتے آئے جب کہ آپؐ سو رہے تھے ایک پائینتی بیٹھ گیا اور ایک سرہانے، پائینتی والے فرشتے نے سرہانے والے سے کہا کہ ان کی اور ان کی امت کی کوئی مطابقِ حال مثال بیان کرو۔ تو وہ کہتا ہے کہ آپؐ کی مثال امت کے ساتھ ایسی ہے جیسے لوگ سفر کرتے ہوئے ایک لق ودق جنگل میں پہنچ گئے ہوں۔ زاد راہ توشہ وغیرہ کچھ باقی نہ رہا ہو، نہ آگے سفر جاری رکھ سکتے ہوں نہ ہی واپس ہونے کی کوئی صورت ہو۔ ایسے میں ایک مرد خوش پوش ان کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا میں تمھیں یہاں سے نکال کر ایسے باغوں میں لے چلوں جو سرسبز وشاداب ہوں، نہریں اور حوض ہوں، کیا میرے ساتھ چلوگے؟ وہ بڑی خوشی سے راضی ہو جاتے

ہیں، وہ انھیں لے چلتا ہے وہ انھیں سر سبز و شاداب باغ میں لے آتا ہے وہ خوب میوے کھاتے ہیں پانی سے سیراب ہوتے ہیں اور خوب پھلتے پھولتے ہیں پھر ان سے کہتا ہے کیا میں نے تمہارے ساتھ خیر خواہی کا حق ادا نہیں کیا اور کیا تمہیں ایسے سر سبز و شاداب جگہ پر نہیں پہنچایا؟ اب سنو آگے اور باغات ایسے ہیں جو اس سے بھی زیادہ پر بہار ہیں، اس سے بھی کہیں زیادہ شاداب حوض ہیں۔ آؤ تمہیں اب وہاں لے چلوں، تو بعض نے کہا تم نے پہلے بھی سچ کہا تھا اور اب بھی سچ کہہ رہے ہو ہم ضرور تمہارے ساتھ ہیں اور بعض نے کہا ہم تو یہیں اچھے ہیں، ہمیں یہی بس ہے آگے کے تمتعات کی ضرورت نہیں، یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا کے پیچھے ہی دیوانے ہو گئے ہیں عاقبت کی خبر نہیں لیتے حالانکہ یہاں سے کہیں زیادہ وہاں خوش عیشیاں ہیں۔

آپ ﷺ کی نرم مزاجی

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (۱۵۹ آل عمران) خدا ہی کی رحمت کے سبب جو کہ آپ پر ہے آپؐ انکے ساتھ نرم رہے اور اگر آپؐ خدانخواستہ تند خو سخت مزاج ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے۔

جنگ احد میں آپؐ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو ایک خاص کام پر مامور فرمایا تھا اور اس بات کی تاکید کر دی تھی کہ اس جگہ سے نہ ہٹنا، مگر جب دوسرے صحابہ غنیمت کا مال لوٹنے میں مصروف تھے تو یہ جماعت بھی وہاں سے ہٹ گئی گویا صحابہ کرامؓ سے یہ لغزش ہوئی جس سے آپؐ کو سخت صدمہ پہنچا، آپؐ نے اپنے طبعی اخلاق اور عفو و کرم کی عادات کی وجہ سے ان صحابہ پر کوئی ملامت نہ کی اور کوئی سخت معاملہ بھی نہ فرمایا مگر ان صحابہ کرام کو اپنی لغزش پر سخت ندامت ہوئی۔

اللہ کو یہ منظور تھا کہ صحابہ کرام کی اس ندامت اور خوف کو دور کر دے چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ کی رحمت کے سبب آپؐ ان صحابہ کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپؐ خدانخواستہ تند خو اور سخت مزاج ہوتے تو یہ بیچارے آپ کے پاس سے سب منتشر

ہو جاتے، پھر ان کو یہ فیوض و برکات کہاں نصیب ہوتے۔ سو جب آپ نے برتاو میں ایسی نرمی فرمائی تو ان سے جو غلطی آپ کی تعمیل حکم میں کوتاہی سے ہوئی اس کو دل سے بھی ان کو معاف کر دیجئے اور ان سے جو غلطی اللہ تعالی کے حکم میں کوتاہی سے ہوئی اس کیلئے آپ استغفار کیجئے اور ان سے خاص خاص باتوں میں بدستور مشورہ لیتے رہا کیجئے تاکہ اس خصوصی لطف سے ان کے دلوں سے اپنی لغزش کا غم دھل جائے۔

اس آیت سے آپؐ میں عفوودرگزر اور نرم دلی و خیر خواہی اور دلداری جیسے اخلاقِ فاضلہ کا ہونا محسوس و معلوم ہوتا ہے آپؐ کے ان اخلاق کا ثبوت سیرت کے ان واقعات سے بھی معلوم ہوتا ہے جو آج بھی کتبِ سیرت میں محفوظ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہیں

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ۔ (۸۶ ص) آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنیوالوں میں ہوں۔

حضورؐ میں تکلف اور تصنع کا مزاج نہیں تھا، آپؐ نے بلا جھجک اپنی حقیقت و حیثیت کو بتلا دیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اللہ کا بندہ بھی ہوں، وغیرہ وغیرہ، وہ تکلف اور وہ تصنع جو شریعت میں مذموم و ناپسندیدہ ہے آپؐ میں رائی کے دانے کے برابر بھی نہ تھا، آپؐ صاف گو اور حق گو پیغمبر تھے، آپؐ نے اپنی زندگی کے کسی بھی میدان میں تکلف سے کام نہ لیا، آپ کی داخلی زندگی، خارجی زندگی، آپ کا سفر اور آپ کا حضر اور آپ کی انفرادی زندگی ہر میدان میں آپ نے سادگی اور صفائی کو ملحوظ رکھا کبھی آپ نے تصنع، بناوٹ اور تکلف کو اپنے قریب آنے نہ دیا۔

اس آیت شریفہ میں آپؐ کو یہی حکم دیا گیا کہ آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی اس دعوت و تبلیغ پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا اور نہ ہی میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔

کسی کے اندر بناوٹ اور تکلف کا ہونا وہ اس کے بداخلاق ہونے کی علامت ہے، اچھے اخلاق کا حامل شخص کبھی بناوٹ، تکلف اور تصنع سے کام نہیں لیتا۔

آپ ﷺ رحمت ہی رحمت ہیں

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ اور ہم نے آپ کو کسی اور بات کے واسطے (رسول بنا کر) نہیں بھیجا مگر دنیا جہاں کے لوگوں پر اپنی مہربانی کرنے کیلئے۔

سارے عالم کے لوگ جانتے ہیں کہ عالمین عالم کی جمع ہے اور عالم کے معنی دنیا کے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ سرکار دو عالم ﷺ صرف ایک عالم کیلئے رحمت بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں بلکہ آپ ﷺ کو دنیا جہاں کے سارے ہی لوگوں کیلئے یعنی تمام عالموں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے، اس طرح آپ ﷺ ساری مخلوقات کیلئے رحمت ہیں۔

آپ ﷺ انسانوں کیلئے بھی رحمت ہیں، جنات کیلئے بھی، حیوانات کیلئے بھی رحمت ہیں اور دنیا .....

کی ساری چیزوں کیلئے بھی، آپ ﷺ اہل زمین اور زمین کیلئے رحمت ہیں کہ آپ نے اللہ کے ذکر اور اسکی عبادت سے پوری دنیا کو زندگی دی، اللہ کا ذکر زندگی ہے اور اللہ کے ذکر سے غفلت موت ہے، جس رسول نے پوری دنیا کو زندگی دی وہ رسول رحمت نہیں تو پھر کیا ہوگا؟

اس لئے حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا **انا رحمة مهداة** میں اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔

نیز حضور ﷺ نے فرمایا **انا رحمة مهداة بر فع قوم وخفض آخرين** یعنی میں اللہ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں تاکہ ایک قوم کا سر بلند کردوں اور دوسری قوم کو پست کردوں۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس نے آپ ﷺ کو رحمت مان لیا اور آپ کی تعلیمات کو اختیار کرلیا اس نے سربلندی اور عزت پالی، اور جس نے آپ ﷺ کی تعلیمات کو ٹھکرادیا وہ پستی اور ذلت کا شکار ہو گیا۔

آپؐ کے رحمت ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ جس گھر میں آپ ﷺ کا طریقہ ہے وہاں

رحمت کی روشنی ہے اور جس گھر میں آپ کا طریقہ نہیں وہاں زحمت کا اندھیرا ہے آج جو لوگ اپنے گھروں میں نبی کی لائی ہوئی شریعت اور آپ ﷺ کے مبارک طریقے کو داخل ہونے نہیں دیتے وہ دراصل پرانی تاریکیوں کے عادی بن چکے ہیں، وہ اس اندھیرے سے خوش ہیں جس اندھیرے سے نکالنے کی نبی رحمت ﷺ نے ۲۳ سال محنت فرمائی آج کا سب سے بڑا المیہ مادہ پرستی کا شکار ہو جانے کے نتیجہ میں یہ ہے کہ لوگ روشنی کو اندھیرے سے تعبیر کر رہے ہیں اور اندھیرے کو روشنی سے ۔

نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پوری زندگی اسی فکر میں گزری کہ ساری انسانیت اندھیرے سے روشنی کی طرف آجائے۔

حضرت مولانا شاہ مفتی نوال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کے تاثرات

(خطیب وامام مسجد نور شکاگو امریکہ)

بسمہ تعالیٰ

آج بتاریخ ۵/۳/۲۰۰۲ء علی الصبح متعدد علماء کرام اور بزرگوار حضرت سید علیم الدین ہاشمی صاحب خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کے ساتھ مدرسہ فیض العلوم سے واپسی میں مکتبہ سبیل الفلاح حاضر ہونے اور مولانا غیاث احمد رشادی صاحب کے مولفات ودیگر امور کے دیکھنے کا موقع ملا' مولانا سے میری پرانی ملاقات ہے مولانا اپنے کام کے دھنی ہیں اور سلیقہ بھی بہت ہے' لکھنے اور بولنے دونوں میں اللہ تعالیٰ نے خاصا فضل فرمایا ہے اور مولانا محترم اپنی ان نعمتوں سے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے میں ہمہ تن مصروف ہیں' اب تک موصوف کی ۴۲ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کو ہر اعتبار سے خیر وبرکت نصیب فرمائے اور فیض کو عام فرمائے اخلاص واستقامت کی دولت میں اضافہ فرمائے۔ آمین

بندہ محمد نوال الرحمٰن عفی عنہ'

۵/۳/۲۰۰۲ء م ۱۹/ صفر ۱۴۲۳ھ

تائید:

حضرت مولانا عبید الرحمٰن اطہر صاحب (مہتمم مدرسہ امداد العلوم' حیدر آباد)

حضرت مولانا محمد مصلح الدین قاسمی صاحب (مقیم حال امریکہ)

جناب حافظ محمد عابد رشیدی صاحب

جناب محمد عبد الستار صاحب

سیرت طیبہ قرآن حکیم کی روشنی میں

(انگریزی میں) شائع کرنے کے خواہشمند متوجہ ہوں

مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر اسوسی ایشن رجسٹرڈ کے زیر اہتمام مولانا غیاث احمد رشادی کی تصنیف "سیرتِ طیبہ قرآن حکیم کی روشنی میں" بہ زبانِ اردو شائع ہو چکی ہے اسکا انگریزی ترجمہ بھی ہو رہا ہے ان شاء اللہ ماہ سپٹمبر کے اواخر تک ترجمہ کے مرحلہ سے یہ کتاب پار ہو جائے گی

خواہشمند حضرات اس کتاب کی اشاعت کی مالی استطاعت رکھتے ہوں تو ہمارے اس پتہ پر ربط پیدا کریں۔ تقریبا پچیس ہزار کا خرچ آئے گا۔ اور انگریزی داں طبقہ تک سیرت کا یہ پیغام پہنچ جائے گا اللہ تعالی معاونین کی مدد فرمائے۔ مکتبہ کے قیام کا مقصد اولین اسلام کی اشاعت ہے۔

MAKTABA SABEEL-UL-FALAH

H-NO-16 -2-138 /2

AKBAR BAGH MALAKPET HYDERABAD-36

MOBILE:9849064724- Ph:040-4552684

Website: www.maktabasabeel-ul-falah.com

مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر اسوسی ایشن رجسٹرڈ 675 کے
زیر اہتمام مولانا غیاث احمد رشادی کی تحریر کردہ اصلاحی عام فہم کتابیں

(۱) روح قرآن (جلد اول)
(۲) روح قرآن (جلد دوم)
(۳) تکبر کی حقیقت
(۴) سچ اور جھوٹ
(۵) امانت وخیانت
(۶) کیا ماہ صفر منحوس ہے
(۷) ہم ماہ رمضان میں کیسے رہیں؟
(۸) ہم اپنی قربانی کیسے کریں؟
(۹) ہم اپنے محلہ میں کیسے رہیں؟
(۱۰) آپسی تعلقات میں بگاڑ کیوں؟
(۱۱) رشتہ داروں میں ایسے رہیے
(۱۲) مسلمانو! قادیانیوں سے بچو!
(۱۳) ہم عیادت کس طرح کریں
(۱۴) حرام کمائی سے پرہیز
(۱۵) زبان بہترین یا بدترین
(۱۶) قدرت کی پہچان
(۱۷) قرآن مجید میں خواتین کے واقعات
(۱۸) ہماری مسجدیں اور ہم
(۱۹) مردوں اور عورتوں کی نماز کا طریقہ
(۲۰) نماز کے اثرات وثمرات
(۲۱) جمعہ کے دن کیا کریں
(۲۲) حج کا سفر
(۲۳) رب سے کس طرح مانگیں؟

(۲۴) ہمارے گھروں میں ٹی وی کیوں؟
(۲۵) بحیثیت مسلمان میں تمہیں کیا دے سکتا ہوں؟
(۲۶) ہمارا لباس کیسا ہو؟
(۲۷) عورت بے پردہ کیوں ہو گئی؟
(۲۸) میاں بیوی آپس میں کیسے رہیں
(۲۹) ماں باپ کیا کریں؟
(۳۰) ہم اپنے بچوں کو کہاں پڑھائیں؟
(۳۱) مصیبتوں میں ہم کیا کریں
(۳۲) سکرات سے تعزیت تک
(۳۳) ہم میں صبر کیوں نہیں
(۳۴) ظلم کیوں کرتے ہو
(۳۵) ماں باپ کا حق کیا ہے؟
(۳۶) حضرت موسیٰ کا علمی سفر
(۳۷) چراغ دینیات
(۳۸) صبح وشام کی دعائیں
(۳۹) موجودہ معاشرہ میں نکاح بوجھ کیوں؟
(۴۰) سیرت طیبہ قرآن حکیم کی روشنی میں
(۴۱) زکواۃ کس طرح ادا کریں؟
(۴۲) اعتکاف کا طریقہ کیا ہے؟
(۴۳) کیا شیطان ہمارا دوست ہے؟
(۴۴) نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ (آیات قرآنی کی روشنی میں)
(۴۵) برادران وطن کو دین کی دعوت کیوں نہیں دیتے؟
(۴۶) نماز کیوں چھوڑ دیتے ہو؟ (احادیث کی روشنی میں)

پتہ: مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر اسوسی ایشن (رجسٹرڈ۔ ۶۷۵)
مکان نمبر: 16-2-138/2 اکبر باغ، حیدر آباد۔
Website:www.maktabasabeel-ul-falah.com